ایمان کے گارڈن

جلداول

تالیف لطیف
حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی گنگوہی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ناشر
مکتبہ شریفیہ گنگوہ ضلع سہارنپور (یوپی) انڈیا

تصریحات

نام کتاب: ایمان کے گارڈن (جلداول)

مؤلف: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم العالیہ

صحبت یافتہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب نقشبندی مجددیؒ۔
اجازت یافتہ شیخ طریقت عارف باللہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم۔
وپیر طریقت واقف اسرارِ حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی مدظلہم العالی برطانیہ۔
وجامع الاوصاف حضرت مولانا سید محمود حسن صاحبؒ خلیفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ۔

کتابت: محمد دلشاد رشیدی، کھیڑہ افغان 9358199948

تصحیح: مولانا فرید احمد صاحب رشیدی مدرس جامعہ ہذا

تعداد: گیارہ سو/۱۱۰۰

صفحات: ۳۹۰

جلد: اول

قیمت: ۳۲۰/روپئے

پہلا ایڈیشن: ۱۴۴۳ھ

ناشر

مکتبۂ شریفیہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

فہرست عناوین

فہرست عناوین

فہرست عناوین

فہرست عناوین

فہرست عناوین

فہرست عناوین

فہرست عناوین

فہرست عناوین

فہرست عناوین

فہرست عناوین

فہرست عناوین

تیرے ایمان میں خامی نہ رہ جاتی

کاش پی لیتا گر تو بھی محبت کا جام

شیخ طریقت حضرت اقدس مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڑھی قدس سرہ

دعائیہ کلمات

جامع الاوصاف والکمالات محسن عظیم مربی شفیق

والد بزرگوار حضرت مولانا الحاج قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بانی وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

حامداً و مصلیاً !

عزیز القدر مفتی خالد سیف اللہ سلمہٗ کی غالباً یہ ساتویں تالیف وتصنیف ہے، کتاب کے نام پر نظر پڑتے ہی ذہن میں آتا ہے کہ موصوف نے اللہ ورسول ﷺ کی وہ باتیں بیان کی ہیں جن سے ایمان کو پختگی اور روح کو تازگی میسر ہوگی۔

حق تعالیٰ شانہ اس کتاب کو مسلمین کیلئے مفید اور اپنی رضامندی کا سبب بنا کر والدین کے لئے توشۂ آخرت بنائے اور مزید تالیف وتصنیف کی پوری پوری توفیق عطا فرمائے آمین، فقط۔ احقر شریف احمد

خادم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

نوٹ: جس وقت میرے محبوب والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تقریظ لکھی اس وقت ساتویں تالیف تھی اور ایک مختصر سا رسالہ تھا جو ایمان کے بارے میں اللہ پاک نے لکھوایا تھا اس کے بعد سے اب جب کہ کورونا وائرس کی وجہ سے لاک ڈاؤن کا سلسلہ شروع ہوا اس کے بعد پھر اس رسالہ پر یہ اضافات کرنے کی توفیق ہوئی، اب یہ آپ کے سامنے پیش ہے اللہ پاک قبول فرمائے آمین۔

انتساب

مؤلف اپنی اس تالیف کو حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف منسوب کرنا باعث سعادت تصور کرتا ہے جنہوں نے ایمان کے تقاضوں کو سمجھا اور پورے طور پر ان کا حق اداء کیا، اسی وجہ سے ''**رضی الله عنهم ورضوا عنه**'' کا مژدۂ جاں فزاء ان کو حاصل ہوا۔

اللہ پاک ہمیں ان کے اتباع کی توفیق بخشے تا کہ ہم کو بھی اللہ جل شانہ کی رضا مندی حاصل ہو جائے جو سب سے بڑی نعمت ہے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے ''**ورضوان من الله اكبر**'' اللہ پاک کی خوشنودی سب سے بڑی شئی ہے۔

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنہ
خادم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

حمدِ باری

نام تیرا میرے دل کی ہے دوا

حمد تیری اے خدائے لم یزل　　ہے یہ اپنی زندگی کا ماحصل
تو ہی خالق ہے تو ہی خلاق ہے　　تو ہی رب انفس و آفاق ہے
تیری قدرت کی نہیں کچھ انتہا　　شکر تیرا کیا کسی سے ہو ادا
یا علیم یا سمیع یا بصیر　　تو ہی قادر اور تو ہی ہے خبیر
نام تیرا میرے دل کی ہے دوا　　ذکر تیرا روح کی میری شفاء
یہ زمین و آسماں ، شمس و قمر　　دیتے ہیں سب ذات کی تیری خبر
تو ہی ہے مقصود تو ہی ہے مدعا　　جان ودل کرتا ہوں میں تجھ پر فدا
کید سے شیطان کے یارب مجھ کو چھڑا　　اور شرورِ نفس سے مجھ کو بچا

یا الٰہی مجھ کو اب اپنا بنا
کرلے تو مقبول احمد کی دعا

از مرشدی المحبوب حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھیؒ

گذارش اولیں

لفظ ایمان جس قدر مشہور ومعروف اور زبان زد ہے اس کا مقتضی تو یہ تھا کہ اس کی اہمیت وعظمت اتنی ہی زیادہ ہوتی اور اس کے تقاضوں کو خوب سمجھا جاتا اور عمل کیا جاتا، تاکہ پورا معاشرہ پورا ملک بلکہ پوری دنیا اس کی برکتوں سے جنت نشاں بن جاتی، ہر جگہ امن وامان کا دور دورہ ہوتا ہر ایک کے حقوق ادا ہوتے، ہر شخص خوش ہوتا اور اپنے خالق ومالک کی اطاعت وعبادت میں لگ جاتا جو منشاء ربانی ہے اور دائمی فوز وکامرانی کا مستحق قرار پاتا۔ دنیا میں بھی لطف کی زندگی گذارتا اور آخرت میں بھی عیشہ راضیہ مرضیہ پاتا جو ایمان اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے پر موقوف ہے۔

اس وجہ سے ناکارہ کے قلب میں بڑی شدت سے یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ایمان کے سلسلہ میں چند آیات واحادیث پیش کروں کہ تمام آیات واحادیث وغیرہ کا استیعاب تو مشکل ہے، خداوند تعالیٰ سے امید ہے کہ سمجھ دار انسان کے لئے یہ اشارے کافی ہوجائیں گے اور جس کا ارادہ صراط مستقیم پر چلنے کا نہ ہو اس کے لئے دفتر کے دفتر بیکار ہیں۔ اللہ پاک ہمیں ان لوگوں میں سے نہ بنائے کہ جن کے دلوں پر قرآن وحدیث کا کوئی اثر نہیں ہوتا کہ یہ بڑی محرومی اور بدبختی کی بات ہے، پھر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ تمام اعمال صالحہ کی قبولیت کا مدار ایمان ہی ہے اور ایمان ہی پر جنت میں داخلہ موقوف ہے، اس لئے ایمان کے

تقاضوں کو سمجھنا فرض عین ہے جس طرح بھی ممکن ہو۔

بندہ کی یہ مختصر کتاب بھی اس سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہے باری تعالیٰ عزاسمہ اس عُجالۂ نافعہ کو شرف قبولیت بخشے اور ہدایت وسعادت کا ذریعہ بنائے میرے لئے بھی میرے والدین اور میری اولاد اور میرے جملہ احباب و متعلقین کے لئے اوران تمام حضرات کے لئے جو اس کتاب کو دیکھیں اور پڑھیں اور تمام مسلمین کیلئے آمین یارب العالمین، والسلام۔

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنہ

ایمان کسے کہتے ہیں؟

ایمان کی تعریف

لغت میں کسی کی بات اس کے اعتماد پر یقینی طور پر مان لینے کا نام ایمان ہے، اس لئے محسوسات اور مشاہدات میں کسی کے قول کی تصدیق کرنے کو ایمان نہیں کہتے، مثلاً کوئی شخص سفید کپڑے کو سفید یا سیاہ کو سیاہ کہہ رہا ہے اور دوسرا اس کی تصدیق کرر ہا ہے اس کو تصدیق تو کہتے ہیں مگر ایمان لانا نہیں کہیں گے، کیونکہ اس تصدیق میں قائل کے اعتماد کو دخل نہیں بلکہ تصدیق مشاہدہ کی بنا پر ہے۔

اور اصطلاحِ شریعت میں خبرِ رسول ﷺ کو بغیر مشاہدہ کے محض رسول کے اعتماد پر یقینی طور پر مان لینے کا نام ایمان ہے، محض جاننے کا نام ایمان نہیں ہے، کیونکہ جاننے والے تو ابلیس وشیطان اور یہود ونصاریٰ وکفار ومنافقین بھی تھے مگر وہ محض جاننے کی وجہ سے ایمان والے نہیں کہلائے گئے ہیں۔

ایمان کی حقیقت کیا ہے؟

حدیث جبرئیل میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کیا ہے کے جواب میں فرمایا: **أن تؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الأخر وتؤمن بالقدر خيره وشره**، اللہ پاک پر اس کے فرشتوں پر اللہ کی کتابوں پر، اللہ کے رسولوں پر، قیامت کے دن پر، تقدیر پر کہ خیر وشر سب اللہ کی طرف سے ہے دل سے تصدیق کرنا۔

حضرات فقہاء کرام نے ایمان کی تعریف اس طرح کی ہے: **هو تصديق محمد صلى الله عليه وسلم فى جميع ماجاء به عن الله مما عُلم مجيئه ضرورة** (ردالمحتار علی الدرر ص:۳۱۰ ج:۳) یعنی دل سے ان تمام چیزوں کا اعتراف اور تصدیق کرنا جو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کی طرف سے لائے ہیں جن کا جزء دین ہونا بالیقین معلوم ہے جیسے وحدانیت، رسالت، بعث، جزاء، جنت وجہنم، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ۔

پھر دل کی تصدیق واعتراف کے ساتھ زبان سے اعتراف واقرار بھی شرط ہے یا فقط تصدیق قلبی کافی ہے، دونوں قول ہیں اکثر احناف نے فرمایا ہے کہ زبانی اقرار واعتراف بھی شرط ہے دنیوی احکام جاری ہونے کیلئے، مثلاً اس پر نماز جنازہ کا پڑھا جانا اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا عشر وزکوۃ وغیرہ کے مطالبات کا ہونا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر روایت میں ایمان کی تعریف میں ایمان باللہ ایمان بالملائکہ ایمان بالکتب ایمان بالرسل ایمان بالقیامۃ ایمان بالقدر کا تذکرہ فرمایا اور فقہاء کرام نے تعریف میں نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی جملہ اشیاء پر ایمان وتصدیق کرنا کہا ہے تو جواب یہ ہے کہ حدیث مذکور میں جو ایمان بالکتب مذکور ہے اس میں ایمان بالقرآن بھی آ گیا ہے اور قرآن کریم میں آیا ہے **وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا** ۝ یعنی جو اللہ کے رسول تم کو دیں اس کو لے لو (عمل کرو) اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو، تو اس آیت نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ جملہ اشیاء کے صحیح ہونے کا

اعتقاد کرنا اوران پرعمل کرنا بتلا دیا ہے اس لئے حضرات فقہاء نے ایمان کی تعریف میں یہ فرمایا کہ جواوپر گذرا ہے (عینی رص:۱۰۲رج:۱)۔

اصحاب حدیث ائمہ ثلاثہ یعنی حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اوراوزاعی رحمہم اللہ نے ایمان تصدیق قلبی اقرارِلسانی اوراعمالِ جوارح کے مجموعہ کوقرار دیا ہے (عینی رص:۱۰۳رج:۱)۔

اسی لئے علماء نے فرمایا کہ ایمان نام ہے اقرارٌ باللسان، تصدیقٌ بالقلب، عملٌ بالارکان کا، یعنی زبان سے اقراراوراعتراف کرنا اوردل کی گہرائی سے اس کی تصدیق کرنا اورعمل کرنا جملہ ارکان اسلام اور ماموراتِ دین پرتب جاکرایمان حاصل ہوگا، یہی بات مجموعۂ آیات واحادیث سے ثابت ہوتی ہے، فتح الباری رص:۶۱رج:۱ر میں ہے:

فالسلف قالوا هو اعتقاد بالقلب، ونطق باللسان، وعمل بالاركان، وأرادوا بذلک أن الأعمال شرط فی کماله۔

حجۃ اللہ فی الارض مسند العلماء امام الراسخین فی العلم الشیخ الاجل حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایمان دوقسم پر ہے، ایک وہ ایمان ہے جس پر دنیوی احکام دائر ہوتے ہیں، مثلاً اس ایمان کی برکت سے اس کے نفس مال وغیرہ کا شرعاً معصوم ومحفوظ ہوجاتا ہے کوئی غلط طریقہ سے اس میں تصرف نہیں کرسکتا ہے اگر کرے گا تو شرعاً مجرم اور مستحق سزا قرار دیا جائے گا یعنی قانون اسلام اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہوجاتا ہے۔

دوسری قسم ایمان کی وہ ہے جس پر احکام آخرت دائر ہوتے ہیں نجات من النار، دخول جنت، رفع درجات اور یہ ایمان اعتقادِ صالح اور اعمال صالحہ کو مشتمل ہوتا ہے، شارع کا طریقہ ہے کہ ان میں سے ہر قسم کا نام ایمان رکھتے ہیں اس پر تنبیہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ دونوں جزء ایمان ہیں نہ اس کے بغیر چارہ ہے اور نہ اس کے بدون گذارہ ہے **لا ایمان لمن لا امانة له ولا ایمان لمن لا عهد له. المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده** جیسی احادیث میں اسی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے، پھر اس کی بہت سی شاخیں ہیں جیسے بڑے درخت کی ہوا کرتی ہیں جس طرح درخت کا اطلاق درخت کے تمام اجزاء جڑ، پتے، شاخیں، پھول، پھل سب پر ہی ہوتا ہے اور جب اس کی اغصان اور پتے شاخیں پھل وغیرہ کاٹ دئے جائیں تو اس وقت اس کو ناقص درخت کہا جاتا ہے اور جب جڑ کٹ جاتی ہے تو اصل ہی ختم ہوجاتا ہے ایسے ہی ایمان کے درخت کا حال ہے، لہذا جب تمام اشیاء ایک ہی اصل پر نہیں ہیں تو رسول کریم ﷺ نے دو مرتبہ قائم فرمائے ارکان جو اجزاء میں اصل ہیں ان کو فرمایا: **بُنی الإسلام علٰی خمسٍ شهادة أن لا إلٰه إلا الله وأن محمد اعبده ورسوله وإقام الصلاة وإيتاء الزكوٰة والحج وصوم رمضان** اور باقی شعب ایمان ہیں (ایمان کی شاخیں ہیں) جن کا بیان **الإيمان بضع وسبعون شعبة أفضلها قول لا إلٰه إلا اللّٰه وأدناها إماطة الأذى عن الطريق والحياء شعبة من الإيمان** میں وارد ہوا ہے (کذا فی التعلیق الصبیح ص:۱۲/ ج:۱)۔

پھر ایمان کے دو معنی دوسرے اور بھی ہیں (۱) اعضاء وجوارح سے عمل اور

تصدیق قلب (۲) سکینت ، بشاشت، حلاوت، طمانینت جو خاص لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جس کو باری تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَاناً مَّعَ اِيْمَانِهِمْ (التعلیق الصبیح رص:۱۳رج:۱)۔

مرقات شرح مشکوٰۃ رص:۷۸رج:ا رمیں حضرت علامہ ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں کہ شرع میں ایمان نام ہے قلب سے تصدیق کرنا کہ جو کچھ رسول کریم ﷺ من عندالرب تبارک وتعالیٰ لائے ہیں کہ وہ بالکل حق وصواب ہے چونکہ مؤمن اس ایمان کی برکت سے اپنے آپ کو عذاب سے بچالیتا ہے اس لئے اس کو ایمان کہتے ہیں جو امن سے ماخوذ ہے ایمان کی برکت سے اس کو امن ظاہری و باطنی حاصل ہوجاتا ہے اور جملہ طاعات کی توفیق ہوتی ہے۔

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ تفسیر فتح العزیز رص:۷۸رج:ا رمیں ارقام فرماتے ہیں کہ ہر شئی کے تین وجود ہوتے ہیں: وجودِعینی، وجودِذہنی، وجودِلفظی، ایسے ہی ایمان کے لئے بھی ایک وجودِعینی ہے، ایک وجودِذہنی اور ایک وجودِلفظی ہے اور قاعدہ ہے کہ ان وجودوں میں اصل وجودِعینی ہی ہوا کرتا ہے باقی وجودات تابع اور فرع ہوتے ہیں۔

ایمان کا وجودِعینی وہ نور ہے جو ایمان کی برکت سے فیما بینہ وبین اللہ حجابات کے مرتفع ہوجانے سے حاصل ہوتا ہے، جس کی تمثیل آیتِ کریمہ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ میں مذکور ہے اور آیتِ پاک اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ میں اس کا سبب مذکور ہوا ہے اور یہ نور

جملہ انوار محسوسہ کی طرح قوت وضعف اشتداد وانتقاص کو قبول کرتا ہے، چنانچہ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيَاتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا اوراس جیسی دیگر آیات میں بھی ارشاد فرمایا گیا ہےاور زیادتی رفع حجابات سے بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ اعضاء وقُوٰی پر محیط ہوجاتی ہے، پہلے اس سے انشراح قلب حاصل ہوتا ہے مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ میں اس کا بیان ہوا ہے اس سے جملہ طاعات کی بجا آوری اور سیئات سے اجتناب سہل ہوجاتا ہے اس حالت میں ایک طرف نورِ معرفت حاصل ہوتا ہے اور دوسری طرف اخلاق فاضلہ، ملکاتِ حمیدہ ،اعمالِ صالحہ متبرکہ کے انوار حاصل ہوجاتے ہیں بہیمیت اور شہوت کے تاریک ترین میدانوں میں نور کا مینارہ ثابت ہوتے ہیں اور یہ نورِایمان نورِمعرفت کے ساتھ میدانِ عمل میں دوڑنے لگتا ہے نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ میں اسی طرف اشارہ ہے جب یہ سب کسی بندہ کو حاصل ہوجاتا ہے تو وہ نورعلی نور کا مکمل مصداق بن جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَّهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُاور وجود ذہنی تو اس کے دو مرتبہ ہیں معارف الٰہیہ کا اجمالی مشاہدہ وملاحظہ، دوسرے تفصیلاً مشاہدہ ومطالعہ، اول کا نام تصدیق اجمالی ہے اور دوسری کیفیت کا نام تصدیق تفصیلی ہے اور وجود لفظی تو وہ نام ہے تلفظِ شہادتین کا اور بس اور ظاہر ہے کہ وجودِ لفظی بغیر وجودِ حقیقی کے کارآمد ومفید نہیں، پیاسا اگر پانی پانی کرتا رہے تو اس کو سیرابی نہیں ہوسکتی ، بھوکا اگر روٹی روٹی کرتا ہے تو اس کی بھوک ختم نہ ہوگی اسی لئے فقط تلفظِ شہادتین منافقین کے آخرت میں کچھ کام نہ آئے گا گووہ اس کی برکت سے دنیا میں بچ

گئے مگر حقیقی ودائمی فائدہ سے محروم رہے اور وہ ہی اصل مقصود تھا۔

اسلام نام ہے ایمان کے تقاضوں پر عمل کرنے کا اور اعضاء وجوارح سے رب کی اطاعت وفرماں برداری کا گردن نہادن بطاعت کا جس وقت کے لئے جو حکم من جانب اللہ بتایا گیا ہو اس پر عمل کرے جیسا کہ سیدنا ابراہیمؑ کا اس وصف میں کمال قرآن کریم نے بتایا ہے اِذْقَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کبھی اعراض وانکار نہیں کیا۔

احسان نام ہے عبادتِ الٰہی میں اخلاص کے کمال درجہ پر پہنچنے کا حضوری رب کا استحضار، اور اس کے مطابق ادب کا اظہار، کمال احسان ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ میں یہی مراد ہے۔

اور بقول حضرت شاہ ولی اللہؒ کے:

عبادت میں احسان کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تفکر فی مصنوعات اللہ تعالیٰ سے یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کرشمہ سازیوں میں غور وفکر سے کام لے اور حکمتوں کو سمجھے یہاں تک کہ اس کی زبان پر رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا کی حقیقت کا اعتراف جاری ہو جائے اور بعض اکابر نے فرمایا کہ احسان کی کیفیت ذکرِ قلبی کی کثرت سے پیدا ہوتی ہے اس وجہ سے مشائخ نقشبندیہ کے یہاں اس پر زور دیا جاتا ہے، جزاہم اللہ خیرا، واللہ اعلم۔

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے فرمایا: کہ ایمان تین قسم کا ہوتا ہے۔

(۱) عوام کا ایمان، وہ محض تقلیدی ہوتا ہے۔

(۲) علماء کا ایمان، وہ دلائل کے ساتھ ہوتا ہے۔

(۳) عارفین کاملین کا ایمان، وہ ذوق ووجدان کیفیت احسان کے ساتھ ہوتا ہے، اور یہی اصل ایمان ہے، اللہ پاک ہمیں بھی عطا فرمائے آمین۔

ایمان واسلام میں فرق

ایمان دل کی گہرائی سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ماننے کا نام ہے اور اسلام اس کے مطابق فرمانبرداری کرنے کا نام ہے، ایمان کا محل قلب ہے اور اسلام کا محل بھی قلب ہے اور سب اعضاء وجوارح بھی، لیکن شرعاً ایمان بغیر اسلام کے اور اسلام بغیر ایمان کے معتبر نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی محض دل میں تصدیق کر لینا شرعاً اس وقت تک معتبر نہیں ہے جب تک کہ زبان سے اس تصدیق کا اظہار اور اطاعت وفرمانبرداری کا اقرار نہ کرے، اسی طرح زبان سے تصدیق کا اظہار یا فرمانبرداری کا اقرار اس وقت تک معتبر نہیں ہے جب تک کہ دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق نہ ہو۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ لغت کے اعتبار سے ایمان واسلام الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں اور قرآن وحدیث میں اس لغوی مفہوم کی بنا پر ایمان اور اسلام میں فرق کا ذکر بھی ہے مگر شرعاً ایمان بدونِ اسلام اور اسلام بدونِ ایمان معتبر نہیں ہے، نیز جب اسلام یعنی ظاہری اقرار وفرمانبرداری کے ساتھ دل میں ایمان نہ ہو تو اس کو قرآن کی اصطلاح میں نفاق کہا جاتا ہے اور یہ کھلے کفر سے زیادہ شدید جرم ٹھہرایا گیا ہے، کیونکہ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ منافقین جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں رہیں گے۔

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے ہیں: ایمان اور اسلام کی مسافت ایک ہے، فرق صرف ابتداء اور انتہاء کا ہے، یعنی ایمان قلب سے شروع ہوتا ہے اور ظاہر پر

پہنچ کر مکمل ہوتا ہے اور اسلام ظاہر عمل سے شروع ہوتا ہے اور قلب پر پہنچ کر مکمل سمجھا جاتا ہے دونوں ایک دوسرے کے بغیر معتبر نہیں ہیں (ماخوذ از معارف القرآن)۔

حضرت امام بیہقیؒ شعب الایمان میں فرماتے ہیں: کہ ایمان امن سے ماخوذ ہے، امن خوف کی ضد ہے جیسا کہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

فَاِنْ خِفْتُمْ	اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو
فَرِجَالاً اَوْرُكْبَاناً فَاِذَا	پیدل اور سوار جس طرح موقع ہو (نماز پڑھ
اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوااللّٰهَ	لیا کرو) اور اگر امن وسکون، اطمینان وقرار
كَمَا عَلَّمَكُمْ مَالَمْ	کی حالت میں ہو تو اللہ پاک کو اس طریقہ
تَكُوْنُوْاتَعْلَمُوْنَ ٥ (سورۂ	اور ضابطہ سے یاد کرو جو تم کو سکھلایا ہے جس
بقرہ/آیت ۲۳۹)۔	کو تم نہ جانتے تھے۔

یہاں آیت میں امن اور خوف تقابل کے ساتھ مذکور ہوئے ہیں، اصل میں ایمان نام ہے کسی چیز کی دل سے تصدیق کرنے کا اور اسلام نام ہے اطاعت و فرمانبرداری کا، ایمان کے مفہوم ومراد میں دل کی تصدیق کے ساتھ زبان سے اقرار واعتراف کرنا بھی شامل ہے، چنانچہ اللہ پاک نے فرمایا:

قُوْلُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ	اے لوگوں زبان سے اعتراف
وَمَااُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ	واقرار کرو کہ ہم ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور
اِلٰىٓ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ	ان تمام باتوں پر جو ابراہیم، اسماعیل اور
وَاِسْحَاقَ (پارہ۱/آیت ۱۳۶)۔	اسحاقؑ پر اتاری گئی ہیں۔

تشریح: یہاں اللہ عزوجل نے مؤمنین کو ایمان کے زبانی اظہار واعتراف کا حکم فرمایا ہے مگر خالی زبان سے اظہار واعتراف بھی کافی نہیں ہے جب تک کہ دل کی گہرائی سے تصدیق نہ پائی جائے، چنانچہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

قَـــالَـــتِ الْاَعْـرَابُ آمَنَّا قُلْ لَّمْ تُـؤْمِـنُـوا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْـلَـمْنَا وَلَمَّا يَدْ خُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ o (الحجرات آیت ۱۴)۔	دیہاتی لوگ آ کر کہنے لگے کہ ہم تو اللہ پاک پر ایمان لا چکے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ جب تک ایمان تمہارے دل کی گہرائیوں میں نہ اتر جائے تب تک تم اس طرح نہ کہو بلکہ یہ کہو کہ ہم ظاہری طور پر مان چکے ہیں اور ابھی نہیں داخل ہوا ایمان تمہارے دلوں میں۔

تشریح: معلوم ہوا کہ خالی وہ بات جس میں دل کی تصدیق شامل نہ ہو اعتقاد مضبوط نہ ہو ایمان نہیں، ایمان کی کیفیت جب حاصل ہوگی جبکہ دل میں اور زبان پر دونوں سے ایمان پایا جائے گا، احادیث شریفہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے جو آیات سے ثابت ہوئی ہے، فرمانِ رسول اللہ ﷺ ہے:

أمـرت أن أقـاتل الـنـاس حتىٰ يقولوا لا إلٰه إلا الـلـه فـإذا قالوا منعوا دمـــائهـم وأمـوالهـم إلا بـحـقهـا وحسابهم على الله عزوجل۔	اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد وقتال کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ توحید کے قائل ہو جائیں اور دل کی تصدیق کے ساتھ زبان سے اللہ پاک کی وحدانیت کا اعتراف واقرار کرنے لگیں، جب وہ ایسا کریں گے تو

ان کی جان انکا مال محفوظ ہو جائے گا، مگر یہ کہ پھر کوئی ایسی بات پیش آئے جس سے جان چلی جائے جیسا قصاص وغیرہ کا معاملہ ہے کہ انہوں نے ناحق کسی کو قتل کر دیا ہو جس کے بدلہ میں اس کو قتل کیا جائے یا نکاح کے بعد زنا کر لیا ہو جس میں اس کو سنگسار کر دیا جائے۔

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے تم جاؤ اور جو دل سے اللہ پاک کے ایک ہونے کا اعتراف واقرار کرتا ہے اس کو جنت کی بشارت سنا دو، نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص کلمۂ طیبہ **لا الہ الا الله محمد رسول الله** ﷺ کا اعتراف دل سے کرتا ہوا ور گواہی دیتا ہو پھر وہ انتقال کر گیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

قال النبی صلی	حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ
الله علیه وسلم لیس	ایمان کا تحقق نہ تو ایمان کی تمناؤں سے
الإیمان بالتمنی ولا	ہوتا ہے نہ صرف زیب وزینت سے ہوتا
بالتحلی ولکن ماوقر فی	ہے لیکن ایمان تو وہ ہے جو دل کی گہرائی میں
القلب وصدقه العمل ۔	اترا ہوا ہو اور عمل اس کی تصدیق کرتا ہو۔

یعنی محض ایمان کی تمنا کرنے سے اور ایمانداروں کی سی صرف ظاہری وضع قطع بنانے سے نہیں ہوتا بلکہ ایمان کی حقیقت جب دل کی گہرائی میں جڑ پکڑ لے گی اور عمل بھی اس کی مطابقت کرے گا تب ایمان متحقق ہوگا اور اللہ کے یہاں معتبر ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱)الٓـمّٓo ذٰلِکَ	الٓمّٓ یہ کتاب ایسی ہے جس میں
الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْہِ ھُدًی	کوئی شک نہیں ہے، اس میں ہدایت ہے
لِّلْمُتَّقِیْنَo الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ	متقیوں کیلئے، جو ایمان لاتے ہیں غیب پر
بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ	اور قائم کرتے ہیں نماز کو اور ہمارے دیئے
وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ o	ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں، اور وہ
وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ	لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا
اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ	آپ کی طرف اور جو اتارا گیا آپ سے
وَ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْ قِنُوْنَo	پہلے اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں، یہ
اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ	لوگ بڑی ہدایت پر ہیں اپنے رب کی
رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ	طرف سے اور یہ لوگ ہی کامیاب ہیں
الْمُفْلِحُوْنَo (سورۂ بقرہ آیت:۱تا۵)۔	(انوارالبیان رص:۳۹رج:۱)۔

(۱) یہ سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات ہیں یہ سورت مبارکہ قرآن کریم کی سب سے طویل سورت ہے اور سب سے چھوٹی سورت الکوثر ہے چونکہ اس سورت میں سب سے زیادہ تفصیل ہے اور یہ ان مدنی سورتوں میں سے ہے جو تشریع واحکام پر توجہ دلاتی ہیں جس طرح مدنی دوسری سورتوں کا حال ہے مکی سورتوں میں زیادہ اہتمام وتوجہ ایمانیات پر ہوتی ہے، کیونکہ لوگوں کو سب سے پہلے ایمان اور اس کے متعلقات کو سمجھانا تھا اور یہ عقائد کا معاملہ ہے جو اعمال واحکامات پر مقدم ہے اور اساس وبنیاد ہے، اگر

ایمان ہی نہ ہوگا تو کون کیسے اعمال واحکام پر عمل کرے گا اور مکہ کے حالات کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ وہاں توحیدورسالت، آخرت، جنت وجہنم یعنی جملہ ایمانی امور مقدم تھے اس لئے حکمت کا مقتضی یہی تھا اور اسی ترتیب سے نزول ہوا جیسا کہ حضرت صدیقہؓ نے فرمایا اگر ابتداً ہی حلال وحرام کی تفصیل شروع ہوجاتی تو لوگوں کو سخت دشواری پیش آتی اورلوگ حرام چیزوں کے اس قدر عادی ہوچکے تھے وہ دور دور جہالت تھا نہ علم تھا نہ کوئی عالم نہ سمجھنے والا نہ سمجھانے والا، نبوت سابقہ کے آثار ختم ہوچکے تھے ایمان وتوحید کی جگہ کفروشرک کی ظلمات نے جگہ لے لی تھی، اعمال صالحہ اوراخلاق کی جگہ فسق وفجور اور محرمات شراب وقمار، رباء، زنا، رقص وسرود، امن وامان کی جگہ قتل وقتال نے پکڑ لی تھی اورلوگ خیر کے کاموں سے بہت دور جاپڑے تھے اوران کاموں کے عادی بن چکے تھے اگر اس وقت ایک دم یہ حکم نازل ہوتا کہ شراب مت پیو اور زنا نہ کرو، قتل نہ کرو تو کون مانتا اس لئے حکمت ومصلحت کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ پہلے عقائد وایمان کے نور سے منور ہوجائیں پھر اعمال صالحہ، اخلاق فاضلہ کے انوار سے منور کئے جائیں، حضرت صدیقہؓ کے اس ارشاد کو امام بخاریؒ نے جلدنمبر۲رمیں ذکر کیا ہے، الغرض سورتوں میں یہ سورت سب سورتوں سے طویل اس وجہ سے ہوگی کہ اس میں احکامات شرعیہ قوانین الٰہیہ، عقائد وعبادات کے ساتھ ساتھ معاملات واخلاق، اموراز دواج، طلاق وعدت وغیرہ وغیرہ پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے، اتنی وضاحت کے ساتھ دوسری اورسورتوں میں یہ مضامین نہیں آئے ہیں اس وجہ سے اس کا ایک نام قسطاط القرآن بھی ہے، شیخ ابن العربی نے احکام القرآن میں فرمایا کہ میں نے بعض

مشائخ سے یہاں تک سنا ہے کہ اس میں ایک ہزار امر، ایک ہزار نہی، ایک ہزار حکم اور ایک ہزار خبر ہیں اور اس اہمیت کے پیش نظر حضرت ابن عمرؓ نے صرف سورۂ بقرہ کے سیکھنے میں ۱۸ ر سال لگائے (کذافی روح البیان ر ص: ۲۷)۔

الغرض اس سورت مقدسہ کے آغاز میں اولاً صفات مومنین کا بیان ہوا ہے پھر صفات کافرین ومنافقین کا، کیونکہ تقابل سے بات زیادہ واضح ہوتی ہے، ان باتوں سے مقصود ایمان کی حقیقت اور کفر وشرک کو سمجھانا ہے اور اہل سعادت اور اہل شقاوت کے درمیان مقابلہ کر کے حقیقت حال واضح کرنی ہے (کذافی الصفوۃ) اور اخیر سورت میں ایمان والوں کو توبہ وانابت دعاء کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور تضرع زاری کرنے پر ابھارا گیا ہے اور یہ کفار ومشرکین پر نصرت وفتح کی دعا بھی کیا کریں اس طرح دیکھیں تو اول سورت اور اخیر سورت میں کس قدر ربط ومناسبت ہے کہ ایمان کا تقاضہ کفر وشرک سے بچنا ہے، اعمال صحیحہ شرعیہ کو اختیار کرنا ہے اور امور محرمہ ممنوعہ سے اجتناب ہے اور دعاء وتضرع کے ذریعہ رب کے دربار میں حاضری ہے اور اس سورت کا نام بقرہ اس لئے ہے کہ اس میں بقرہ کا تذکرہ ہے اور حضرت موسیٰؑ کے دور میں ایک قتل کا واقعہ پیش آیا تھا جس کے قاتل کا علم نہیں ہو رہا تھا بقرہ ذبح کر کے اس کا ایک جز مقتول کو لگایا گیا اور اس مقتول شخص نے زندہ ہو کر بتایا کہ قاتل کون ہے یہ واقعہ اللہ پاک کی عظیم قدرت اور موت کے بعد زندہ کرنے کو سمجھانے کیلئے تھا اور حضرت موسیٰؑ کی رسالت پر معجزہ تھا اور دلیل تھا۔

اس سورت کے تعلق سے ارشاد نبوی ہے کہ لوگو! اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ

جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور فرمایا کہ اس سورت کو پڑھو کہ اس کا پڑھنا برکت ہے اور چھوڑنا حسرت ہے اور اس کے پڑھنے والے پر سحر کا اثر نہیں ہوتا، رواہ مسلم (کذا فی صفوۃ التفاسیر)۔

(۲) الٓـمّٓ اور ان جیسے حروف جو سورتوں کے آغاز میں مذکور ہوئے ہیں یہ ان علوم سے تعلق رکھتے ہیں جو مخلوق سے مستور رکھے گئے ہیں اسرارِ محجوبہ میں سے ہیں جن کا علم اللہ پاک کے ساتھ مخصوص ہے اجمالاً ہم پر ایمان لانا فرض ہے، اگرچہ ہمیں ان کے معانی معلوم نہ ہوں اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ اللہ پاک اور ان کے حبیب علیہ السلام کے درمیان کچھ راز کی باتیں ہیں اور جو کچھ بھی مزید ان کی تشریح وتوضیح کے تعلق سے کہا گیا ہے وہ سب تخمین وظن کے قبیل سے ہے حقیقت اور امر یقین کے باب سے نہیں ہے (کذا فی الروح رص:۲۸رج:۱) جیسا کہ بعض مشائخ نے اپنے کشف وذوق سے کچھ باتیں فرمائی ہیں ان کو اس کا مشاہدہ روحانی طور پر ہوا ہے جیسا کہ حضرت مجدد الفِ ثانی اور دوسرے بعض بزرگ ہیں، مگر صحیح بات یہ ہے کہ اللہ پاک نے ان حروف کے حقیقی اسرار ورموز اور حقائق امت کے عوام واکثر لوگوں سے پوشیدہ رکھے ہیں یہی حکمت الٰہیہ اور مصلحت ربانیہ کا تقاضہ ہے۔

(۳) ذٰلِکَ الْـکِتَـابُ: اسم اشارہ بعید کا استعمال ہوا، صاحبِ جلالین نے فرمایا کہ "ذٰلک"، ہٰذا کے معنیٰ میں ہے اور تعظیم کے طور پر فرمایا گیا ہے اور دوسرے حضرات نے فرمایا کہ اشارہ ہے کہ جس کتاب کا وعدہ تھا گذشتہ کتابوں میں خبر واطلاع تھی وہ یہی کتاب ہے، چنانچہ جب اللہ پاک نے حضرت موسیٰ پر توراۃ کو اتارا جس میں

ایک ہزار سورتیں تھیں اور ہر سورت میں ایک ہزار آیات تھیں تو حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو کون پڑھے گا اور کس میں اس کے حفظ کی قدرت ہوگی تو اللہ پاک نے فرمایا کہ میں بھی اس عظیم کتاب کو نازل کروں گا حضرت موسیٰ نے معلوم کیا کس پر فرمایا آخری نبی پر عرض کیا کہ ان کی امت کیسے پڑھے گی اور جبکہ ان کی عمریں بھی کم ہوں گی ،فرمایا کہ میں ان کیلئے آسان کردوں گا یہاں تک کہ ان کے بچے بھی یاد کرلیا کریں گے پھر اس وعدہ کے مطابق اس مبارک کتاب کا نزول ہوا تو یہود علیہم اللعنہ نے اس کی تکذیب کردی اور اس کا کفر وانکار کردیا (کذا فی روح البیان ص:) اور نہ آخری نبی ﷺ کو مانا اور نہ ان پر نازل ہونے والی آخری کتاب مقدس کو مانا اس طرح وہ سب سے پہلے اس کے کافر ہوئے اور غضب الٰہی کے مستحق بنے ،اللہ پاک نے ایک جگہ فرمایا وَلَا تَكُونُوٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ (اے یہود تم اس کے سب سے پہلے منکر و کافر نہ بنو) اور اس ضدی قوم نے کچھ نہ سنا جو ان کی پرانی عادت تھی ضد و عناد کی اس پر قائم رہے اور ان میں سے دس یہود بھی ایمان نہ لائے جیسا کہ روایت میں مذکور ہوا ہے کہ اگر دس یہودی بھی مجھ پر (رسول اللہ ﷺ) پر ایمان لاتے تو بہت سے ایمان والے بن جاتے حالانکہ رسول پاک ﷺ نے بہت کوشش فرمائی اور ان کی بہت رعایت وقدر فرمائی تھی مگر پھر بھی ایمان نہ لائے اور سب سے بڑے دشمن بن کر مشرکوں کا ساتھ دیا جیسا کہ سیرت مبارکہ میں مذکور ہوا ہے غزوہ احزاب وخیبر جیسے واقعات سب اس پر شاہد ہیں۔

قرآن پاک ہدایت ہے

(۴) قرآن کریم رہنمائی وہدایت کرنے والی کتاب ہے ان لوگوں کیلئے جو متقی

وپرہیز گار بننا چاہتے ہیں وہ چاہے جوشخص ہوجس کا جذبہ وارادہ اپنے آپ کومتقی انسان بننے کا ہوگا قرآن پاک اس شخص کی ضرور رہنمائی کرے گا، ویسے تو کتاب سب کیلئے نافع ہے کوئی کسی طرح کوئی کسی انداز سے اس سے نفع اٹھا رہا ہے قرآن کریم سے نفع اٹھانے کا جہاں تک سوال ہے یہ ایسا وسیع الٰہی دسترخوان ہے سب کو فائدہ ونفع دیتا ہے اور جس انداز کا فائدہ اٹھانا ہو وہ تمام علوم دین ودنیا کے یہاں موجود پائے گا مگر حقیقی نفع اخروی نفع خود انسان کا ایک ایسا انسان بننا ہے جیسا کہ اس کے رب کا فرمان ہے وہ تقویٰ پر، ایمان پر، عمل صالح پر ہی موقوف ہے اس لئے خاص طور پر ان کا تذکرہ فرمایا گیا ہے بطور مدح وتعریف کے، اور چونکہ متقی انسان بننا موقوف ہے ایمان اور ایمانی کاموں پر اس وجہ سے متقین کے اوصاف میں سب سے پہلے ایمان کا وصف مذکور ہوا کہ تقویٰ کا پہلا درجہ ہی کفر وشرک سے بچنے پر موقوف ہے اور دوسرا درجہ بڑے گناہوں سے بچنا ہے اور یہ جب کامل ہوگا جب گناہوں سے بچ کر فرائض الٰہیہ پر عامل ہوگا اور جملہ صغائر سے احتیاط کرنے کی بھی کوشش کرے گا اس وجہ سے اہم ترین عبادت نماز اور زکوٰۃ وصدقات کا تذکرہ ہوا اور یہ سب آخرت کے اجر وثواب کے حصول کی تمنا میں ہوگا اور یہ آخرت پر ایمان ویقین کے بغیر کامل نہ ہوگا۔

معلوم ہوا کہ تقویٰ ایمان کا خلاصہ ہے اور لب لباب ہے اور موضوع قرآن بھی یہی ہے اور یہ ایسا عنوان ہے کہ تمام دین کے امور اس میں داخل ہوجاتے ہیں اسی وجہ سے تقویٰ پر اللہ پاک نے بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے، کہیں فرمایا: اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ (اللہ پاک سے ایسا ڈرو جیسا کہ ڈرنا چاہئے) کہیں فرمایا: وَتَزَوَّدُوا فَاِنَّ

خَیْـرَ الـزَّادِالتَّقْوٰی (کہ زادوتوشہ سفر کیلئے لےلواور بہترین زادتقویٰ ہے) کہیں فرمایا:وَلِبَـاسُ التَّـقْوٰی ذٰلِکَ خَیْر (کہ تقویٰ کا لباس ہی بہتر ہے) کہیں فرمایا: وَاتَّـقُوا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَیْئًا (کہ اس دن سے ڈروجس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا) کہیں فرمایا:وَاتَّـقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (اللہ پاک سے ڈروتا کہ تم کامیاب ہوجاؤ) معلوم ہوا کہ کامیابی اسی پر موقوف ہے، کہیں فرمایا: وَاتَّـقُـوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (اللہ سے ڈرواور جان لوکہ اللہ پاک متقیوں کے ساتھ ہیں) کہیں فرمایا: وَاتَّـقُـوا اللّٰـہَ وَاعْـلَـمُـوْٓا اَنَّ اللّٰـہَ شَدِیْدُ الْـعِـقَـابُ (اللہ سے ڈرواور جان لوکہ اللہ پاک سخت عذاب دینے والے ہیں) کہیں فرمایا:وَاتَّـقُـوا اللّٰـہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْلَمُوْنَ بَصِیْرٌ (سورۂ بقرہ آیت ۲۳۳) (کہ اللہ سے ڈرواور جان لوکہ اللہ پاک تمہارے کاموں سے باخبر ہیں) اورکہیں فرمایا: وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (سورۂ بقرہ آیت ۲۳۱) (اوراللہ سے ڈرو اور جان لوکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے)۔

اورتقویٰ کی دعوت واہمیت پر تاکید فرمانے والی بہت سی آیات مبارکات ہیں پھران سے غفلت انتہائی حیرت انگیز معاملہ ہے،عوام تو عوام خواص بھی ادھر متوجہ نہیں ہیں یہ بہت بڑی خرابی کی بات ہے،قرآنی ہدایت صرف جاننے سے نہیں آتی بلکہ عمل سے تعلق رکھتی ہے اورعمل پر ابھارنے والی طاقت پیدا کرنے سے اورکسی اللہ والے کے قریب لگنے سے آئے گی کہ صالحین کی معیت کا حکم اسی وجہ سے آیا ہے، ایک جگہ ارشاد ہے:یَآ اَیُّھَا الَّـذِیْـنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ (کہ اے

ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچے اچھے انسانوں کا ساتھ اختیار کرو) ان کے ساتھ رہو وقت لگاؤ ان کی نصیحت کو اہمیت سے پکڑو اور اپنی تربیت کیلئے اپنے آپ کو ان کے ساتھ لگاؤ ان کے دربار میں پیش کرو اسی لئے سلف وخلف نے اس کو سمجھا اور صحبت صالحین کو لازم پکڑا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگوں میں وہ مکرم ومعزز بنے تو اللہ پاک سے ڈرے اور گناہوں سے بچے اور جو شخص یہ چاہے کہ وہ لوگوں میں ایک قوی انسان بنے تو اللہ پاک پر بھروسہ کرے اور جو یہ چاہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ غنی بنے تو اللہ پاک پر اعتماد کرے نہ اپنے اوپر اور نہ کسی کے اوپر، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ تقویٰ نام ہے کہ معصیت پر اصرار نہ کرے اور طاعت پر اغترار وغرور نہ کرے بلکہ شکر کرے، حضرت حسن نے فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سواء کسی کو اختیار نہ کرے اور جان لے کہ سب امور اللہ پاک کے ہاتھ میں ہیں۔ شیخ واقدیؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ یہ ہے کہ اپنے باطن کو اللہ کے سامنے سنوارے جیسا کہ تم اپنے ظاہر کو مخلوق کے سامنے درست کرتے ہو اور بعض نے فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ جہاں سے باری تعالیٰ نے منع کر دیا وہاں موجود نہ رہے اور بعض علماء نے فرمایا سنت کو اختیار کرنا ہی تقویٰ ہے، اخلاص اختیار کرے وفاداری اختیار کرے، حرام سے اور جفا سے بچے۔

هُدیً لِّلْمُتَّقِیْنَ کا جملہ ہی اہل تقویٰ کی فضیلت کیلئے کافی ہے اور ان کے انعامات قرآن کریم میں جگہ جگہ بیان ہوئے ہیں، بندہ کی ایک تالیف میں اس پر مختصر طور پر روشنی ڈالی گئی ہے اس جگہ گویا یہ فرمایا گیا کہ جو متقی ہے وہی حقیقۃً انسان ہے حالانکہ

قرآن تو سبھی کیلئے ہدایت ہے مگر جو اس کو حاصل ہی نہ کرنا چاہے وہ کیسے متقی بنے گا، جہاں **هُدیً لِّلنَّاسِ** فرمایا ہے وہاں یہ سمجھایا گیا ہے اور تقویٰ کے لئے اپنا محاسبہ کرنا بھی ضروری ہے جیسا کہ ہم دوسروں کے محاسبے کے عادی ہو چکے ہیں اور خود کو متقی سمجھتے ہیں۔

میمون بن مہران نے فرمایا:

لا یکون العبد تقیّاً حتی یحاسب نفسه کما یحاسب شریکه من این مطعمه و ملبسه (ترمذی رص:۲ر ۷رج:۲)۔

کہ بندہ اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب کہ اپنا ایسا محاسبہ نہ کرے جیسا کہ اپنے دوسرے ساتھی کا کرتا ہے کہ اس کا طعام ولباس وغیرہ کہاں سے آیا ہے۔

ایک جگہ حدیث پاک میں فرمایا گیا:

اتق المحارم تکن اعبدالناس وارض بما قسم الله لک تکن اغنی الناس واحسن الی جارک تکن مؤمنا واحب للناس ماتحب لنفسک تکن مسلماً ولا تکثر الضحک فان کثرة الضحک تمیت القلب (کذافی الترمذی رص:۵۶رج:۲رابواب الزہد)۔

حرام چیزوں سے اجتناب کرو اس سے تم عابدترین شخص بن جاؤ گے، اللہ کی تقسیم (تقدیر) سے راضی رہو اس سے تم لوگوں سے بے پرواہ ہوجاؤ گے، اپنے پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرو اس سے تم مؤمن ہوجاؤ گے، لوگوں کیلئے بھی وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے کرتے ہو اس سے تم مسلمان ہوجاؤ گے، زیادہ مت ہنسو کیونکہ ہنسی کی زیادتی دل کو مردہ کردیتی ہے۔

سب سے بڑے متقی حضرات انبیاءؑ ہیں پھر صحابہ کرام پھر اولیاء اللہ، اسی وجہ سے قرآن کریم میں ان حضرات کو منعم علیہم فرمایا گیا ہے، انبیاءؑ کے واقعات، صحابہ کرام کے حالات قرآن کریم میں اور اولیاء اللہ کے واقعات کتب میں دیکھے جاسکتے ہیں اور کچھ قرآن میں بھی مذکور ہوئے ہیں، متقی حضرات جیسے امام اعظمؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، اور ائمہ حدیث امام بخاریؒ، امام مسلم، امام ترمذیؒ وغیرہم اور صوفیا کرام جیسے ابو یزید بسطامیؒ، رومیؒ، غزالیؒ وغیرہم کے عبرت کے واقعات پڑھے جائیں تا کہ سبق وعبرت حاصل ہو۔

کوئی بھی شخص تقوی کے بغیر صاحب کمال نہیں بن سکتا ہے، تقویٰ ہی سے انسان عروج پر پہنچتا ہے۔

اللہ پاک نے اپنے نیک بندوں کی تعریف کرتے ہوئے اس وصف کا خاص طور پر تذکرہ فرمایا ہے اور بار بار اس کی تاکید فرمائی ہے، اللہ پاک نے متقین کے لئے سعادت دنیویہ اور کرامت اخرویہ کے تعلق سے ۱۲/انعامات کا تذکرہ فرمایا ہے۔

(۱) تقوی کو اللہ پاک نے بڑے کاموں میں سے شمار فرماتے ہوئے تعریف کی قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ٥ کہ اگر صبر کرو اور تقوی سے کام لو تو یہ بڑے حوصلہ کی بات ہے۔

(۲) تقوی کی وجہ سے منجانب اللہ حفاظت ہوتی ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَایَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئًا٥ کہ اگر تم صبر کرو

اور تقوی سے کام لو تو کفار وفجار کے مکر وفریب اور غلط تدبیریں تم کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گی۔

(۳) تقویٰ سے اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْنَ o بیشک اللہ پاک ان لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں (مدد وتائید) کے ساتھ جو ان سے ڈرتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں۔

(۴) تقوی کی برکت سے رزق کی دشواریاں دُور ہوتی ہیں، جیسا کہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجاً وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَایَحْتَسِبُ o جو حق تعالی سے ڈرتا ہے اللہ پاک اس کیلئے پریشانیوں سے نکلنے کے لئے راستہ نکال دیتے ہیں اور اس کو اسطرح رزق عطا فرماتے ہیں جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا ہے۔

(۵) تقویٰ کی برکت سے انسان کے سب کام درست ہو جاتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِیْداً o یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ o کہ اے ایمان والو اللہ پاک سے ڈرو اور سچی بات کہو اللہ پاک تمہارے سارے کام صحیح اور درست کر دیں گے۔

(۶) تقویٰ کی برکت سے گناہوں کی معافی ہو جاتی ہے اللہ پاک فرماتے ہیں وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ کہ اللہ پاک تمہارے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔

(۷) تقویٰ کی برکت سے اللہ پاک کی محبت حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ حق

تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰـهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْن کہ اللہ پاک متقی حضرات سے محبت کرتے ہیں۔

(۸) تقوی کی برکت سے اعمال کی قبولیت ہوتی ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَo بیشک اللہ پاک متقی حضرات کے اعمال قبول فرماتے ہیں۔

(۹) متقی حضرات کا اکرام واعزاز ہوتا ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ o بیشک تم میں سب سے زیادہ قابل اکرام اللہ پاک کے یہاں وہ ہوگا جو تم میں زیادہ متقی ہوگا۔

(۱۰) ''موت کے وقت بشارت حاصل ہوتی ہے'' اللہ پاک فرماتے ہیں اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ o وہ لوگ جو ایمان اور تقویٰ اختیار کئے ہوئے تھے ان کو دنیا میں بھی بشارت حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں بھی بشارت حاصل ہوگی۔

(۱۱) نجات تقویٰ کے ساتھ وابستہ ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْاo پھر ہم ان کو نجات دیں گے جو اللہ پاک سے ڈرتے تھے۔

(۱۲) ''جنت میں دائمی نعمتیں متقیوں ہی کو حاصل ہوں گی'' اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازاً حَدَآئِقَ وَاَعْنَاباًo بیشک متقی حضرات کے لئے کامیابی ہے اور باغات ہوں گے اور انگور ہوں گے۔

حضرت امام بخاریؒ کے تقویٰ کے واقعات

حضرت امام بخاری قدس سرہ کے والد ماجد بہت بڑے مالدار، غنی ومتمول آدمی

تھے اور دولت کی کثیر مقدار چھوڑ کر فوت ہوئے تھے امام کو اپنے والد ماجد کے ترکہ میں سے کافی دولت ملی تھی مگر وہ تمام دولت آپ نے فی سبیل اللہ طلب علم میں خرچ کی حتی کہ بعض اوقات امام کو فاقہ کی وجہ سے گھاس کھانے کی نوبت آ گئی تھی (فضل الباری ص ۶۵ ج ۱)۔

سوال سے احتراز اور نُصرتِ الٰہی

علامہ شمس الدین الذہبیؒ سیر اعلام النبلاء ص ۴۴۸ رج ۱۲ ر میں بحوالہ محمد ابن ابی حاتم لکھتے ہیں کہ میں نے امام بخاری کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس درمیان میں کہ میں اپنے استاذ وشیخ حضرت آدم ابن ابی ایاس کے پاس علم میں مشغول تھا میرے پاس سے خرچے ختم ہو گئے اور مجھے گھاس کھا کر گذارہ کرنا پڑا مگر میں نے اپنی حالت کا کسی سے اظہار نہیں کیا، جب تین روز ایسی حالت میں گزر گئے تو رات میں ایک شخص آیا جس کو میں جانتا نہ تھا اس نے مجھے ایک دینار کی تھیلی دی اور یہ کہکر چلا گیا کہ اس کو اپنے اوپر خرچ کر لیا کرو۔

حسین ابن محمد سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاری قدس سرہ کے اندر تین بڑی ممتاز صفات ہیں ان عمدہ دیگر صفات کے ساتھ جو وہ اپنے اندر رکھتے تھے۔

(۱) قلیل الکلام تھے۔

(۲) لوگوں کے مال ودولت پر ان کی نظرِ طمع بالکل نہ تھی، وہ مستغنی آدمی تھے۔

(۳) وہ لوگوں کی طرح مختلف معاملات میں اپنا وقت خراب نہ کرتے تھے، ان کی تمام مشغولیات علم کے سلسلہ میں ہوتی تھیں، **کل شغلہ کان فی العلم** (سیر اعلام النبلاء ص ۴۴۸ ج ۱۲)۔

بغیر تنخواہ کے خدمتِ حدیث

سلیم ابن مجاہد کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ خالص اللہ پاک کی رضاء جوئی کے لئے لوگوں کو علم حدیث کی تعلیم دیا کرتے تھے، اس تعلیم پر وہ لوگوں سے کچھ لیا نہیں کرتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ میں نے امام بخاریؒ جیسا فقیہ اور محدث اور بزرگ تقویٰ و پرہیز گاری میں کامل انسان نہیں دیکھا اور آپ بڑے عابد وزاہد ولی انسان تھے (سیر اعلام النبلاء ص ۴۴۹ ج ۱۲)۔

حضرت الامام قدس سرہ العزیز کا مزید تقویٰ، حسنِ نیت، صدقِ عزیمت اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بار امام کی خدمت میں کچھ ہدایا پیش کئے گئے، ایک تاجر نے حاضر ہو کر ان ہدایا کو خریدنے کی خواہش ظاہر کی اور پانچ ہزار درہم نفع کے لگائے، امام نے فرمایا کل آؤ اس وقت سوچ کر جواب دوں گا، وہ تاجر چلا گیا امام نے اپنے دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ اس معاملہ کو قبول کرلوں گا اس کے بعد ایک دوسرا تاجر آیا اور اس نے دس ہزار درہم نفع کے لگائے۔

ظاہر ہے کہ فتویٰ کے اعتبار سے امام پر کوئی پابندی نہیں تھی، کیونکہ آنے والے تاجر سے کوئی معاملہ صراحۃً طے نہیں ہوا تھا امام نے صرف یہ فرمایا تھا کہ کل آنا، تب جواب دُوں گا۔ مگر دل میں اس کے ساتھ معاملہ کرنے کے لئے ارادہ ہو گیا تھا، اس وجہ سے آپ نے دوسرے تاجر سے معذرت فرمادی حالانکہ آپ کو نفع میں پانچ ہزار درہم زیادہ مل رہے تھے یہ آپ کا کمال تقویٰ ہے۔ اور فرمایا **لَا اُحِبُّ اَنْ اَنْقُضَ نِیَّتِیْ** (تاریخ دمشق ص ۲۸ ج ۲۲)۔

اور یہ صرف اسوجہ سے کہ اعمال کا ایک وجود مخفی طور پر عنداللہ نیت سے ہوجاتا ہے اگر چہ اس پر فقہی احکام مرتب نہیں ہوتے ہیں، اس دقیق تحقیق کی بناء پر امام بخاریؒ نے اپنے آپ کو اللہ پاک کے سامنے کاذب ہونے سے بچایا۔

سبحان اللہ! حضرت امام قدس سرہ کی نظر کس قدر دقیقہ رس تھی اگر چہ یہ چیز لوگوں سے مخفی ہے (فضل الباری ص ٦٦ ج ١)۔

حضرت علامہ ذہبیؒ نے بھی اس قصہ کو لکھا ہے (سیر اعلام النبلاء ص ۴۴۷ ج ١٢)۔

قرض خواہ کے ساتھ رحم دلی کا معاملہ

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ آپ کا ایک صاحب کے ذمہ ۲۵/ ہزار روپیہ بطور قرض تھا، مگر وہ بہت تنگ کرتا تھا اور ادھر ادھر بھاگتا رہتا تھا، دوسرے حضرات نے امام صاحب سے بارہا کہا کہ ہم اس کو پکڑ لیں اور اس کے لئے فلاں فلاں اس دور کے حکام وسلاطین سے بات کریں گے اور ہم نے حضرت کو بتائے بغیر جب اس کے بارے میں حکام وسلاطین سے بات کی اور سختی کرانی چاہی تو حضرت نے منع فرمادیا اور اس کو بہت سہولت دیدی کہ تم ہر سال صرف دس درہم دیدیا کرو، اللہ اکبر! امام بخاری کا تقویٰ کتنا تھا اور اخلاق کس قدر وسیع تھے، ۲۵/ ہزار درہم میں کتنے حضرت کو وصول ہوئے ہوں گے اللہ ہی جانتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ص ۴۴٦ ج ١٢)۔

حضرت امام بخاری قدس سرہ ایک صاحب کے مکان میں بطور کرایہ دار رہتے تھے اور کافی زمانہ رہے مگر فرماتے تھے کہ میں نے کبھی اس کی دیوار اور زمین میں سے کچھ لیکر استنجے کی ضرورت پوری کرنے کے لئے استعمال نہیں کیا اس بات کا

خیال رکھا کہ مکان دوسرے کا ہے (سیر اعلام النبلاء ص ۴۴۷ ج ۱۲)۔

بیع میں تقویٰ

حضرت امام کو باندی کی ضرورت تھی آپ ایک صاحب کو ساتھ لیکر باندیاں دیکھنے گئے وہاں خوبصورت سے خوبصورت باندیاں تھیں مگر ایک باندی جو صورت وشکل میں زیادہ اچھی نہ تھی آپ نے اس کو دیکھا اور دیکھتے ہوئے آپ کا ہاتھ اس کی پیٹھ پر لگ گیا، آپ نے ساتھی سے فرمایا کہ اسی کو خریدلو، ساتھی نے کہا کہ دوسری اور باندی خوبصورت اور کم قیمت کی بھی موجود ہیں، مگر حضرت امام نے اسی کو خریدا اور فرمایا اب یہ بات مناسب معلوم نہیں ہوتی جب اس کو مس کر لیا گیا تو اب اسی کو خریدنا ہے، چنانچہ اسی باندی کو خریدا گیا حالانکہ آپ کو قیمت زیادہ ادا کرنی پڑی (سیر اعلام النبلاء ص ۴۴۷ ج ۱۲)۔

اعلیٰ درجہ کا صبر وقناعت

عمر ابن حفص الاشقر کہتے ہیں کہ ہم لوگ محمد ابن اسماعیل کے ساتھ بصرہ میں محدثین کے پاس علم سیکھتے تھے اور لکھتے تھے اچانک محمد ابن اسماعیل چند روز ہمیں نظر نہ آئے ہم نے ان کو تلاش کیا تو وہ ہمیں ایک مکان میں ملے جس میں وہ تنہا تھے اور ان کے پاس کپڑے نہ تھے جو ان کے پاس تھے وہ سب ختم ہو چکے تھے، ہم نے ان کے لئے دراہم جمع کئے اور ان کو کپڑے پہنائے تب وہ باہر نکلے۔

اس واقعہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سخت سے سخت ضرورت میں بھی امام دور طلب علمی میں بھی کسقدر محتاط رہتے تھے اور سوال سے بچتے تھے جبکہ آج کل کے طلبہ

میں یہ چیز عنقاء ہوتی جارہی ہے (سیر اعلام النبلاء ص ۴۴۸ ج ۱۲)۔

الغرض متقی بننے کے لئے سب سے اول ایمان درکار ہے اور ایمان نام ہے جمہور حضرات کے یہاں تصدیق قلبی اور اقرار لسانی اور عمل بالارکان کا، یعنی دل میں یہ تصدیق ہو کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ اللہ پاک کی جانب سے لائے ہیں وہ سب برحق ہے سچا ہے اس میں کوئی بھی شبہ نہیں ہے، ان تمام باتوں کی تصدیق کرنا سچا سمجھنا ایمان ہے، اگر ایک بھی بات کا انکار کرے گا تو ایمان میں خلل واقع ہوگا بلکہ ایمان جانے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا، مراد وہ باتیں جو ایمان کے لئے ضروری قرار دی گئی ہیں، دوسرے زبان سے گواہی دینا توحید کی اور رسالت محمد ﷺ کی، تیسرے شریعت وسنت پر عمل کرنا ہے، ان سب باتوں کا مجموعہ ایمان وتصدیق ہے مگر اقرار کا درجہ سب سے اہم ہے۔

خالص علمی تحقیق کیلئے دوسری کتب کا مطالعہ کیا جائے، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے شرح مسلم میں زبردست بحث فرمائی ہے جو اپنے باب میں نہایت ہی اہم ہے اور مشہور بھی، بندہ حقیر نے دوسرے مختصر رسالہ میں اس پر گفتگو کی ہے، حافظ ابن حجرؒ نے علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں طویل کلام فرمایا۔

قال فی الکواشی:الایمان فی الشریعة هو الاعتقاد بالقلب والاقرار باللسان والعمل بالارکان (روح البیان ص:۳۱)۔	شریعت میں ایمان نام ہے دل سے تصدیق کرنے کا، زبان سے اقرار کرنے کا اور اعضا وجوارح سے عمل کرنے کا۔

اسلام نام ہے ظاہری طور پر اطاعت کا اور ایمان نام ہے باطنی طور پر اللہ کے

سامنے منقاد اور مطیع ہو جانے کا، لہذا ہر ایمان اسلام ہے اور ہر اسلام ایمان نہیں ہے کہ منافق بھی ہوسکتا ہے ظاہری طور پر اظہار کرتا ہو فقط جیسا کہ منافقین کرتے تھے۔

لہذا اگر دل کی تصدیق ہی نہ ہوگی اور صرف ظاہر سے مسلمان بنا ہوگا تو منافق ہے اور کافر ہے اور اگر عمل میں کمی ہوگی تو فاسق ہے بالاتفاق اور کچھ لوگ جیسے خوارج میں کافر کہتے ہیں اور معتزلہ درمیان درمیان رکھتے ہیں ایمان سے خارج اور کفر میں غیر داخل، پھر ایمان بالغیب کے جملہ میں مفاتح غیب بھی داخل ہیں جن کا علم سوائے خدا تعالیٰ کے کسی اور کو نہیں ہے ان پر بھی ایمان لائے اور جو چیزیں حواس اور عقل سے پوشیدہ ہیں ان پر بھی ایمان لائے، جیسے خداوند قدوس کی ذات وصفات، نبوت ورسالت، آخرت کے جملہ معاملات جن کی خبر دی گئی ہے بعث ونشور، حساب ومیزان، جنت وجہنم یعنی جملہ احکامات وشرائع جو منجانب اللہ آئے ہیں سب پر ایمان لائے، **قسم لا دليل عليه وقسم نصب عليه دليل كالصنائع وصفاته والذوات** (روح البیان رص:۳۲رج:۲)۔

اور روح المعانی رص:۱۸۹رج:ارمیں ہے کہ غیب سے مراد کیا ہے، اس میں مختلف اقوال ہیں جس کی طرف قلب مائل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جملہ وہ اشیاء جن پر ایمان لانے کے سلسلہ میں حدیث جبرئیل میں واقع ہوا ہے: اللہ پاک، ان کے فرشتے، کتابیں، جملہ رسول اور قیامت اور وہاں کے معاملات، تقدیر خیر وشر کا اللہ پاک کی جانب سے ہونا یہ مراد ہے، گویا یہ سمجھو کہ حدیث جبرئیل **يؤمنون بالغيب** کی شرح ہے مکمل روایت اس طرح ہے۔

ایمان، اسلام، احسان کیا ہے

عن عمر بن الخطابؓ
قال بينما نحن عند رسول الله
ﷺ ذات يوم إذ طلع علينا
رجل شديد بياض الثياب شديد
سواد الشعر لايرى عليه أثر
السفر ولا يعرفه منا أحد حتى
جلس إلى النبي صلى الله عليه
وسلم فأسند ركبتيه إلى ركبتيه
ووضع كفيه على فخذيه وقال
يامحمد أخبرني عن الإسلام قال
الإسلام أن تشهد أن لا الٰه إلا
الله وأن محمدا رسول الله
وتقيم الصلوٰة وتؤتي الزكوٰة
وتصوم رمضان وتحج البيت إن
استطعت إليه سبيلا قال
صدقت فعجبنا له يسأله
ويصدقه قال فأخبرني عن

حضرت فاروق اعظمؓ سے
مروی ہے کہ ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ
کے پاس بیٹھے تھے اچانک ایک شخص آیا
جس کے بال تو نہایت کالے تھے اور
کپڑے نہایت سفید تھے بظاہر اس پر
سفر کے اثرات بھی معلوم نہ ہوتے تھے
جس سے یہ سمجھا جائے کہ کوئی مسافر
ہے ہم میں سے کوئی بھی اس کو نہ پہچان
رہا تھا رسول اللہ ﷺ کی جانب متوجہ ہوتا
تھا قریب آتا رہا یہاں تک کہ بالکل
سامنے بیٹھ گیا یہاں تک کہ اس کے
گھٹنے رسول پاک ﷺ کے گھٹنوں سے
چھوئے جارہے تھے اس نے یہ سوال کیا
یا محمد مجھے اسلام کے بارے میں بتاؤ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس بات
کی گواہی دے کہ اللہ پاک کے علاوہ
اور کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول

الإيمان قال أن تؤمن بالله وملئكته
وكتبه ورسله واليوم الأخر وتؤمن
بالقدر خيره وشره قال صدقت
قال فأخبرني عن الإحسان قال أن
تعبدالله كأنك تراه فإن لم تكن
تراه فإنه يراك قال فأخبرني عن
الساعة قال ماالمسؤل عنها بأعلم
من السائل قال فأخبرني عن
أماراتها قال أن تلد الأمة ربتها
وأن ترى الحفاة العراة العالة رعاء
الشاء يتطاولون في البنيان قال ثم
انطلق فلبثت مليا ثم قال لي ياعمر
أتدري من السائل قلت الله
ورسوله أعلم قال فإنه جبرئيل
أتاكم يعلمكم دينكم رواه
مسلم (مشکوۃ شریف،ص:ج:۱)۔

ہیں اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے
اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ
کا حج بھی جب بھی تجھے اس کا موقع ہو،
کہنے لگا سچ فرمایا، حضرت عمرؓ نے فرمایا
ہمیں اس کے سوال اور جواب کی تصدیق
سے تعجب ہو رہا تھا پھر اس نے کہا مجھے
بتائیے کہ ایمان کیا ہے؟ فرمایا تم اللہ پاک
پر ایمان لاؤ اور ان کے فرشتوں اور
کتابوں اور تمام رسولوں پر ، بعث
بعد الموت، جنت وجہنم پر اور تقدیر خیر وشر
سب اللہ پاک کی طرف سے ہے، پھر
اس نے تصدیق کی پھر اس نے یہ سوال
کیا اچھا بتائیے کہ احسان کیا ہے؟ فرمایا
کہ تم اس طور پر عبادت کرو کہ تم اس کو دیکھ
رہے ہو اگر یہ کیفیت پیدا نہ کر سکو تو یہ سمجھو
کہ اللہ پاک تم کو دیکھ رہے ہیں، پھر
اس نے وہی بولا کہ بجا اور درست فرمایا، اچھا تو مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے، فرمایا

اس کے بارے میں مجھے سائل سے زیادہ معلوم نہیں ہے یعنی سائل مسئول اس کے بارے میں سب برابر ہیں کسی کو اس کے بارے میں علم نہیں ہے اور بھی کچھ سوالات کئے پھر وہ شخص چلا گیا، تین دن کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ایک ملاقات میں فرمایا اے عمر! جانتے ہو وہ شخص کون تھا؟ عرض کیا اللہ ان کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے، فرمایا جبرئیلؑ تھے جو تم کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے نیز ارشاد باری بھی اس کی تفسیر ہے یا ایھا الذین ۔

نماز

متقی حضرات کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ نمازوں کو قائم کرتے ہیں، اقامت صلاۃ یہ ہے کہ جملہ نمازوں کو جملہ شرائط وآداب کے ساتھ نہایت مواظبت سے ادا کرتے ہیں جیسا کہ باری عزاسمہ نے دوسری جگہ فرمایا: اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَائِمُوْنَ کہ جو لوگ مداومت ومحافظت کے ساتھ نمازیں ادا کرتے ہیں اور اوقات کی پوری رعایت کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَوْقُوْتًا اور جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں جیسا کہ فرمایا: وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ اور خشوع کے ساتھ پڑھتے ہیں جیسا کہ فرمایا: اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ، قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ، ان اوامر کے بعد لوگ مختلف قسم کے ہو گئے بعض وہ جو بات ایمان کی اور اعمال صالحہ نمازوں کی قبول ہی نہیں کرتے جیسا کہ کفار ومشرکین جن کے تعلق سے فرمایا: فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى نہ ایمان لائے اور نہ نماز پڑھی ان کا انجام یہ ہوا کہ جب ان کو کہا جائے گا جہنم میں کیوں جانا پڑا ہے تم کو تو کہیں گے ہم نماز نہ پڑھتے تھے جس کو اللہ پاک نے اس طرح فرمایا: مَا سَلَكَكُمْ فِیْ

سَقَرِ قَالُوا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ o وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ o وَکُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِیْنَ o وَکُنَّا نُکَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ o تمہیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کیا وہ کہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور مشغلہ رکھنے والوں کے ساتھ مشغلہ رکھتے تھے اور بدلہ کے دن کو جھٹلاتے تھے (انوارالبیان)۔ اور ایک وہ طبقہ ہے جس نے نماز کو قبول کیا مگر ٹھیک سے ادا نہیں کیا جیسے اہل کتاب اور اس دور کے بہت سے مسلمان ہیں جو ٹھیک سے نمازوں کا خیال نہیں کرتے اللہ پاک فرماتے ہیں: فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا بعد میں ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور شہوات وخواہشات اور لذائذ کے پیچھے پڑ گئے عنقریب ہلاکت میں ڈالے جائیں گے۔

ایک وہ طبقہ ہے جنہوں نے سستی اور بداعتقادی کے ساتھ نماز پڑھی زبردستی جیسے منافقین، اللہ پاک نے فرمایا:

اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ	بیشک منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں اور
یُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ	حال یہ ہے کہ اللہ ان کی دھوکہ بازی کی ان کو
خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْآ اِلَی	سزا دینے والا ہے اور جب وہ نماز کو کھڑے
الصَّلٰوةِ قَامُوْا کُسَالٰی	ہوتے ہیں تو کسل مندی کے ساتھ کھڑے
یُرَآؤُنَ النَّاسَ وَلَا	ہوتے ہیں لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں
یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا	کرتے مگر تھوڑا سا (انوارالبیان)۔

ان سب طبقات میں صرف پہلا طبقہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہے جن کی تعریف فرمائی گئی: اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ o۔ جو اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں (انوارالبیان رص:۲۱ ج:۴)۔ کہہ کر اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ دَائِمُوْنَ (جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں) (انوارالبیان رص:۶۷ ج:۵) فرما کر مدح فرمائی گئی ہے جو مکمل آداب وشرائط کے ساتھ اوقات صلوٰۃ کی رعایت کرتے ہوئے نمازوں کو قائم کرتے ہیں ان کا انجام بھی مذکور ہوا اللہ پاک نے فرمایا اُولٰٓئِکَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ (یہ وہ لوگ ہیں جو میراث پانے والے ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے) (انوارالبیان رص:۲۱ ج:۴) کہ ایسے لوگ جنت الفردوس کے وارث اور مستحق ہوں گے جو جنت کا سب سے اعلیٰ مقام ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنت کا سوال کروتو فردوس کا سوال کیا کرو (کمافی حدیث الترمذی رج:۲) بعض حکما نے فرمایا نجم بنو، اگر نجم نہ بن سکوتو قمر بنو، ورنہ توشمس بنو، ستارہ پوری شب چمکتا ہے اور چاند بعض حصہ رات کو چمکتا ہے اور سورج صرف دن میں نظر آتا ہے۔

نماز شب معراج میں فرض ہوئی جو سب سے افضل وقت تھا سب اوقات کے اندر تمام حالات میں سب سے عمدہ حالت تھی اور بہترین مناجات کا وقت اور موقع تھا اور قرب الٰہی کا خاص الخاص وقت تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی اپنے محبوب سے ملاقات بہت قریب سے ہورہی تھی اس وقت خاص طور پر نماز کا تحفہ ملا اور سورۂ بقرہ کا آخری رکوع اٰمن الرسول سے اخیر تک اور یہ تمام کی مغفرت کا وعدہ ہے جو اللہ پاک کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گے پھر نمازیں دو رکعت تین رکعت چار رکعت والی اس

وجہ سے ہوئی کہ فرشتوں کے سلسلہ میں آیا کہ وہ دو دو تین تین اور چار چار بازو والے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرشتوں کو ان مختلف النوع شکلوں میں دیکھا تھا ان کے نورانی اجسام مختلف انداز کے دکھائے گئے تھے تو انوار صلاۃ بھی انداز ملائکہ کی طرح ہیں جبکہ فرشتے اعمال صالحہ سے پیدا ہوئے ہیں جو اعمال صالحہ کرنے والوں کیلئے استغفار کرتے ہیں۔

نماز ابتداً پچاس فرض ہوئی حضرت موسیٰؑ سے ملاقات کے بعد ان کے کہنے پر جب رسول اللہ ﷺ تخفیف کا سوال لیکر رب تعالیٰ کے دربار حاضر ہوئے تو بار بار کی مراجعت کے بعد پانچ باقی رہی اور اعلان کر دیا گیا کہ اب ان میں تبدیلی نہ ہوگی اور جو شخص پانچ نمازیں صحیح صحیح ادا کرے تو ثواب مکمل پچاس نمازوں کے برابر پائے گا اور پانچ ہونے میں دوسری حکمت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہ امت گذشتہ امتوں کے فضائل کی جامع ہے تو سب سے پہلے فجر حضرت آدمؑ نے پڑھی، ظہر حضرت ابراہیمؑ نے، عصر حضرت یونسؑ نے اور مغرب حضرت عیسیٰؑ اور عشاء حضرت موسیٰؑ نے پڑھی اور کہا گیا کہ جملہ نمازیں تو حضرت آدمؑ نے ہی پڑھی تھیں جو بعد میں دیگر انبیاءؑ میں تقسیم کی گئی اور صلاۃ وتر سب سے اول رسول اللہ ﷺ نے پڑھی اور بھی اقوال ہیں اور سجدہ وعبادت کیلئے فرشتوں میں سب سے زیادہ مبادرت ومسابقت کرنے والے حضرت جبرئیلؑ ہیں ان ہی کو تو سید عالم ﷺ کی رفاقت کیلئے منتخب کیا گیا اور سب سے اول **سبحان اللہ** جبرئیلؑ نے کہا اور **الحمدللہ** حضرت آدمؑ نے **لا الہ الا اللہ** نوحؑ نے **اللہ اکبر** حضرت ابراہیمؑ نے **لا حول ولا قوۃ الا باللہ** نبی پاک ﷺ نے کہا جیسا کہ بعض کتب سے روح البیان رص:۲۶رج:۱رمیں منقول ہے۔

انفاق

اقامت صلاۃ کے بعد چوتھی صفت انفاق مذکور ہوئی ہے یعنی پہلے تقویٰ پھر ایمان بالغیب پھر اقامت صلاۃ پھر انفاق فی سبیل اللہ جس کو فرمایا: وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ اور ہمارے دئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔

ایمان کا تعلق قلب سے تھا نماز کا بدن سے اور زکوٰۃ کا مال سے اور یہی تمام عبادات کا مجموعہ ہے کہ ایمان میں نجات ہے اس کے بغیر نجات کا کوئی راستہ نہیں اور کسی کیلئے بھی نہیں ہے اور نماز میں مناجات ہے اور انفاق میں رفع درجات ہے ایمان میں بشارت کے وعدے ہیں نماز کفارہ ہے انفاق میں طہارت قلب ہے ایمان سے عزت ہے نماز میں قرب الٰہی انفاق میں زیادہ رکھی ہوئی، ربا سے نقصان اور انفاق وزکوۃ سے صدقات کے مال کا اضافہ اور حفاظت ہے، اغنیاء اپنے اموال حاجت مندوں پر خرچ کرتے ہیں عابدین اپنے نفوس خرچ کرتے ہیں اور وظائف خدمت ادا کرتے ہیں اور عارفین اپنے قلوب خرچ کرتے ہیں (کذافی روح البیان) یہاں زکوٰۃ مراد ہے کما مر اور زکوٰۃ عنداللہ قرب کا ذریعہ ہے انسانوں کے درمیان موانست کا ذریعہ ہے اور بخل سے نجات کا ضامن ہے اور مال کی حفاظت کا سبب ہے (کذافی روح البیان)۔

اور صفوۃ التفاسیر ص: ۳۲ رمیں مذکور ہے کہ تمام بر واحسان کی صورتوں میں مال کا خرچ کرنا مراد ہے اور آیت عام ہے زکوٰۃ ہو یا صدقات واجبہ، نافلہ اور تمام نفقات کی صورتیں جو صحیح مصارف میں اللہ کیلئے ہوں مراد ہیں، علامہ ابن جریر نے اسی کو اختیار کیا

ہے اور زکوٰۃ مفروضہ بھی آیت میں داخل ہے، علامہ ابوبکر جصاص رازیؒ نے احکام القرآن رص:۲۴ر میں فرمایا کہ فحوی کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مراد مفروض نفقات ہیں زکوٰۃ وغیرہ جیسا کہ آیت کریمہ وَاَنْفِقُوْا مِمَّارَزَقْنٰكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّأْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ٥ اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تمہیں موت آجائے۔

اور فرمان باری تعالیٰ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرو) میں اور جیسے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور جو لوگ حرص وطمع کی بنا پر سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے) (معارف القرآن رص:۲۴۷ ج:۳) میں مراد ہے اور چونکہ یہاں فرض نماز اور ایمان باللہ وبالکتب وغیرہ ضروریات دین کے ساتھ تذکرہ کیا جارہا ہے یہ بھی خود اسی کا قرینہ ہے کہ خود اس انفاق کا شرائط تقویٰ میں بیان کیا جارہا ہے معلوم ہوا کہ جیسے نماز فرض مراد ہے تو یہاں ایسے ہی زکوٰۃ فرض کا تذکرہ ہے اور جب نماز بغیر کسی قید کے بولا جائے تو مطلق لفظ سے فرض نماز مراد ہوتی ہے جیسے اَقِمِ الصَّلٰوةَ (نماز قائم کرو) حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (پابندی کرو نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی اور کھڑے ہوجاؤ اللہ کیلئے اس حال میں کہ عاجزی اختیار کئے ہوئے ہو) میں فرائض مراد ہیں ایسے ہی یہاں بھی مراد ہوگا (احکام القرآن رص:۳۵ رج:۱)۔

خلاصہ یہ ہے کہ جنہوں نے فرض زکوٰۃ کو مراد لیا ہے وہ بھی صحیح ہے جیسا کہ

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے اور جنہوں نے تمام نفقات واجبہ یا نافلہ مراد لئے ہیں جیسے ابن جریر وغیرہ وہ بھی اسی میں داخل ہیں، یہ جملہ اقوال ابن کثیر ص:۴۲ ج:۱ میں بھی مذکور ہیں۔

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے **عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال بنی الإسلام علی خمسٍ شهادة أن لا إلٰه إلا الله وأن محمدا رسول الله وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة وصوم رمضان والحج** اس حدیث پاک میں ارکان اسلام کا بیان ہے، ایمان باللہ وبالرسول، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، ان ارکان خمسہ پر اسلام کی مضبوط عمارت قائم ہے اور انفاق فی سبیل اللہ کے سلسلہ میں کس قدر فضائل ہیں: **لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ٥** ہرگز نہ پاؤ گے تم بھلائی کو یہاں تک کہ خرچ کرو اس چیز میں سے جس سے تم محبت کرتے ہو اور جو بھی کوئی خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والا ہے۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے کچھ مانگا کہ اس کو دیں آپ نے فرمایا اس وقت میرے پاس کچھ دینے کو نہیں ہے، ہاں تم میرے حوالہ سے کسی سے لیلو جب میرے پاس آجائے گا میں اس کو دیدوں گا، حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ اللہ پاک نے آپ کو اس کا مکلّف نہیں بنایا کہ جو آپ کے پاس نہ ہو وہ دیں، نبی پاک ﷺ نے حضرت عمرؓ کی اس بات کو اچھا نہ سمجھا وہاں ایک انصاری صحابی بیٹھے تھے انہوں نے کہا یا رسول اللہ خرچ فرمایئے اور عرش والے

سے کسی کمی کا خوف نہ کیجئے ، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور خوش ہوئے کہ بات مزاج اقدس کے موافق تھی اور فرمایا بیشک مجھے ایسا ہی حکم دیا گیا ہے (کذافی الترمذی حیات الصحابہ رص:۳۰۷رج:۲) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ یہ انصاری صحابیؓ نبی نے یہ فرمایا تھا حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ تھے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ حضرت بلال نے ایک کھجور کا ڈھیر جمع کر رکھا تھا نبی پاک ﷺ تشریف لائے اور پوچھا بلال یہ کیسا ڈھیر ہے عرض کیا آپ کے مہمانوں کیلئے ہے، فرمایا کیا تم نہیں ڈرتے کہ تمہارے لئے جہنم میں یہ دھوئیں کی شکل میں ہوا ے بلال عرش والے سے اقلال یعنی کمی کا خوف نہ کرو۔

(۳) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ کے پاس مدینہ والوں میں سے سب سے زیادہ باغات تھے اوران کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بیرحاء کا باغ تھا جو مسجد نبوی کے قبلہ کی جانب تھا اور رسول اللہ ﷺ اکثر اس میں تشریف لے جاتے تھے اور پانی نوش فرماتے کھجور کھاتے ،حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیتِ کریمہ لن تنالو البر الخ نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ اللہ پاک نے یہ فرمایا ہے کہ جب تک تم اپنا محبوب مال راہِ خدا میں خرچ نہ کرو گے اس وقت کامل بھلائی کو نہ پہنچو گے اور مجھے سب سے زیادہ پیار بیرماء کے باغ سے ہے میں اب اس کو راہِ خدا میں خرچ کرنا چاہتا ہوں تا کہ اس کی بھلائی اور آخرت میں اس کا ذخیرہ مجھ کو حاصل ہو جائے ، یارسول اللہ آپ جیسا مناسب خیال فرمائیں اس کا استعمال

فرمائیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا خوب ہے نفع بخش سودا یہ نفع بخش سودا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو اپنے رشتہ داروں کے درمیان تقسیم کرو چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ نے حسبِ امر رسول اللہ ﷺ اپنے عزیزوں میں اس کو تقسیم فرمادیا (حیات الصحابہ، ص:۳۳۷، ج:۲)۔

ایک اور صحابی حضرت زید بن حارثہؓ اپنے ایک شاندار گھوڑے کو جس کو شبلہ کہا جاتا تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں لائے وہ ان کو سب سے زیادہ پیارا تھا اور عرض کیا راہِ خدا میں قبول فرمالیجئے، رسول اللہ ﷺ نے اس کو قبول فرمایا اور حضرت اسامہ بن زید کو جوان کے بیٹے تھے برائے جہاد دے دیا ان کے چہرہ پر کچھ ناگواری کے اثرات محسوس ہوئے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا بیشک اللہ پاک نے تمہارا صدقہ قبول فرمالیا (حیات الصحابہ، ص:۳۳۸، ج:۲)۔

سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ ایک بار ایک عورت ایک عمدہ چادر جس کے حاشیہ پر بیل نکلی ہوئی تھی، بڑی محبت وعقیدت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں لائی اور عرض کیا کہ آپ ہی کے پہننے کے واسطے لائی ہوں رسول خدا ﷺ نے اس کو اس انداز سے لیا جیسا کہ آپ کو اس کی بہت ضرورت ہو (حقیقت میں بھی ضرورت ہوگی یا اس کو خوش کرنے کیلئے یہ انداز اپنایا ہوگا) اور پھر اس کو زیب تن فرمایا جس سے اور بھی زیادہ اس کو خوشی ہوئی، اتنے میں ایک شخص نے اس چادر کو (رسول اللہ ﷺ سے) یہ کہہ کر مانگا یہ کتنی عمدہ ہے رسول اللہ ﷺ اٹھے اس کو لانے کے لئے تشریف لے گئے یہ دیکھ کر صحابۂ کرام نے اس شخص کو ملامت کی کہ تو نے فوراً ہی مانگ لیا یہ اچھا نہیں کیا جب کہ تم نے دیکھا تھا کہ خود رسول اللہ ﷺ کو اس کی ضرورت تھی پھر تم نے مانگا جبکہ تم بھی جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ

کسی کو منع نہیں فرماتے، کہنے لگا کہ اللہ کی قسم یہ میں نے اس لئے طلب کی ہے تا کہ مجھے اس کی برکت حاصل ہو کیونکہ آپ ﷺ نے اس کو زیب تن فرمالیا اور یہ میرے کفن میں کام آئے (بخاری ص:ج:۲) کچھ دنوں کے بعد ایسا ہو گیا اوران کے انتقال کے بعد وہ چادران کے کفن میں کام آئی۔

ایسا ہی قصہ ہمارے دادا شیخ حضرت اقدس مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کے پس ایک شخص ایک بہترین لباس ہدیہ میں لایا اور عرض کیا کہ آپ ہی اس کو استعمال فرمائیں کسی کو نہ دیں گے آپ نے اس سے وعدہ بھی فرمالیا اتنے میں ایک سائل نے کہا کہ مجھے شادی کرنی ہے میری دو بچیاں جوان ہوچکی ہیں اور مجھے امداد کی ضرورت ہے، آپ نے وہ قیمتی لباس اس کو مرحمت فرمایا کسی خادم نے عرض کیا کہ آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں ہی اس کو استعمال کروں گا فرمایا بیشک اب تو میں آخرت میں اس کو استعمال کروں گا میں نے خدا تعالیٰ کے یہاں اس کو جمع کردیا یعنی اس کا ثواب میرے لئے اس کی ذات سے بہتر ہے اور آیت پڑھی **وماتقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عنداللہ** جو کچھ تم اپنے نفع کیلئے آگے روانہ کروگے اس کو اللہ پاک کے نزدیک پاؤ گے، اسی طرح اللہ پاک نے فرمایا **ما عندکم ینفد وما عنداللہ باق** یعنی جو تمہارے پاس ہے وہ سب فانی ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی ہے۔

یہ تھا ان حضرات کا ایمان، ان حضرات کا یقین، اس واقعہ کو ہمارے مرشد و شیخ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ نے اپنے مواعظ میں ذکر فرمایا ہے۔

زادالمسیر رص:۲۲رج:۱رمیں فرماتے ہیں ینفقون میں کہاں خرچ کرنا مراد ہے،اس میں چاراقوال ہیں(۱)اپنے اہل وعیال پرخرچ کرنا مراد ہے، یہ قول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ سب سے افضل نفقہ ہے،امام مسلمؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ ایک دینار جوتم نے راہِ خدا میں خرچ کیا اور ایک وہ دینار ہے جوتم نے کسی غلام کو چھڑانے میں خرچ کیا ایک وہ دینار ہے جوکسی مسکین پر خرچ کیا ایک وہ دینار ہے جوتم نے اپنے گھر والوں پر بال بچوں پرخرچ کیا وہ سب سے بڑا اجر وثواب رکھنے والا ہے،علامہ قرطبیؒ نے پہلے قول کی تائید میں یہ بھی لکھا ہے: حضرت ثوبانؓ نے ایسی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے افضل دینار وہ ہے جو انسان اپنے اہل وعیال پرخرچ کرے پھر وہ جو اپنی سواری پرخرچ کرے پھر وہ جوراہِ خدا میں اپنے احباب پرخرچ کرے۔

ابوقلابہ فرماتے ہیں کہ دیکھئے اپنے اہل وعیال کوسب سے پہلے بیان فرمایا ہے، پھر فرماتے ہیں کہ کون اس سے بڑا اجر وثواب والا ہوسکتا ہے جو اپنے چھوٹے بچوں پر خرچ کرے تا کہ وہ پاکدامنی کے ساتھ زندگی گذاریں یا اس کے مال سے ان کو نفع پہنچائے (قرطبی رص:۱۲۵رج:۲)۔

(۲)فرض زکوٰۃ یہ ابن عباسؓ وقتادہ سے منقول ہے۔

(۳)صدقات نافلہ مراد ہیں امام مجاہدؒ نے لیا ہے۔

(۴)وہ نفقے جوزکوٰۃ سے پہلے واجب تھے پھر وہ زکوٰۃ سے منسوخ ہوگئے۔

یقین

یقین اس آیت کریمہ میں اخیر میں فرمایا گیا کہ متقی لوگ آخرت پر یقین رکھتے ہیں یقین کہتے ہیں کسی چیز کے بارے میں اس طرح مضبوطی سے جاننا کہ اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے، فقیہہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ یقین کی تین صورتیں ہیں بطور مشاہدہ وعیان یعنی دیکھ کر یقین حاصل ہوتا ہے اور شک ختم ہوجاتا ہے اور ایک صورت یہ ہے بطور دلالت سمجھے معلوم کرے جیسے دھواں دیکھ کر آگ ہونے پر استدلال کرے اور ایک یہ کہ سن کر مان جائے اگر چہ دیکھا نہ ہو جیسا کہ ہمیں بہت سے ملکوں کا یقین ہے اگر چہ ہم نے ان کو دیکھا نہیں ہے اول یقین عیان ہے اور دوم یقین دلالۃ ہے سوم یقین خبر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ظاہر شریعت علم یقین ہے اس میں اخلاص کا پیدا ہونا عین الیقین ہے اور مشاہدہ کی کیفیت کا پیدا ہونا حق الیقین ہے جو ادارک باطنی اور فکرِ صائب کی قوت سے حاصل ہوتا ہے اول صورت علماء کے علم کی ہے کہ یہ مرتبہ علمیہ ہے اور حق الیقین کا درجہ اولیاء کا ہے اور عین الیقین کا درجہ انبیاءؑ کا ہے اور یہ مراتب ودرجات بغیر مجاہدہ ومحنت کے حاصل نہیں ہوتے جیسے دوام وضوء، قلت اکل، کثرت ذکر، سکوت، تفکر فی ملکوت السمٰوات والارض، سنن کی پابندی، فرائض کا اہتمام، ماسوی اللہ کا ترک، تقلیل منام، تقلیل دنیا، اکل حلال کا اہتمام، صدق مقال، مراقبہ قلبیہ للہ فی اللہ تعالیٰ یہ ہیں معائنہ اور مشاہدہ کی چابیاں اور کلیدیں (کذافی روح البیان رص:۴۲رج:۱)۔

اور آخرت پر یقین کا ثمرہ یہ ہے کہ اس کی تبدیلی وفکر میں مشغول ہوجائے غافل نہ رہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ دس انسان مغرور ہیں جو دھوکہ میں پڑے ہوئے

ہیں ان میں شامل ہیں (۱) جو اس بات کا یقین کرتا ہو کہ اللہ پاک اس کے خالق ومالک ہیں پھر ان کی عبادت نہ کرے (۲) جو اس بات کا یقین کرے کہ اللہ اس کا رازق ہے پھر اس کو اطمینان نہ ہو (۳) جو اس بات کا یقین کرے کہ دنیا زائل ہونے والی ہے پھر اسی پر اعتماد کئے بیٹھا ہو (۴) اس بات کا یقین ہو کہ اس کے وارثین اس کے دشمن ہیں پھر وہ ان کی خاطر مال جمع کرنے میں مشغول ہو ؎

تو باخود ببر توشہ خویشتن کہ شفقت نیاید زفرزند وزن

اپنے توشۂ آخرت کی فکر کر، کہ اولاد اور ازواج سے شفقت ومحبت کا خیال چھوڑ یہ سب فانی ہے۔

(۵) جو موت کا یقین کرے کہ آنے والی ہے پھر اسکی تیاری نہ کرے (۶) جو اس بات کا یقین کرے کہ قبر اس کی منزل ہے پھر اس کو آباد کرنے کی فکر نہ کرے (۷) جو اس بات کا یقین کرے کہ اللہ پاک حساب لینے والا ہے پھر اپنا طریقہ درست نہ کرے (۸) جو اس بات کا یقین کرے کہ پلصراط سے گذرنا ہے پھر اپنا بوجھ ہلکا نہ کرے (۹) جو اس بات کا یقین کرے کہ جہنم دار فجار ہے پھر اس سے بھاگنے کی فکر نہ کرے (۱۰) جو اس بات کا یقین کرے کہ جنت دار ابرار ہے پھر عملِ صالح نہ کرے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ یقین آخرت سے انسان کی امیدیں کم ہوتی ہیں اور امید کی کمی سے زہد کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور زہد کی کیفیت سے حکمت پیدا ہوتی ہے اور حکمت سے عواقب اور انجام کا معاملہ نظر آتا ہے جس قدر جس شخص سے حجابات دنیویہ اٹھتے جاتے ہیں اسی قدر مشاہدات اخرویہ یقین سے معلوم ہوجاتے ہیں

اس طرح کشف حجابات دنیویہ سے ایک مومن مرتبۂ ایمان سے مرتبۂ ایقان تک منتقل ہوجاتا ہے جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (اورآخرت پروہ یقین رکھتے ہیں) (انوارالبیان ص:۳۹ ج:۱) کہ ان کو آخرت مکمل حاصل ہوجاتی ہے اور سب کام پھر ان کے درست ہوجاتے ہیں اللہ پاک ہمیں ان صفات کا حامل بنائے آمین یارب العالمین۔

ان کا انجام فلاح ہے

ایسے لوگوں کیلئے یہ بشارت ہے کہ اپنے رب کی طرف ہدایت تامہ پر قائم ہیں جس میں سب قسم کی ہدایت آگئی ہے اور ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں یعنی جنت کو پانے والے ہیں اور جہنم سے بچنے والے ہیں، اور فلاح یہ ہے کہ ان کو تین باتیں حاصل ہوتی ہے (۱) اپنے نفس پر قابو لہذا وہ اس کی خواہش کی پیروی نہیں کرتے ہیں (۲) دنیا کی خرافات ومزینات پر گمراہ نہیں ہوتے (۳) شیطان کے فتنے میں نہیں پڑتے ہیں اور نہ بُرے دوستوں کی طرف سے پریشانیوں میں پڑتے ہیں اور کفروشرک، ضلالت، بدعت سے جہالت سے بچ جاتے ہیں، زوال ایمان، فقدامان (یعنی اخروی امن وامان کا ختم ہوجانا)، وحشت قبور، اہوال نشور، پلصراط کی زلت، زبانیہ فرشتوں کے تسلط سے بچ جاتے ہیں اور ملک ابدی میں نعیم سرمدی، سرور دائمی کے ساتھ ہمیشہ کا ملک، لازوال شباب جس کے بعد بوڑھا نہ ہو، راحت ہی راحت ہو شدت نہ ہو صحت ہی صحت ہو بیماری نہ ہو حساب کتاب کا خوف نہ ہو ایسی نعمتیں وعیش اللہ پاک کی ملاقات رضوان دائمی کو پا جاتے ہیں سبحان اللہ (کذافی روح البیان ص:۴۴ ج:۱)۔

۱۲؍رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ

بموقع لاک ڈاؤن گنگوہ

ایمان والوں کی کچھ دوسری صفات

(۲)قال اللہ تعالیٰ

فَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَاللّٰهِ
خَيْرٌوَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَلٰى
رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ
يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰئِرَالْاِثْمِ
وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَاغَضِبُوْ
هُمْ يَغْفِرُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ
اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا
الصَّلٰوةَوَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ
وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ○
وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ
يَنْتَصِرُوْنَ ○ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ
سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ
فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَايُحِبُّ
الظّٰلِمِيْنَ ○ وَلَمَنِ انْتَصَرَبَعْدَ

اورتم کو جوبھی چیز دی گئی ہے
سووہ دنیاوالی زندگی کا سامان ہےاور جو
اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہےاور زیادہ
باقی رہنے والا ہے ان لوگوں کیلئے جو
ایمان لائے اوراپنے رب پر بھروسہ
کرتے ہیں اور جو کبیرہ گناہوں سے
اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور
جب کبھی انہیں غصہ آجائے تو معاف
کردیتے ہیں اورجنہوں نے اپنے رب
کے حکم کو مانا اورنماز قائم کی اوران کے
کام آپس کے مشورہ سے ہوتے ہیں اور
جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے
خرچ کرتے ہیں اورجن کا حال یہ ہے
کہ جب ان کوظلم پہنچ جاتا ہےتو وہ بدلہ
لے لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ برائی ہے
اسی جیسی،سو جوشخص معاف کردے اور

ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِکَ مَاعَلَیْهِمْ مِنْ سَبِیْلٍ اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَیالَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ٥ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ٥ (سورۂ شوریٰ رآیت:۳۶ تا۴۳)۔

صلح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے، بلاشبہ وہ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا اور البتہ جو شخص مظلوم ہوجانے کے بعد بدلہ لے لے سو یہ ایسے لوگ ہیں جن پر کوئی الزام نہیں الزام انہیں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور دنیا میں ناحق سرکشی کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کردیا بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے (انوارالبیان رص:۴۱تا۴۳ ج:۵)۔

آیت مبارکہ میں اہلِ ایمان کے کچھ اوصاف بتائے گئے ہیں ان کی تفسیر وتشریح کیلئے چندفوائد لکھے جاتے ہیں:

(۱) آیت پاک کے شروع میں یہ فرمایا گیا کہ جو مرغوبات دنیا مال اولاد متاع جائیداد عورتیں وغیرہ جن کا بیان آیت زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ الخ میں آیا ہے، تمہارے پاس ہیں یہ سب تو دنیا کا عارضی فائدہ اٹھانے کا سامان ہے جس کیلئے لفظ متاع استعمال فرمایا کیونکہ ''متاع'' اس حقیر وقلیل چیز کو کہا جاتا ہے کہ جس سے وقتی ضرورت پوری کی جائے اور اس کو پھینک دیا جائے اور اعمال صالحہ اور ان کا اجر وثواب جو اللہ پاک کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور فنا ہونے والا بھی نہیں ہے، بخلاف اس کے جو لوگوں کے پاس ہے وہ فانی اور عارضی ہے، معلوم ہوا کہ دنیا کی راحت

وفرحت اور اس کا سامان سب عارضی چیز ہے اور جو الطاف خفیہ اور مقامات عالیہ اور مواہبِ دینیہ مبارکہ میں جو باقی رہنے والے ہیں خود دنیا میں بھی انسان کے اچھے کاموں کا تذکرہ ہوتا رہتا ہے اور آخرت میں بھی اجر وثواب ملے گا اور یہ انعامات ربانیہ الٰہیہ کس کے لئے ہیں تو فرمایا گیا ایمان والوں کیلئے اور بالخصوص ان کیلئے جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں کسی اور پر ان کا بھروسہ نہیں ہے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب صدیق اکبرؓ نے اپنا تمام مال راہِ خدا میں خرچ کر دیا تو بہت سے لوگوں نے ملامت کی کہ تمام ہی خرچ کر دیا کچھ بھی باقی نہیں رکھا تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں ان کی مدح وتعریف فرمائی گئی کہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں اس آیت نے بتا دیا کہ آخرت کا ثواب بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے اس کیلئے جو ان صفات سے متصف ہو، یعنی ایمان اور توکل کے ساتھ متصف ہو، معلوم ہوا ایمان کے ساتھ توکل علی اللہ ضروری ہے۔

حکایت

کہا جاتا ہے کہ ہارون رشید کا ایک بیٹا ایسا بھی تھا جس نے سولہ سال کی عمر میں توکل وزہد کا راستہ اختیار کر لیا تھا اور دنیوی شاہی عیش وعشرت ترک کر دیا تھا اور اللہ پاک کی عبادت کا راستہ پکڑ لیا، ایک دن وہ لڑکا اپنے باپ کے پاس آیا اور اس کے چاروں طرف اس کے وزراء کبریا کی جماعت تھی انہوں نے اس لڑکے کو دیکھ کر کہا اس بچہ نے اپنے والد ہارون رشید کو جو ایک عظیم بادشاہ ہے اس ہیئت وحلیہ میں رہ کر بادشاہوں کے درمیان رسوا کر دیا کیا حالت بنا رکھی ہے، ہارون رشید نے اس کو اپنے

قریب بلایا اور کہا کہ میرے بیٹے دیکھا تم نے اس حال کو اختیار کر کے مجھ کو ذلیل کر دیا ہے، بیٹے نے کوئی جواب نہیں دیا پھر تھوڑا سا وہ دوسری طرف متوجہ ہوا اس نے وہاں ایک دیوار پر پرندہ بیٹھا دیکھا اور اس سے مخاطب ہوا کہ اے پرندے تجھ کو تیرے خالق کی قسم تو میرے ہاتھ پر بیٹھ جا، چنانچہ وہ پرندہ اڑ کر اس کے ہاتھ پر بیٹھ گیا، پھر اس سے کہا کہ واپس اپنی جگہ چلا جا وہ چلا گیا پر اس نے اس کو اپنے والد کی طرف بلایا وہ پرندہ نہ آیا اس لڑکے نے اپنے والد سے کہا کہ آپ نے مجھ کو اولیاء اللہ کے درمیان رسوا کر دیا کہ دنیا کی محبت میں غرق ہو چکے ہو میں نے آپ سے فرقت کا ارادہ کر لیا ہے پھر وہ بغداد سے نکل گیا اور اس نے مختصر سا سامان ساتھ لیا جس میں ایک انگوٹھی تھی اور قرآن کریم تھا لیکر چلا گیا اور مزدوری کرنے لگا اور اپنی مزدوری کا صرف ایک درہم اور کچھ پیسے لے لیا کرتا تھا، ابو عامر بصریؒ اس دور کے ایک بہت بڑے واعظ تھے کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن اس کو اپنے کام پر بطور مزدوری کے لیا اس اللہ کے بندے نے اکیلے ہی دس مزدوروں کے برابر کام کیا ایسا لگتا ہے کہ اس کے ساتھ ایک مخلوق کام کر رہی ہے، میں نے اس دن کے بعد اس کو تلاش کیا تو اس کو ایک جنگل میں پایا وہ وہاں بیمار پڑا تھا اور سخت حالت میں تھا اس نے مجھ کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا

یَـا صَـاحِبِـیْ لَا تَـغْتَـرِرْ بِتَنَعُّمٍ فَـالْـعـمـرُ یُـنْـفَـذُ وَالنَّعِیْمُ یَزُوْلُ

فَـاِذَا حَمَلْتَ عَلَی الْقُبُوْرِ جَنَازَةً فَـاعْـلَـمْ بِـاَنَّکَ بَعْدَهَامَحْمُوْلٌ

پھر مجھ کو غسل و تکفین کی وصیت کی اور جو قمیص و جبہ اس نے زیب تن کر رکھا

تھا اس میں کفن دینے کیلئے کہا میں نے کہا کہ اے دوست تجھ کو کیا نئے کپڑے میں کفن نہ دے دوں کہنے لگا کہ نیا کپڑا تو زندہ لوگوں کی زیادہ ضرورت ہے مجھ کو اس کی ضرورت نہیں ہے، اے ابو عامر کپڑے پرانے ہو جاتے ہیں اور اعمال صالحہ باقی رہ جاتے ہیں اور یہ انگوٹھی اور مصحف ہارون رشید کو پہنچا دینا اور کہہ دینا کہ تیرے غریب الوطن بیٹے نے کہا ہے کہ غفلت پر ہمیشہ نہ رہو بہت ہو گیا ہے، ابو عامر کہتے ہیں میں نے اس کو غسل دیا اور کفن دیا اور اس کی وصیت کے مطابق انگوٹھی و مصحف ہارون رشید بادشاہ کو پہنچا دیا اور جو کچھ قصہ ہوا بیان کیا اس نے پوچھا کہ کیا تم نے بھی اس میرے لخت جگر نور نظر سے کام لیا، کیا کام لیا، میں نے بتایا کہ مزدوری کرائی گارے مٹی کی حالانکہ اس کی حضور پاک ﷺ سے قرابت تھی، میں نے کہا مجھ کو کچھ معلوم نہ تھا بعد میں معلوم ہوا، اچھا تم نے اس کو غسل دیا میں نے کہا جی ہاں غسل دیا اور سب کچھ کیا اس نے میرے ہاتھ چومے اور اپنے سینہ پر رکھے پھر اس کی قبر کی زیارت کیلئے آیا میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ ایک شاندار تخت پر بیٹھا ہے میں نے اس سے معلوم کیا اس نے کہا کہ میں ایسے رب کے پاس پہنچا ہوں جو مجھ سے راضی ہیں اور مجھ کو وہ سب کچھ دیا ہے جس کا کسی کو خیال بھی نہیں ہو سکتا ہے جو بندہ خدا میری طرح دنیا سے نکل جائے گا اللہ پاک اس کا میری طرح اکرام فرمائیں گے یہ وہی بات ہے جس کو آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جو اللہ کے پاس ہے مؤمن کیلئے وہ بہت بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ ہماری عبادات وطاعات اللہ کی ایک نعمت کا مقابلہ بھی

نہیں کرسکتی ہیں اور ہم آخرت کی نجات اور مغفرت اور وہاں کا عیش وعشرت چاہتے ہیں جو بغیر فضل الٰہی کے ممکن نہیں ہے۔

دنیوی حکومت کی قیمت

ابن سماک ایک بہت بڑے بصرہ کے عابد وزاہد بزرگ گذرے ہیں وہ ایک بار ایک بادشاہ کے دربار میں داخل ہوئے اس کے ہاتھ میں پانی کا پیالہ تھا اور اس سے پانی پی رہا تھا اس نے نصیحت کی فرمائش کی فرمایا کہ اگر یہ پانی کا ایک گھونٹ ساری حکومت کے بدلہ میں دئے جانے کا اعلان ہوجائے ورنہ تو تو پیاسا رہ جائے گا کہا تم اس کے لئے تیار ہو جاؤ گے کہ ساری حکومت دیدو کہنے لگا بالکل تیار ہوجاؤں گا، فرمایا کہ یہ اس حکومت کی قیمت ہے لہذا تم اس سے خوش نہ ہو جس کی قیمت ایک گھونٹ پانی کے برابر بھی نہیں ہے بوقتِ پیاس، ایسے ہی ہر ہر سانس کی قیمت ہے جو ہر وقت انسان کو مل رہے ہیں اگر ہوا بند ہوجائے انسان مرجائے اگر یہ انسان کسی گرم حمام میں محبوس کردیا جائے یا گہرے کنویں میں تو مرجائے لہذا بندہ پر لازم ہے کہ عبادت الٰہی میں مشغول ہوکر اللہ کی نعمتوں کا شکرادا کرے اور سب سے افضل طاعت ایمان وتوکل ہے اور توکل بقول حضرت جنید بغدادیؒ یہ ہے کہ اپنے آپ کے وجود کو ایسا سمجھے جیسا کہ اس دنیا میں آنے سے قبل اس کا وجود تھا (روح البیان رص:۳۳۷رج:۸)۔

چونکہ اس آیتِ پاک میں ایمان والوں کی ایک صفت توکل ذکر کی گئی ہے اس لئے توکل کی حقیقت وفضیلت کو سمجھانا بہت ضروری ہے۔

(۱)وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًاO (سورۂ طلاق آیت:۳)۔

اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرلے سو وہ اس کیلئے کافی ہے، بلاشبہ اللہ اپنا کام پورا ہی کر کے رہتا ہے، بیشک اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ مقرر فرمایا ہے (انوارالبیان)۔

(۲)وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَايَمُوْتُ O (سورۂ فرقان آیت:۵۸)۔

اور آپ اسی ذات پر بھروسہ کیجئے جو زندہ ہے، جسے موت نہیں آئے گی (انوارالبیان)۔

(۳) وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِO (سورۂ شعراء آیت:۲۱۷)۔

اور آپ عزت والے رحم والے پر توکل کیجئے (انوارالبیان)۔

توکل علی اللہ کے فضائل اور طریقے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پاک پر مکمل اعتماد اور بھروسہ کرنا اور ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم کرنا اور ماننا بے حد ضروری ہے، اللہ پاک نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، اور بہترین شکل وصورت کے ساتھ عدم سے وجود بخشا، جو کل گزشتہ کچھ نہیں تھا اسکو اب کچھ بنا دیا، اور پھر اسکو عقل وشعور اور علم کی دولت سے مالا مال فرمایا اور بے حد وحساب نعمتوں سے نوازا، ایک بات بڑی عجیب وغریب ہے کہ وہ انسان جسکو تمام جہانوں کی تمام مخلوقات پر فضیلت اور فوقیت بخشی وہ توکل سے عاری اور خالی نظر آتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّاتَحْمِلُ رِزْقَهَااَللّٰهُ يَرْزُقُهَاوَاِيَّاكُمْ وَهُوالسَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، اور کتنے چوپائے ایسے ہیں کہ جو اپنی روزی

اپنے ساتھ اُٹھائے نہیں پھرتے ،اللہ اُنکو بھی روزی دیتا ہے اور تمکو بھی روزی دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والے ہیں،اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جب چوپائے ، چرند پرند، درند جنکے پاس بظاہر کوئی انتظام وانصرام نہیں ہوتا اُنکو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کھلاتے ہیں اور وہ اللہ پاک پر بھروسہ کرتے ہیں،تو وہ قادر تعالیٰ اشرف المخلوقات کو کیونکر نہیں کھلا سکتے جسکو اللہ پاک نے اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے پہلے ارشاداتِ الٰہیہ پیش کئے جاتے ہیں اور پھر احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں، جو انشاءاللہ العزیز ہمارے لئے مشعل راہ ثابت ہوں گی۔

معرکہ اُحد کے معاً بعد اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے حوصلوں کو بڑھانے اور ایمان میں اضافہ کے متعلق ارشاد فرمایا:قال اللّٰہ تعالیٰ : اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَاناً وَّقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ(آل عمران۱۷۳)۔

اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَالَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ(آل عمران۱۶۰)۔

وقال: وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ(الطلاق۳)۔

جن کو کہا لوگوں نے کہ مکہ والے آدمیوں نے جمع کیا ہے سامان تمہارے مقابلہ کو سو تم ان سے ڈرو،اور زیادہ ہوا،ان کا ایمان اور بولے کافی ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا: اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہ ہو سکے گا اور اگر مدد نہ کرے تمہاری تو پھر کون ہے جو مدد کر سکے تمہاری اس کے بعد۔

اور اللہ ہی پر بھروسہ چاہیئے مسلمانوں کو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ

اس کے لئے کافی ہے۔

وقال: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَاللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهٗ زَادَتْهُمْ إِيْمَاناً وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ(انفال:۲)۔

اور فرمایا: ایمان والے وہی ہیں کہ جب نام آئے اللہ کا تو ڈر جائیں ان کے دل، اور جب پڑھا جائے ان پر اس کا کلام تو زیادہ ہوجاتا ہے ان کا ایمان اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں (ترجمہ شیخ الہند)۔

توکل کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے معاملات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حوالہ کرکے اسی پر بھروسہ کیا جائے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ توکل یہ ہے کہ اسباب سے لاتعلق ہوکر اللہ پر بھروسہ کیا جائے، یعنی وہ توکل کی حقیقت میں اسباب کے اختیار کرنے کو بالکل بے کار چیز سمجھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ چیز توکل کے منافی ہے۔

دوسرے حضرات کا کہنا ہے کہ نہیں بلکہ اسباب کو اختیار کرنا اور ان ذرائع کو اختیار کرنا جن کاموں کو باری تعالیٰ نے کرنے کیلئے فرمایا اور مرادوں کے حصول کا ایک ذریعہ بنایا ان کو اختیار کرتے ہوئے اللہ کی ذاتِ پاک پر بھروسہ کرنا توکل ہے، یعنی اسباب وذرائع اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔

یہی بات حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے اس طرح منقول ہے کہ اسباب وذرائع کا چھوڑنا خلاف شریعت وسنت ہے اور صرف اسباب ہی پر بھروسہ کرنا اور ان ذرائع کو ہی سب کچھ جاننا یہ شرک ہے۔ یہی طریقہ ہے جملہ اہلِ علم کا اور یہ چیز ثابت ہے رسول اللہ ﷺ سے، ایک شخص نے معلوم کیا کہ میں سواری کو کھلا چھوڑ دوں اور اللہ پر بھروسہ کروں یا

باندھ کر بھروسہ کروں؟ فرمایا: باندھو پھر بھروسہ کرو (ترمذی شریف رج:۲رکتاب العلل)۔

فقال سعيد بن جبير: قد احسن من انتهى إلى ماسمع ثم قال سعيد بن جبير ثنا ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: عُرضت على الأمم فقال: فرأيت النبى معه الرهط، والنبى معه الرجل والرجلان، والنبى ليس معه أحد، إذرفع لى سوادٌ عظيم فقلت هذه أمّتى، فقيل هذا موسى وقومه ولكن انظر إلى الافق قال فنظرت فإذا سواد عظيم ثم قيل أنظر إلى هذا الجانب الآخر فإذا سواد عظيم فقيل هذه امتک ومعهم سبعون ألفا يدخلون الجنة بغير حساب ولا عذاب ، ثم نهض النبى صلى الله عليه وسلم فدخل فخاض القوم فى ذالک فقالوا: من هؤلاء صلى الله عليه وسلم وقال بعضهم: فلعلهم الذين ولد وا فى الاسلام بالله شيئاً قطّ وذكروا أشياء فخرج إليهم النبى صلى الله عليه وسلم فقال: ماهذا الذى كنتم تخوضون فيه، فأخبروه بمقالتهم فقال: هم الذين لا يكتوون ولا يسترقون ولا يتطيرون وعلىٰ ربهم يتوكلون ، فقام عكاشة بن محصن الأسدى فقال : أنا منهم يا رسول الله: فقال : أنت منهم ثم قام رجل آخر فقال أنا منهم يا رسول الله قال: سبقک بها عكاشة، اخرجاه فى الصحيح من حديث هشيم وغيره۔

سعید بن جبیرؒ کے پاس بیٹھا تھا انہوں نے کہا مجھ سے ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ

حضورﷺ نے فرمایا اگلی امتیں (معراج کی رات کو) میرے سامنے لائی گئیں، کسی پیغمبر کے ساتھ تو ایک امت تھی (بہت سے آدمی) اور کسی پیغمبر کے ساتھ تھوڑے سے آدمی، کسی پیغمبر کے ساتھ دس ہی آدمی، کسی پیغمبر کے ساتھ پانچ ہی آدمی کوئی پیغمبر اکیلا بھی گذرا (اس کا ایک بھی امتی نہ تھا) اور میں نے دیکھا تو ایک بڑی جماعت نظر آئی میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا، یہ میری امت ہے؟ انہوں نے کہا نہیں آسمان کے کنارے پر دیکھو میں نے دیکھا تو ایک بڑی جماعت ہے، جبرئیلؑ نے کہا یہ تمہاری امت ہے اوران کے آگے آگے جو ستر ہزار آدمی ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن سے حساب لیا جاوے گا نہ ان کو عذاب ہوگا (بے حساب وکتاب بہشت میں داخل ہوں گے) میں نے پوچھا اس کی وجہ کیا ہے؟ ولم یشرکوا انہوں نے کہا یہ دنیا میں نہ انگارہ سے داغ لگاتے تھے نہ کوئی منتر کرتے تھے (جھاڑ پھونک) نہ براشگون لیتے تھے (ہر حال میں) اپنے پروردگار پر ان کو اعتماد تھا، یہ حدیث سن کر عکاشہ بن محصن (ایک صحابی) کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! دعا فرمایئے اللہ مجھ کو بھی ان لوگوں میں کردے، آپﷺ نے فرمایا: یا اللہ! عکاشہ کو ان لوگوں میں کردے، پھر ایک اور شخص (سعد بن عبادہؓ) کھڑے ہوئے کہنے لگے یا رسول اللہﷺ میرے لئے بھی دعا فرمایئے اللہ مجھ کو بھی ان لوگوں میں کرے، آپﷺ نے فرمایا بس عکاشہ ان لوگوں میں سے ہو چکا (تیسیر الباری رص:۳٦٨رج:۸)۔

عن عمر بن الخطابؓ قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لو توكلت على الله حق توكله لرزقت كما يرزق الطير تغدوا خماصا وتروح بطاناً قال: وفي رواية يعقوب: لو أنكم تتوكلون

علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدوا خماصاً وتروح بطاناً (شعب الایمان،ص:٦٦،ج:٢)۔

حضرت عمر بن خطابؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ: اگر تو اللہ پر ایسا بھروسہ کر لے جیسا کہ اس پر بھروسہ کا حق ہے تو تجھے پرندوں کے مثل رزق دیا جائے گا کہ وہ صبح کو خالی پیٹ چلتے ہیں اور شام میں شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔

توکل کے متعلق حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا نظریہ

قال الإمام أحمد رحمة الله وليس فی هذالحديث دلالة علی القعود عن الكسب بل فيه ما يدل علی طلب الرزق، لأن الطير إذاغدت فانماتغد ولطلب الرزق وانماأراد وا والله تعالیٰ علم لو توكلوا علی الله تعالیٰ فی ذهابهم ومجيئهم وتصرفهم ورأوا أن الخير بيده ومن عنده لم ينصرفوا الا سالمين غانمين كالطير تغدو خماصا، وتروح بطانالكنتم تعتمد ون علی قوتهم وجلدهم ويغشون ويكذبون، ولا ينصحون وهذ خلاف التوكل (شعب الایمان،ص:٦٦ تا٦٧،ج:٢)۔

حضرت امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس حدیث میں اس بات پر دلالت نہیں ہے کہ کمائی چھوڑ کر بیٹھ جائے، بلکہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ رزق تلاش کرے، اس لئے کہ پرندہ سے تشبیہ دی گئی ہے اور پرندہ پر توڑ کر نہیں بیٹھتا ہے، بلکہ جب وہ صبح کرتا ہے تو اپنے رزق کی تلاش میں نکل جاتا ہے تو حضرت رسول کریم ﷺ کی مراد یہ ہے کہ اگر اللہ پر توکل کریں، رزق کی تلاش میں، جانے میں، آنے میں، کام کرنے میں، اور یہ خیال کریں کہ خیر اسی کے ہاتھ میں ہے اور اسی کی طرف سے ہے، تو

جب واپس آئیں گے اور مال لیکرآئیں جیسے پرندہ صبح خالی پیٹ جاتا ہے اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتا ہے، لیکن لوگ جب جاتے ہیں تو اپنے قوت بازو پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں، اپنی مضبوطی پر اعتماد کرتے ہیں اور جا کر کھوٹ اور دھوکہ کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں اور خیر خواہی نہیں کرتے، یہی باتیں اللہ پر توکل کے خلاف ہیں۔

عن المطلب بن خطيب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: وماتركت شيئاً مماأمركم به الله إلاوقد أمرتكم به،وماتركت شيئاًممانهاكم الله عنه إلاوقدنهيتكم عنه۔

مطلب بن خطیب سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی جس کے ساتھ تمہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہو، مگر میں نے تمہیں اس کے بارے میں حکم نہ دے دیا ہو اور میں نے ایسی بھی کوئی چیز نہیں چھوڑی جس سے اللہ نے تمہیں منع کیا ہو مگر میں نے تم کو اس سے منع نہ کر دیا ہو۔ یقیناً جبرئیل امین نے میرے دل میں یہ بات ڈالدی ہے کہ ہرگز کوئی شخص اسوقت تک انتقال نہیں کرسکتا، جب تک کہ اپنا رزق پورا نہ کرلے لہذا تلاشِ رزق میں میانہ روی اختیار کرو۔

بڑے گناہ کیا کیا ہیں

اس کے بعد ایمان والوں کی یہ صفت مذکور ہوئی ہے کہ وہ بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں، بڑا گناہ بعض علماء نے فرمایا کہ شرک ہے کیونکہ شرک ظلم عظیم ہے، اور بعض علماء نے فرمایا کہ ہر وہ گناہ مراد ہے جس پر وعید وارد

ہوئی ہے اور دنیا میں سزا کا اعلان فرمایا گیا ہے، اللہ پاک نے دوسری جگہ فرمایا کہ اگر تم بڑے گناہوں سے بچو گے تو تمہارے چھوٹے گناہ معاف کردئے جائیں گے، اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کبائرالاثم سے اطلاق ان تمام گناہوں پر ہوتا ہے جو ہلاک کرنے والے ہیں کفر وشرک قتل نفس، بہتان تراشی، زنا اور اس جیسے بے حیائی کے کام، سحر، اکل مال یتیم، عقوق والدین، سود، سرقہ، شہادۃ زور، یمین غموس، اللہ سے بدظنی اور دنیا سے محبت وغیرہ وغیرہ، بعض علماء نے ان کی تعداد بے شمار کرائی ہے جیسے علامہ علاء الدین ترکستانی حنفیؒ وغیرہ اور کتاب الکبائر علامہ شمس الدین نے بھی ان پر کلام کیا ہے ان بڑے گناہوں میں سے چند یہ ہیں: نماز چھوڑنا، زکوۃ نہ دینا، روزہ نہ رکھنا، حج نہ کرنا، قطع رحم کرنا، فساد وفتنہ پھیلانا، مخلوق خدا میں سے کسی کو سجدہ کرنا، غیر اللہ کی قسم کھانا، بت پرستی، جمعہ یا جماعت کا بلا عذر ترک کرنا، صحابہ کرام کو بُرا کہنا، جواء، قمار، شراب نوشی، غیبت، جھوٹ، الزام تراشی، ظلم وزیادتی، آلات لہو کا استعمال کرنا، شطرنج، نرد کھیلنا، ناپ تول میں کمی کرنا، تکبر کرنا، حسد رکھنا، خیانت کرنا، بدعہدی، تجسس کرنا، غیر محارم عورتوں سے اختلاط رکھنا یہ جملہ امور وہ ہیں جن پر شریعت کی طرف سے وعیدات آئی ہیں اور بہت سے گناہوں پر سزا کا اعلان بھی ہے جن کو حد والے گناہ کہنا چاہئے۔

غصہ پی جانے کی فضیلت

اہل ایمان کی ایک صفت یہ بتائی گئی ہے کہ جب ان کو غصہ آتا ہے تو وہ معاف کردیتے ہیں، دوسری جگہ فرمایا گیا:

وَالْـكَـاظِـمِيْـنَ الْـغَيْـظَ وَالْعَـافِيْـنَ عَـنِ النَّاس (سورۂ آل عمران آیت:۱۳۱)۔

اور جو ضبط کرنے والے ہیں غصہ کو اور جو لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں (انوار البیان)۔

غصہ برداشت کرتے ہیں پی جاتے ہیں اور معاف کرنے والے ہیں، یعنی غضب نفسانی کے گلاس پی جاتے ہیں روحانی اور ربّانی منھ سے اور اس شیطانی صفت کو ٹھنڈا کر دیتے ہیں، ایک روایت میں ایسے لوگوں کی فضیلت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اپنا غصہ نافذ کرنے پر قادر تھا پھر اس نے برداشت کیا اللہ پاک اس کو اختیار دیں گے کہ جس حور سے چاہے وہ نکاح کرے۔

اللہ اور ان کے رسول کی بات پر لبیک کہنا

ایسے ہی ان کی ایک صفت یہ بتائی گئی ہے کہ جب ان کو ایمان کی طرف بلایا گیا تو انہوں نے اس کو قبول کیا یہ حضرات انصار ہیں جو دل کی گہرائیوں سے مہاجرین کی طرح ایمان کو قبول کرنے والے ہیں اور حق کی اطاعت کرتے ہیں جیسا کہ تمام معرکوں میں ان کا یہ وصف نمایاں ہوتا تھا، بدر، احد، خندق اور جملہ معرکوں یا اور دینی معاملات ہوں سب جگہ استیجابت یعنی بات ماننے کا وصف نمایاں ہے:

اَلَّـذِيْـنَ اسْتَـجَـابُوْا لِلّٰـهِ وَالـرَّسُـوْلِ مِـنْ بَـعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ (سورۂ آل عمران آیت:۱۷۱)۔

جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم مان لیا بعد اس کے کہ ان کو زخم پہنچ چکا تھا (انوار البیان ص ۵۲۶ ج:۱)۔

یعنی زخمی ہونے کی حالت میں دوبارہ راہِ خدا میں جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

پھر فرمایا کہ وہ حضرات نمازوں کو قائم کرنے والے ہیں یہ سب سے اہم فریضہ ہے بعد الایمان اس وجہ سے بالخصوص اس کا تذکرہ کیا گیا اس میں تمام ہی فرائض کی ادائیگی کا اہتمام مراد ہے نماز کے بارے میں ایک جگہ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے نماز کا ہی سوال ہوگا اگر یہ درست نکل گئی تو باقی تمام اعمال بھی درست نکل جائیں گے اگر فرائض میں کمی رہ گئی تو نوافل سے پوری کرائی جائے گی جیسا کہ ترمذی شریف کی روایت میں ہے:

إن أول ما يحاسب به العبد يوم القيمة من عمله صلوته فإن صلحت فقد أصلح أنجح وإن أفسدت فقد خاب وخسر فان انتقص من فريضة شيئا قال الرب تبارك وتعالٰى انظرو هل لعبدى من تطوع فيكمل بهاما انتقص من الفريضة ثم يكون سائر عمله على ذالک(ترمذی شریف رص:۵۵رج:۱)۔

قیامت کے دن بندہ سے جب اس کے اعمال کا حساب ہوگا تو نماز کا سب سے پہلے ہوگا اگر یہ صحیح ہوئی تو کامیاب ہوگیا اور نجات پالی اور اگر یہ صحیح نہ ہوئی تو یہ بھی نقصان اور گھاٹے میں رہا اگر فرائض میں کچھ نقص ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کے نوافل کو دیکھو اگر ہوں تو ان سے اس کمی کو پورا کردو، پھر اس کا ہر عمل اسی طرح ہوگا یعنی اسی طرح حساب کیا جائے گا۔

مشورہ کی فضیلت

ایمان والوں کی ایک صفت اس جگہ یہ بھی مذکور ہوئی ہے کہ ان کے کام باہم مشورہ سے طے ہوتے ہیں، معلوم ہوا کہ مشورہ نہایت اہم چیز ہے جس کا اہمیت کے ساتھ تذکرہ کیا جارہا ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بہترین عمل مشورہ ہے اور مشورہ نہ کرنا اپنی رائے چلانا بدترین شے ہے، اسی لئے ایک حکیم نے کہا کہ مشورہ سے ہزاروں رائے سامنے آجاتی ہیں جب کہ اپنی رائے ایک ہی بات ہوتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ جو استخارہ سے شروع کرتا ہے پھر مشورہ کرتا ہے اس کی رائے گمراہ نہیں ہوتی ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ مشورہ ندامت سے حفاظت کا قلعہ ہے، رسول اللہ ﷺ تو کثیر المشورہ تھے حالانکہ آپ ﷺ سب سے زائد عقل مند انسان تھے پھر آپ ﷺ کو مشورہ کرنے کا حکم آیا فرمایا گیا وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (سورۂ آل عمران آیت:۱۵۹) اور کاموں میں ان سے مشورہ لیجئے (انوار البیان)۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ امت کے جملہ حتیٰ کہ گھریلو کاموں میں بھی مشورہ فرماتے تھے، حضور ﷺ نے امت کو مشورہ پر ڈالا یہ سب کتاب اللہ کے اس حکم پر عمل تھا ورنہ رسول اللہ ﷺ کی رہبری تو وحی سے ہوتی تھی تو جن کے پاس وحی کا کوئی سلسلہ نہیں ہے ان کو کسقدر مشورہ سے کام لینا چاہئے مگر مشورہ دینے والوں پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنی ذاتی مصلحت کو پیش نظر نہ رکھیں بلکہ صحیح صحیح مشورہ دیں کیونکہ مشتار مؤتمن ہے یعنی جس سے مشورہ طلب کیا جارہا ہے مثل امانت کے رکھنے والے کے امانت کو صحیح لیجانے کا ذمہ دار ہے مخلصانہ وخیر خواہانہ انداز ہو ورنہ گنہگار ہوگا، اگر صحیح مشورہ نہ دیں جس کو صحیح

مشیر مل جائے وہ انسان کسقدر خوش قسمت ہے ورنہ آج کے دور میں صحیح مشورہ دینے والا بھی میسر نہیں آتا لوگ اپنی طبیعتوں میں نفاق چھپائے رکھتے ہیں حقیقی خیر خواہ کا وجود نادر ہوگیا ہے مشورہ شرت **العسل** سے ماخوذ ہے جب شہد کے چھتہ سے شہد نکالا جاتا ہے تو اس وقت بولا جاتا ہے کہ میں نے شہد نکالا ہے اسی طرح شوریٰ کے افراد مثل شہد کے چھتہ کے ہیں جن سے ایک بہترین رائے نکالی جارہی ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت

اسی طرح ایک صفت ان کی انفاق فی سبیل اللہ بھی ہے جس کا تذکرہ پہلے بھی گذرا ہے اس آیت مبارکہ میں انفاق کی فضیلت پر دلیل موجود ہے ایک جگہ باری عز وجل فرماتے ہیں:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ	مثال ان لوگوں کی جو اپنے مالوں
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ	کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے
اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ	جیسے ایک دانہ ہو اس نے اگائیں سات
سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ	بالیں ہر بال میں ہیں سو دانے اور اللہ چند
يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ	در چند کر دیتا ہے جس کیلئے چاہے اور اللہ
وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (سورۂ بقرہ آیت:۲۶۱)۔	وسعت اور علم والا ہے (انوار البیان)۔

معلوم ہوا کہ اخلاص فی الانفاق کا ثواب باری تعالیٰ بڑھاتے چلے جاتے ہیں خرچ کرنے والے کے اخلاص کے لحاظ سے اس لئے کہ اعمال ثواب کے لحاظ سے اخلاص کے مطابق ہوا کرتے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقات کرنے والا ایک کسان

کے مانند ہے اور کسان جب ماہر ہوتا ہے اور بیج بھی عمدہ ڈالتا ہے اور زمین بھی عمدہ صلاحیت والی ہوتی ہے تو کھیتی شاندار ہوتی ہے ایسے ہی مُصدق جس قدر نیک ہوتا ہے اور مال عمدہ دیتا ہے اور جگہ صحیح مل جاتی ہے یعنی اس کا مصرف بھی درست ہوتا ہے تو ثواب زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ احادیث شریفہ میں آیا ہے حضرت ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایک کھجور کے برابر صدقہ کرتا ہے حلال مال میں سے اور اللہ پاک حلال وطیب مال ہی قبول فرماتے ہیں تو اللہ پاک اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور صدقہ دینے والے کو اس قدر بڑا کر دیتے ہیں جیسا کہ تم اپنے گھوڑے وغیرہ کے بچہ کو پال کر بڑا کرتے ہو یہاں تک کہ وہ پہاڑ جیسا ہو جاتا ہے۔ یہاں ایک عجیب تشبیہ واقع ہوئی ہے کہ باری تعالیٰ کے ہاتھ مبارک میں صدقہ واقع میں بڑھ جاتا ہے اگر چہ چھوٹا ہوتا ہے یہ اس کے قبول کرنے پر موقوف ہوتا ہے اور قبولیت کے بعد بڑھ جاتا ہے اگر چہ اضافہ اور بڑھوتری دوسرے اعمال میں بھی ہوتی ہے مگر صدقہ میں اس لئے ذکر فرمائی گئی ہے کیونکہ اس میں طبیعت کی محبت جو مال سے وابستہ ہے بے مثال ہوتی ہے (روح البیان)۔

دوسری احادیث شریفہ میں فرمایا گیا ہے کہ صدقہ مومن کی جانب سے آفات دنیا کو دور کرتا ہے اور قبر کے عذاب وفتنہ کو بھی دور کرتا ہے اور قیامت کے عذاب کو بھی دور کرتا ہے کہیں وارد ہوا کہ سخاوت ایک درخت ہے جس کی اصل (جڑ) جنت میں ہے اور شاخیں دنیا میں لٹکی ہوئی ہیں جوان شاخوں کو بڑھائے گا جنت میں جائے گا، ایسے ہی

بخل ایک درخت ہے جس کی جڑ جہنم میں ہے اور شاخیں دنیا میں لٹکی ہوئی ہیں جو شاخ کو ہلائے گا جہنم میں جائے گا، خدا کی پناہ۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ بیواؤں اور مساکین پر خرچ کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کے مانند ہے کیونکہ کمانے میں بہت محنت ہے جیسے جہاد میں صبر وتحمل کا معاملہ دشوار ہے۔

حکایت

حکایت بعض بزرگوں کو دشمنوں نے پکڑلیا تا کہ بادشاہ کے پاس جا کر غلط سلط شکایت لگا کر ان کو واجب القتل قرار دیں اور ان کا قتل ہو جائے وہ بزرگ راستہ میں ایک نان بیچنے والے کے پاس سے گذرے انہوں نے اس سے روٹی خریدی اور اس کا نصف حصہ صدقہ کر دیا جب سلطان کے پاس حاضر ہوئے اس کی مجلس میں ان کے خلاف شکایت کیلئے گئے تو کسی کی بھی ہمت نہ پڑی یہ صدقہ کی برکت تھی، اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جہنم سے بچو چاہے آدھی کھجور صدقہ کر کے ہی کیوں نہ ہو تو جب کھجور کا آدھا ٹکڑا جہنم کی خطرناک آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بن سکتا ہے تو آدھی روٹی چھوٹی آگ سے بچاؤ کیوں نہیں ہوسکتی ہے، اللہ پاک نے حضرت موسیٰ کے پاس وحی بھیجی تھی کہ اے موسیٰ ہمیشہ باوضور ہا کرو اور صدقہ کیا کرو کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔

حضرت شبلیؒ کا حال

حضرت شبلیؒ سے کسی نے زکوٰۃ کے متعلق معلوم کیا فرمایا تم جیسوں پر تو ہر بیس درہم میں پانچ درہم ہیں اور ہم جیسوں پر بیس میں بیس درہم ہی ہیں یعنی صوفیا کا خدمت

میں سب کچھ خرچ کرنا اور اپنی توجہ اسباب سے سبب کی طرف لازم ہے، پوچھا یہ کس کا مذہب ہے، فرمایا صدیق اکبرؓ کا کہ انہوں نے اپنا سب کچھ خرچ کردیا تھا اور بالکل تجرد اختیار فرمایا تب بھی انسان بخل سے مکمل بچ سکتا ہے کچھ بھی باقی نہ رکھا حضرت فاطمہؓ نے ان کیلئے ایک کپڑا بھیجا اس سے اپنے کو چھپا کر حضور پاک ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے بعد میں حضرت جبرئیلؑ بھی اسی حال میں فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے یہ حالت ان کی اللہ پاک کو اس قدر پسند آئی اور کہا کہ اللہ پاک نے سلام فرمایا ہے اور یہ کہ میں تم سے راضی ہو گیا (روح البیان رص:۳۳۲رج:۸)۔

معلوم ہوا کہ دنیا کا ترک کرنا وسیلہ ہے اللہ پاک کی رضامندی کے حصول کا جیسا کہ ماسوی اللہ کا ترک ذریعہ ہے خود باری تعالیٰ کے وصول کا پھر یہ انفاق کچھ مال خرچ کرنے میں ہی منحصر نہیں ہے بلکہ ہر قسم کی بھلائی اور نیکی کو شامل ہے چاہے اس کا تعلق مال سے ہو یا اقوال وافعال سے ہو ہر معروف ایک قسم ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر بھلا کام صدقہ ہے مراد اس سے ہر وہ عمل ہے جس میں رضاء الٰہی معلوم ہو وہ کیا جائے، چاہے جو بھی کچھ ہو مریدین کو توحید ومعرفت تک لیجانا بھی اس میں شامل ہے کیونکہ معرفت الٰہی سب سے اشرف وافضل عمل ہے جبکہ مال دینے کا نفع اجساد کی حد تک ہے اور معارف الٰہیہ کا نفع قلب وروح تک ہے۔

ظلم کا بدلہ لینا

ان حضرات کے تعلق سے یہاں ایک صفت یہ بھی بیان ہوئی کہ جب ان پر ظلم وزیادتی ہوتی ہے وہ اس کا بدلہ مناسب انداز سے لیتے ہیں مگر بدلہ لینے میں زیادتی

سے بچتے ہیں اوپر تذکرہ تھا کہ غصہ کے وقت معاف کردیتے ہیں اور یہاں بدلہ لینے کا تذکرہ ہے، معلوم ہوا کہ ظلم کا بدلہ وانتقام لینا بھی جائز ہے بشرطیکہ تجاوز نہ ہو، چنانچہ ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ جوتم سے قتال کرے تم بھی اس سے قتال کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو، ابن زیدؒ نے فرمایا کہ یہاں پر مومنین کی دو قسمیں بیان ہوئی ہیں معاف کرنے والے اور دوسرے انتقام لینے والے، حضرت عطاءؒ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے متعلق فرمایا گیا ہے جن کو کفار نے ظلم کر کے مکہ سے نکالا تھا جب اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین میں تمکنت وقدرت دی تو انہوں نے ظالم کفار سے بدلہ لیا (بغوی رص:۱۴۳ رج:۴)۔

معلوم ہوا کہ بدلہ وانتقام لینا بھی جائز ہے تا کہ فساق وفجار ظالمین کو نیک لوگوں پر جسارت نہ ہو جائے اور ان کو معلوم ہو جائے کہ ان کے اندر بھی کچھ قدرت وہمت ہے، حضرت ابراہیم نخعیؒ جب اس آیت کو پڑھتے تو اس کی تفسیر بھی فرماتے کہ وہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے کو ذلت سے بچائیں تا کہ دوسرے لوگ ان پر جری نہ ہو جائیں معلوم ہوا کہ بدلہ لینا اور معاف کردینے کا معاملہ دونوں صفت ہی محمود ہیں اپنی اپنی جگہ پر، معاف کردینے سے فتنہ اور فساد کا زور کم یا ختم ہوتا ہو تو وہ بہتر ہے اور اگر بدلہ لینے سے ظلم وفساد کا زور لوٹتا ہو تو وہ بہتر ہے، بعض حضرات نے فرمایا کہ اول صفت خواص امت کی ہے اور دوسری صفت عام مؤمنین کی ہے (کذافی روح البیان رص:۳۳۴ رج:۸)۔

بدلہ برابر ہونا چاہئے زیادہ نہیں

اور برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی کے ساتھ انتقاماً لیا دیا جاسکتا ہے اور بدلہ کو برائی سے تعبیر کرنا صوری مشابہت کی وجہ سے ہے ورنہ برائی تو اس نے کی جس نے پہل کی

دوسرا تو مجبوری میں کارروائی کرر ہا ہوتا ہے، امام مقاتلؒ نے فرمایا کہ اس سے جراحات اور دماء (یعنی زخموں اور خون) میں قصاص لینا مراد ہے جس کی تفصیل ایک دوسری جگہ ہے:

اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ	کہ جی کے بدلہ جی، آنکھ کے
وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ	بدلہ آنکھ، ناک کے بدلہ ناک اور کان
وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ	کے بدلہ کان اور دانت کے بدلہ دانت
وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ (سورۂ مائدہ آیت:۴۵)۔	اورزخموں کا بدلہ برابر (معارف القرآن)۔

حضرت مجاہد اور سدیؒ نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو کوئی گالی دے تم بھی دفاع کر سکتے ہو حد میں رہتے ہوئے زیادتی نہ ہو جائے (بغوی رص:۱۳۰رج:۴) یہی بات حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے مثلاً کسی نے کہا اللہ تم کو رسوا کرے، یا لعنت کرے تو تم بھی ایسا ہی جملہ بول سکتے ہو لیکن مقابلہ کذب و بہتان میں جائز نہیں ہے کہ تم بھی اس پر تہمت لگاؤ یہ غلط ہے مجازرت کی اجازت بشرط المساوات دی گئی ہے، اور اگر ظالم کو معاف کردے تو اسکا اجر وثواب اللہ پاک کے ذمہ ثابت ہو جاتا ہے چونکہ بدلہ میں برابری بہت دشوار عمل ہے اس لئے کیا ہی بہتر ہے کہ معاف کردے اور چشم پوشی کرلے اور درگذر کردے۔

روایت میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ مظلوم کا فرشتے دفاع کرتے ہیں جبکہ وہ مظلوم بدلہ میں تعدی نہیں کرتا جب وہ بھی تعدی کرنے لگتا ہے تو نصرت خداوندی ہٹ جاتی ہے، منقول ہے کہ ایک بار حضرت صدیق اکبرؓ حضور نبی پاک ﷺ

کے پاس بیٹھے تھے اور وہاں ایک منافق ان کو برا بھلا کہہ رہا تھا اور صدیق اکبرؓ کچھ جواب نہ دیتے تھے اور رسول پاک ﷺ مسکراتے جاتے تھے کچھ دیر کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ نے جواب دینا شروع فرما دیا رسول پاک ﷺ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے صدیق اکبرؓ نے کہا یا رسول اللہ یہ شخص مجھ کو برا بھلا کہتا رہا آپ بیٹھے رہے کچھ میں نے شروع کیا آپ چلدئے فرمایا رسول پاک ﷺ نے جب تک تم خاموش تھے فرشتے تمہاری جانب سے جواب دیتے رہے اب جب تم نے جواب دیا شیطان درمیان میں کود پڑا اور میں ایسی مجلس میں نہیں رہتا جہاں شیطان ہوتو آیت کا یہ جز نازل ہوا کہ جو شخص معاف کردے اور اصلاح کرلے حضرت صدیق اکبرؓ کا معیار کیسا تھا کیونکہ اہل فضل تھے ان کا ثواب اللہ پاک کے ذمہ ہے اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ کہاں ہیں معاف کرنے والے لوگ آؤ اور اپنے رب سے اپنی اجرت اپنا اجر وثواب لے جاؤ جو مسلمان دوسرے مسلمان کو معاف کرے گا اللہ پاک اس کو بالضرور جنت میں داخل فرمائیں گے، اہل فضل کون ہیں نیز یہ بھی اعلان ہوگا اس وقت جب باری تعالیٰ تمام خلائق کو جمع فرمائیں گے کہاں ہیں اہل فضل یہ سن کر کچھ لوگ اٹھیں گے اور جنت کی طرف تیزی سے دوڑیں گے مگر بہت تعداد میں فرشتے پوچھیں گے بہت جلد جا رہے ہو کیا بات تو کہیں گے ہم اہل فضل ہیں وہ کہیں گے تمہارا فضل کیا ہے کہیں گے ہم پر جب ظلم ہوتا تھا صبر کرتے تھے جب ہم پر برائی کی جاتی تھی ہم صبر کے ساتھ معاف کر دیتے تھے جب

ہم پر جہالت برتی جاتی تھی ہم حلم سے کام لیتے تھے فرشتے کہیں گے جاؤ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ ایسے لوگوں کا بدلہ بھی عمدہ ہے (کذا فی روح البیان ص:۳۳۶ ج:۸)۔

اس کے بعد فرمایا ان لوگوں پر جنہوں نے ظلم کا بدلہ کوئی الزام نہیں ہے سزا نہیں ہے خود کا الزام یعنی سزا و گرفت تو ان پر عائد ہوتی ہے جو لوگوں پر ابتداء ظلم کرتے ہیں اور علاقوں میں ناحق فساد وفتنہ پھیلاتے ہیں ان لوگوں پر عذاب الیم ہے ان کے ظلم کی وجہ سے معاف کر دینا اور جو صبر کرے اور معاف کرے گا تو یہ اونچے حوصلہ کی بات ہے اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے (انوارالبیان) دل گردے کی بات ہے کیونکہ صبر کرنا بہت بڑے عمل کی بات ہے۔

روایت میں ہے کہ ازواج مطہرات نے جمع ہو کر حضرت فاطمہؓ کو حضور پاک ﷺ کی خدمت میں بھیجا یہ پیغام لیکر کہ ان کے ساتھ بھی ایسی محبت فرمائیں جیسی حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ فرماتے ہیں جب حضرت فاطمہؓ داخل ہوئیں تو حضرت رسول اللہ ﷺ حضرت صدیقہ کے پاس تشریف فرما تھے انہوں نے ازواج مطہرات کا پیغام پہنچایا جو کچھ انہوں نے کہلوایا تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو عرض کیا جی، حضرت نے فرمایا کہ پھر عائشہ سے بھی محبت کیا کرو وہ لوٹ گئیں اور جو کچھ جواب میں فرمایا تھا وہ ان کو سنایا ازواج مطہرات نے دوسری بار بھیجنا چاہا تو وہ تیار نہ ہوئیں تب انہوں نے حضرت زینب بنت جحش کو بھیجا اور یہ سب میں عابد وزاہد اہلیہ تھیں اور حضور پاک ﷺ کے نزدیک ان کا مقام ومرتبہ بلند تھا اور بقول حضرت صدیقہ کے بہت صاحب خیر عورت تھیں سخاوت میں بے مثل

تھیں اور میری برابری بھی یہی کیا کرتی تھیں انہوں نے آ کر بات شروع کی کہ دیگر ازواج کی یہ درخواست ہے کہ جیسا کہ محبت کا معاملہ عائشہ سے کیا جاتا ہے ہم سے بھی ہونا چاہئے پھر حضرت عائشہؓ کی طرف متوجہ ہوگئیں اوران کوسخت سست کہنا شروع کیا اولاً حضرت عائشہ سنتی رہیں پھر جب زیادہ ہی ہوگیا تو جواب دینا شروع کیا اوران کو خاموش کر دیا اور بہترین جواب دئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واقعی اپنے باپ کی بیٹی ہیں عائشہ سمجھداری میں اور جواب دینے میں ،معلوم ہوا کہ انتقام بالحق جائز ہے مگرعفوافضل ہے (کذافی روح البیان رص: ۳۳۷رج ۸)۔

یہاں دونوں قسم کی احادیث شریفہ آ گئی ہیں ایک حضرت صدیق اکبرؓ سے متعلق اوردوسری صدیقہ عائشہؓ سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے دونوں کودونوں موقعوں پر بہترین تعلیم دی وہاں صدیق اکبرؓ کے بلند ترین مقام کے لائق وہ چیز تھی جس کی ان کو ہدایت فرمائی اور یہاں کے مقام کے اعتبار سے یہی چیز مناسب تھی جوصدیقہؓ کوفرمایا سبحان اللہ العظیم۔

۱۹ررمضان المبارک

بموقع لاک ڈاؤن ۱۴۴۱ھ

عظمتِ خداوندی

چونکہ ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے سورۂ انفال کی آیت:۲ تا۴/پ۹/ میں کچھ صفات کا تذکرہ فرمایا گیا ہے، ارشاد باری عزاسمہ ہے:

(۳) اِنَّــمَـــا
الْـمُـؤْمِـنُـوْنَ الَّـذِيْـنَ اِذَا
ذُكِـرَاللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ
وَاِذَا تُـلِيَـتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهٗ
زَادَتْهُـمْ اِيْـمَـانًـا وَعَلٰى
رَبِّهِـمْ يَتَوَكَّلُوْنَ o اَلَّذِيْنَ
يُـقِيْـمُـوْنَ الـصَّلَاةَ وَمِمَّا
رَزَقْـنٰهُـمْ يُـنْـفِـقُـوْنَ o
اُولٰٓئِكَ هُـمُ الْـمُؤْمِنُوْنَ
حَـقًّـا لَهُـمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ
رَبِّهِـمْ وَمَـغْـفِـرَةٌ وَرِزْقٌ
كَــرِيْــمٌ o (سورۂ انفال آیت:۲)۔

بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں
کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا
ہے تو اس کی (عظمت کے استحضار سے) ان
کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں
ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے
ایمان کو اور زیادہ مضبوط کر دیتی ہیں اور وہ لوگ
اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور جو کہ نماز کی
پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو دیا ہے وہ
اس میں خرچ کرتے ہیں بس سچے ایمان
والے یہ لوگ ہیں ان کیلئے بڑے درجے ہیں
ان کے رب کے پاس اور ان کیلئے مغفرت
ہے اور عزت کی روزی (بیان القرآن۔

یعنی کامل ایمان والے حضرات وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ پاک کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب اللہ پاک کی ہیبت وجلال عظمت وکبریائی کے تصور سے ڈرنے

لگتے ہیں اور یہ خوف کمال ایمان کیلئے لازم ہے چاہے مقرب فرشتہ ہو یا مقرب پیغمبر ہو یا کوئی متقی و پرہیز گار مؤمن ہو، بخلاف خوف عقاب کے کہ وہ محض ذکر الٰہی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ معصیت کے استحضار سے اور عقاب باری کے تذکرہ سے پیدا ہوتا ہے جو گنہگاروں سے انتقام کے وقت ظاہر ہوگا، جو شخص گناہ کا ارادہ کرے گا جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو اس وقت وہ گناہ سے باز آجائے عقاب باری کے خوف سے اور ایک وہ شخص ہے جو محض ذکر الٰہی سے عظمت الٰہی سے بھر جائے یہ دوسرا شخص بڑے مرتبہ والے لوگوں سے سمجھا جائے گا، یہاں یہی تذکرہ ہو رہا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ایمان کی شان یہ ہے کہ اس کی وجہ سے دل نرم ہو جائے اور نفس کی کدورت سے صاف ہو جائے اور اس کی ظلمات سے پاک ہو جائے دل کی قوت اور سختی ذکر الٰہی سے نرمی کے اندر تبدیل ہو جاتی ہے اور اس شخص کو ذکر اللہ کا شوق پیدا ہو جاتا ہے یہ مبتدی حضرات کا حال ہے اور منتہی حضرات جو ذکر الٰہی سے طمانینت اور سکون پاتے ہیں ذکر الٰہی کی بدولت چنانچہ ایک جماعت آئی انہوں نے قرآن پاک سنا رونے لگے اور خوب آہ وبکا گریہ وزاری کی یہ دیکھ کر صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ ہمارا بھی ابتداء اسلام میں یہی حال تھا بعد میں دل سخت ہو گئے یعنی اطمینان وسکون کی کیفیت طاری ہو گئی (کذافی الروح رص:۳۱۲رج:۳)۔

معلوم ہوا کہ دل ذکر الٰہی سے نرم ہو جاتا ہے یہ ذکر اللہ کا ایک خاص اثر ہے جس کا ظہور قلب سے لیکر دیگر اعضاء تک ہوتا ہے یعنی کھال اور بال بھی نرم پڑ جاتے ہیں جس کو دوسری آیت میں ایسے فرمایا ہے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَیْلٌ لِّلْقَاسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِنْ ذِکْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ ذٰلِکَ هُدَی اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ هَادٍ (سورۂ زمر رآیت:۲۲،۲۳)۔

سو اللہ نے جس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیا سو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے، سو ہلاکت ہے ان لوگوں کیلئے جن کے دل ذکر اللہ کی جانب سے سخت ہیں یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں، اللہ نے بڑا اچھا کلام نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے جس کی باتیں آپس میں ملتی جلتی ہیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں اس سے ان لوگوں کے بدن کانپتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم ہوکر اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یہ اللہ کی ہدایت ہے اس کے ذریعہ وہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور اللہ جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں (انوارالبیان)۔

اتباعِ سنت اور ذکر اللہ کا گہرا تعلق ہے

(۸) لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰهَ کَثِیْرًا (سورۂ احزاب)۔

ترجمہ: بیشک تم لوگوں کیلئے اللہ کے رسول ﷺ کی ذاتِ اقدس میں بہترین نمونہ موجود ہے، یعنی ہر اس شخص کیلئے جو اللہ سے ڈرتا ہو اور قیامت کے دن کی حاضری سے ڈرتا ہو اور اللہ کو خوب یاد کرتا ہو۔

اس آیت شریفہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ عمل کرنے والوں کے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس میں ہرطرح کا نمونہ ہےاور یہ کہ ہر چیز میں اتباع شریعت وسنت لازم ہےان لوگوں کے لئے جوایمان رکھتے ہیں اورآ گے فرمایا گیا کہ یہ سب اس وقت تک مکمل نہ ہوگا جب تک کہ شریعت اورسنت کے ظاہر پرعمل کے ساتھ ساتھ خوب اللہ کو یاد نہ کرے،جس کی طرف اشارہ ہے **وَذَكَرَاللّٰهَ كَثِيْرًا** سے،اس میں یہ بتانا ہے کہ کثرت ذکر ہی سے اطاعتِ ربانی مکمل ہوگی اورحقیقت میں متبع سنت بنے گا۔

ذکرکا فائدہ کب ہوتا ہے؟

اس آیت کی تشریح میں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں: کہ ذکراللہ کا حقیقی فائدہ اس وقت ہوگا جب کہ کلماتِ ذکر کا مفہوم بھی سمجھتا ہوگا،مثلاً **سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُلِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِااللّٰهِ الْعَلِيّ الْعَظِيْمُ** جیسےکلمات کے معانی اورمفاہیم بھی اس کے ذہن میں ہونگے تب اصل فائدہ متحقق ہوگا،اوربعض علماء نے یہ کہا کہ لفظ مفرد فقط ''**اللّٰه**'' **یا قادر یا سمیع** وغیرہ ذکر نہیں ہیں اوراس پر ثواب بھی نہیں ملے گا،اسی طرف بعض علماء جیسا کہ امام نوویؒ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا رجحان ہے، بندہ مؤلف کہتا ہے کہ ہمارے اکابر نے اس قول کی تردید کی ہے، چنانچہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ ایسا کہنا غلط ہےاورحضرت نے اس پراس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں فرمایا گیا **لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَايُقَالَ فِى الْاَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰه** کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ روئے زمین پرکوئی اللّٰہ اللّٰہ کہنا والا باقی رہے گا۔

ایک روایت مسلم شریف میں ہے، حضرت شاہ صاحبؒ نے اس پر یہ بھی فرمایا کہ رسول پاک ﷺ نے اس کا سبق دیا ہے اور ترمذی شریف میں بھی یہ حدیث ''باب اشراط الساعۃ'' میں موجود ہے: حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے درس ترمذی میں فرمایا تھا کہ اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کا مفرد نام بھی ذکر ہے اور یہ بھی فرمایا تھا کہ علماء امت کی تحقیق کے مطابق دنیا کی روح ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' میں ہے جب روح نہ رہے گی تو دنیا ختم ہوجائے گی، اور قرآن مجید میں بھی ایسا ہی ہے **قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِی خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ** o آپ اللہ کا ذکر (بکثرت کیجئے) پھر ان کو (یعنی کفار کو) باطل میں دل لگی کرتے ہوئے چھوڑ دیجئے۔

علامہ ابن تیمیہؒ کا رد

علاوہ ازیں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن تیمیہ نے دعویٰ کیا ہے کہ اللہ مفرداً ذکر نہیں ہے اور مذکورہ دلائل میں تاویل سے کام لیا ہے (العرف الشذی رص ۵۱۴) آگے حضرت مولانا محمد انور صاحب رقمطراز ہیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ خود بھی ذکر اسم ذات مفرداً کرتے تھے اور اپنے مریدین ومتوسلین کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے، نیز حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ''القول الجمیل'' میں قادریہ کا طریق ذکر فرمایا ہے کہ ان کے یہاں پہلے آٹھ تسبیح، پانچ اللّٰہ اللّٰہ اسم ذات کی اور تین لا الٰہ الا اللّٰہ نفی واثبات کی ہیں، کیا یہ بدعت ہے؟ نیز حضرت بلالؓ جب امیہ بن خلف ان کو زدوکوب کرتا تھا تو ''اَحدٌ احدٌ'' کا نعرہ لگاتے تھے (ابن ماجہ رص ۱۴) کیا یہ بھی بدعت تھا؟ نیز الیواقیت والجواہر میں حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے ولذکر اللّٰہ اکبر کی شرح میں تحریر فرمایا ہے کہ اسم ذات ''اللّٰہ'' کا ذکر دوسری تمام اسماءِ

الٰہیہ کے ذکر سے اکبرواعظم ہے، وہ بھی پڑھ کر سنایا تو حضرت اقدس رائپوریؒ بہت مطمئن وخوش ہوئے (ملفوظات حضرت رائپوری/ص۵)۔

نوٹ: یہ ملفوظ گرامی اس لئے بھی اہم ہے کہ اس میں ذکر اسم ذات مفرداً کی پوری تحقیق ہے اور علامہ ابن تیمیہ کے تفرد کا رد بھی ہے، اس زمانہ میں سلفی وتیمی حضرات ان کے تفردات کے قائل ومعتقد ہیں اور اپنی جماعت کے بھی بعض علماء کرام ان سے غلط فہمی کی وجہ سے یا اپنے دلائل سامنے نہ ہونے کے باعث متاثر ہوجاتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیت میں بھی اللہ کا ذکر بکثرت کرنے والوں کے حالات اور ان کی روحانی کیفیات کا بیان آیا ہے جس میں دل کی نرمی اور کھالوں کی نرمی کا خاص ذکر بھی آیا ہے وہ بھی یہی ہے۔

تلاوت سے ایمان میں زیادتی

ایمان والوں کی ایک صفت اس جگہ یہ مذکور ہوئی کہ جب ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان تلاوت سن کر بڑھ جاتا ہے یعنی تلاوت کی برکت سے ان کے سینہ میں نور یقین پیدا ہوجاتا ہے اور وہ طاعت الٰہی کی زیادتی کے ساتھ ان کے اعضاء پر ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ امام کاشفیؒ نے فرمایا ہے۔ پھر ان کی توکل علی اللہ کی کیفیت کا بیان آیا ہے کہ وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں دنیا پر نہیں اور نہ دنیا والوں پر، یعنی جو شخص نور ایمان سے جمال حق تعالیٰ اور اس کے جلال کا مشاہدہ کرلیتا ہے تو حق تعالیٰ کی معرفت کے سمندر میں غرق ہوجاتا ہے وہ دوسروں کیلئے فارغ نہیں ہوتا اور تمام چیزوں کو قدرت الٰہی کے تحت کمزور دیکھتا ہے پس اس کا

بھروسہ اسی کی ذات عالی پر ہوتا ہے نہ کسی اور غیر پر کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہر کہ او در بحر مستغرق شود فارغ از کشتی از زورق شود

غرقۂ دریا بجز دریا ندید غیر دریا ہست بروی ناپدید

ان کے ایمان اور قلب کی خشیت ورقت کا حال عظمت الٰہی کی وجہ سے توکل ذکر کرنے کے بعد ان کے اعمالِ حسنہ: نماز، صدقات کا بیان فرمایا ہے اور پھر ایک بہت بڑی بشارت سے ان کو نوازا گیا ہے **اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا** کہ یہی حضرات مکمل ایمان والے حضرات ہیں ایسے لوگوں کیلئے ان کے رب کے پاس مخصوص قرب علو مرتبت، بلندی درجات، اور مغفرت اور رزق کریم جو ہر قسم کے خوف سے پاک وصاف ہوگی مقرر کی گئی ہے۔

نماز اعمال قلبیہ میں سب سے بڑی عبادت ہے، امام قشیریؒ نے فرمایا کہ رزق کریم وہ ہے جو مرزوق یعنی رزق پانے والے کو رزاق تعالیٰ سے باز نہ رکھے (روح البیان ص:۳۱۳ ج:۳)۔

۲۰ رمضان المبارک بوقت سحری ۱۴۴۱ھ
بموقع لاک ڈاؤن گنگوہ انڈیا

تمام ہی انبیاء پر ایمان لانا فرض ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۴) قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

(سورۂ بقرہ آیت: ۱۳۶، ۱۳۷)۔

تم لوگ کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو نازل کیا گیا ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ پر اور ان کی اولاد پر اور اس پر بھی جو عطا کیا گیا موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور جو کچھ عطا کیا گیا دیگر انبیاءؑ کو ان کے رب کی طرف سے ہم ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں، سو اگر وہ ایمان لے آئیں ان چیزوں پر جن پر تم ایمان لائے تو وہ ہدایت پا جائیں گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو بس وہ مخالفت ہی میں لگے ہوئے ہیں، پس عنقریب اللہ آپ کی طرف سے ان کے لئے کافی ہوگا اور وہ سمیع ہے اور علیم ہے (انوارالبیان)۔

تشریح: حضرات علماء فرماتے ہیں کہ کوئی فرد بشر بھی اس وقت تک مکمل ایمان والا نہیں بن سکتا ہے جب تک کہ تمام انبیاء اور تمام کتب منزل من اللہ پر ایمان نہ رکھتا ہو،

لہذا انسانوں پر لازم ہے کہ خود بھی، اپنی اولاد، عورتوں اور خادموں کو انبیاءؑ کے نام اور ان کے حالات بتائیں اور ان پر ایمان رکھنے کا حکم کریں تب ہی ایمان مکمل ہوگا اور آیتِ کریمہ کے مقتضی پر عمل ہوگا (کذا فی الوسیط ج ۱ ص ۲۲۱)۔

اور ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بھی نبی کی شان میں گستاخی اور اس کی نبوت کا انکار کفر کو مستلزم ہوگا، الحمدللہ یہ نعمت مسلمانوں کو حاصل ہے کہ انبیاءؑ کی تعظیم کرتے ہیں اور ان پر ایمان رکھتے ہیں اور ان پر جان ودل سے فدا ہوتے ہیں بخلاف یہود ونصاریٰ اور دوسرے لوگوں کے کہ وہ صرف اپنے انبیاءؑ ہی کو مانتے ہیں دوسرے انبیاء کی تکذیب کرتے ہیں، جب کہ ان کے نبیوں نے خود اس بات کا حکم فرمایا کہ ہمارے بعد سب سے بڑے نبی اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا تب نجات ہوگی۔

ایمان کے کام

ارشادِ باری تعالیٰ شانہ ہے:

(۵) لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ	نیکی اس میں نہیں ہے کہ تم
تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ	اپنے چہروں کو مشرق اور مغرب کی
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ	طرف پھیر لیا کرو لیکن نیکی یہ ہے کہ
الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ	کوئی شخص اللہ پر ایمان لائے اور
الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتَابِ	آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر اور
وَالنَّبِيّٖنَ وَآتَى الْمَالَ عَلٰى	کتابوں پر اور نبیوں پر اور اپنا مال دے

حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی	اس کی محبت ہوتے ہوئے قرابت والوں
وَالْمَسَاکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ	کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور
وَالسَّائِلِیْنَ وَفِی الرِّقَاب ٥	مسافروں کو اور سوال کرنے والوں اور
وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ	گردنوں کے چھڑانے میں اور قائم
وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ	کرے نماز کو اور ادا کرے زکوٰۃ کو اور جو
اِذَاعَاھَدُوْا وَالصَّابِرِیْنَ فِی	پورا کرنے والے ہیں اپنے عہد کو جبکہ وہ
الْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ	عہد کریں اور صبر کرنے والے ہیں سختی
الْبَأْسِ اُوْلٰـئِکَ الَّذِیْنَ	میں اور تکلیف میں جنگ کے موقع پر یہی
صَدَقُوْا وَاُوْلٰـئِکَ ھُمُ	لوگ ہیں جنہوں نے سچائی کی راہ
الْمُتَّقُوْنَ٥ (سورۂ بقرہ آیت:۱۷۷)۔	اختیار کی اور یہی لوگ متقی ہیں (انوارالبیان)۔

تشریح: علامہ ابو حیان اندلسیؒ اپنی تفسیر البحر المحیط میں لکھتے ہیں: حضرت قتادہؒ اور حضرت مقاتلؒ نے فرمایا کہ یہ آیت یہود ونصاریٰ کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے، یہود مغرب کی طرف اور عیسائی مشرق کی طرف اپنی عبادات میں رخ کرتے ہیں اور اسی کو سب سے بڑی عبادت خیال کرتے ہیں۔ مفسرین کی ایک جماعت جن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہدؒ، ضحاکؒ جیسے حضرات ہیں فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں جب کوئی مسلمان ہوتا اور شہادتین کا اقرار واعتراف کر لیتا تو کسی بھی جانب رخ کر کے نماز پڑھ لیا کرتا اور اس پر اس کا انتقال ہو جاتا اس کے لئے جنت ثابت وواجب ہو جاتی، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور

احکامات تفصیلاً نازل ہوئے اور کعبۃ اللہ کو مستقل طور پر قبلہ قرار دے دیا گیا تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو اس میں مسلمانوں کو بھی سمجھانا تھا کہ یہود ونصاریٰ کی طرح تم بھی کعبۃ اللہ کی طرف رخ کرنے کو ہی سب کچھ تصورمت کرلینا ابھی بہت کام اور بھی باقی ہیں جو ایمان کے متقاضی ہیں اوران سے ایمان میں استحکام پیدا ہوتا ہے اور وہ بہت ضروری ہیں تب بھلائی والے بنوگے اور وہ کام یہ ہیں:

(۱) اللہ پاک پر ایمان لائے اور ساتھ ساتھ قیامت کے دن پر ایمان لائے اور فرشتوں، کتابوں، نبیوں پر ایمان لائے ۔ حدیثِ جبرئیل علیہ السلام میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جبرئیل علیہ السلام نے معلوم کیا کہ ایمان کیا ہے؟ فرمایا کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور فرشتوں، کتابوں، رسولوں، قیامت کے دن پر تقدیر پر کہ خیر وشر سب اللہ پاک کی طرف سے ہے۔ تمام عقائد جن کا تعلق ایمان سے ہے وہ سب اس آیت کریمہ میں داخل ہیں جن کی تفاصیل اہل سنت والجماعت کے عقائد کی کتابوں میں موجود ہیں اس کو سمجھنا بہت ضروری ہے، اللہ پاک پر ایمان میں ان کی ذات وصفات کے بارے میں کیا عقائد ہونے چاہئے وہ سب شامل ہیں، رسولوں پر ایمان میں ان کے بشریت وصداقت، طہارت، عفت وعصمت اور عالم الغیب نہ ہونے کے عقائد آگئے ہیں، اسی طرح کتابوں اور دیگر رسولوں کے سلسلہ میں ہے۔

(۲) مال کے سلسلہ میں، اللہ کے حقوق، بندوں کے حقوق اور مال کی ادائیگی ہیں جن میں سے زیادہ اہم اقرباء، رشتہ داروں اور اہل وعیال ومتعلقین کے حقوق ہیں

جن کی تفاصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔ اسی طرح یتیموں ،غریبوں، مسافروں اور سائلین اور غلاموں کی حریت میں تعاون کے معاملات ہیں۔

(۳) نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، وعدہ پورا کرنا اور غربت ومصیبت میں صبر سے کام لینا، اسی طرح جہاد کے موقع پر دشمن کے مقابلہ میں جم کر رہنا یہ سب ایمان کے کام ہیں، ان کے بعد صادقین اور متقین میں داخلہ ملے گا۔ علامہ واحدیؒ تفسیر الوسیط رص۲۶۳ رج ۱ رمیں لکھتے ہیں کہ جو شخص اس آیت پر عمل کرے گا اس کا تو ایمان مکمل ہوگا، نیز لکھتے ہیں کہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے ایمان کے متعلق سوال کیا تو حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ لیس البر الخ اس کے سامنے تلاوت فرمائی، وہ کہنے لگا کہ میں نے بُرائی اور بھلائی کے بارے میں معلوم نہیں کیا تھا بلکہ ایمان کے بارے میں معلوم کیا تھا، تو حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا تھا اور اس نے ایمان کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی تھی تو اس نے بھی ایسا ہی کہا تھا جیسا کہ تو نے کہا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ قریب ہو جاؤ مؤمن جب نیک کام کرتا ہے تو اس کا دل خوش ہوتا ہے اور ثواب کا امیدوار ہوتا ہے اور جب اس سے کوئی غلطی ہوتی ہے تو اس کے دل میں احساس و تکلیف ہوتی ہے اور اس کی سزا سے ڈرنے لگتا ہے۔

آیت پاک میں ایمان کے بعد مال خرچ کرنے کا تذکرہ ہے۔

سب سے افضل صدقہ کونسا ہے

مزید تفسیری نکات: جب حضور ﷺ سے معلوم کیا گیا کہ سب سے افضل صدقہ کونسا ہے تو ارشادفرمایا کہ تم اس حالت میں صدقہ وخیرات کروکہ تم تندرست ہواور عیش وعشرت بھری زندگی گذارو یا ادھر طبیعت مال کی محبت سے بھری ہو پھر دوسروں کو دیدے بخلاف اس صورت حال کے جان آخری مرحلہ میں ہوتو کہہ رہا ہوکہ فلاں کیلئے اتنے فلاں کیلئے اتنے پیسے ہیں مال ودولت ہے اس کو دیدینا، ایک روایت میں ہے کہ صدقہ وہ سب سے اہم عمل ہے جورب کے غصہ کوٹھنڈا کرنے والا سب سے بڑا عمل ہے

الصدقة تطفئى غضب الرب وتدفع مية السوء (شعب الایمان رص:۲۱۳رج:۳)۔

ترمذی شریف کی روایت میں ہے: صدقہ سب سے بڑی مخلوق ہے۔

عن أنس بن مالکؓ	حضرت انس ابن مالکؓ
عن النبی صلی الله علیه	رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں
وسلم قال لما خلق الله	کہ فرمایا جب زمین بنائی تو وہ حرکت
الأرض جعلت تمید فخلف	کرنے لگی چنانچہ پہاڑ بنائے اور
الجبال فقال بهاعلیها	انہیں حکم دیا کہ زمین کو تھامے رہو
فاستقرت فعجبت الملائکة	فرشتوں کو پہاڑوں کی مضبوطی پر تعجب
من شدة الجبال فقالوا یارب	ہوا تو انہوں نے عرض کیا اے رب کیا
هل من خلقک شیء اشد من	آپ کی مخلوقات میں پہاڑوں سے

الجبال قال نعم الحديد قالوا يا رب فهل من خلقك شيء أشد من الحديد قال نعم النار قالوا يارب فهل من خلقك شيء أشد من النار قال نعم الماء قالوا يارب فهل من خلقك شيء أشد من الماء قال نعم الريح قالوا يارب فهل من خلقك شيء أشد من الريح قال نعم ابن آدم تصدق بصدقة بيمينه يخفيها من شماله (ترمذی شریف رص:۱۷۴رج:۲)۔

زیادہ سخت بھی کوئی چیز ہے؟ فرمایا ہاں، لوہا، عرض کیا لوہے سے زیادہ سخت بھی کوئی چیز ہے؟ فرمایا ہاں آگ، عرض کیا اس سے سخت؟ فرمایا پانی، عرض کیا اس سے سخت فرمایا، ہوا، عرض کیا اس سے سخت؟ فرمایا ہاں اس سے بھی سخت ہے اور وہ ابن آدم ہے جو دائیں ہاتھ سے صدقہ کرتا ہو اور اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوتی ہو (ترمذی مترجم رص:۴۳۱رج:۲)۔

اس روایت میں ہے کہ صدقہ جو مومن انسان کرتا ہے ماقبل میں ذکر کردہ ساری مخلوقات سے بڑا بتایا گیا ہے کیونکہ صدقہ میں نفس کی مخالفت طبیعت پر زور شیطان سے لڑائی کرنی پڑتی ہے اور یہ بات کتنی مشکل ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ صدقہ رب کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے میں بہت بڑا اثر رکھتا ہے اور غضب الٰہی کے سامنے کوئی مخلوق نہیں ٹھہر سکتی ہے بالفرض ہواؤں کے ذریعہ کسی جگہ اللہ کا عذاب اتر

رہا ہو اور کوئی شخص پوشیدہ طور پر صدقہ وخیرات میں مشغول ہو تو اس کے ذریعہ وہ عذاب الٰہی سے بچ جائے گا لہٰذا صدقہ ہواؤں سے زیادہ سخت واقع ہوا یعنی طاقت ورعمل ثابت ہوا اور خرچ کے چند اہم ترین مصارف: رشتہ دار، یتیم مسکین، مسافر، سائل، غلاموں کی آزادی کا تذکرہ فرمایا گیا (نمبر:۱) بارے میں ارشاد نبوی ہے۔

عن سهل بن سعد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أناو كا فل اليتيم كهاتين وأشار باصبعيه يعنى السبّابة والوسطى (ترمذی شریف رص:۱۳رج:۲)۔	حضرت سہل ابن سعدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں جنت میں یتیم کی اس طرح کفالت کرنے والا ہوں اور پھر اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ کیا یعنی شہادت اور بیچ کی انگلی۔
عن بن عباسؓ أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: قال من قبض يتيما من بين المسلمين إلى طعامه وشرابه أدخله الله الجنة البتة إلا أن يعمل ذنبا لا يغفر (ترمذی شریف رص:۱۳رج:۲)۔	حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مسلمانوں میں سے کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شامل کرے گا اللہ تعالیٰ بلاشک وشبہ اسے جنت میں داخل کریں گے الا یہ کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جو معاف نہ کیا جاتا ہو۔

عن صفوان بن سليم يرفعه إلى النبي صلى الله عليه وسلم قال: الساعي على الأرملة والمسكين كالمجاهد في سبيل الله أو كالذي يصوم النهار ويقوم الليل (ترمذی شریف رص:۱۸رج:۲)۔

حضرت صفوان بن سلیمؓ مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسکین یا بیواؤں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے کوشش کرنے والا جہاد کرنے والے مجاہد کی طرح ہے یا پھر ایسے شخص کی طرح جو دن میں روزہ رکھتا ہو اور رات میں نمازیں پڑھتا ہو۔

غریب رشتہ دار پر زکوٰۃ کا خرچ کرنا ڈبل اجر وثواب کا کام ہے، ایک رشتہ داری کا دوسرے صلہ رحمی کا، ارشاد نبوی ہے:

وعن سليمان بن عامرؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الصدقة على المسكين صدقة وهي على ذي الرحم ثنتان صدقة وصلة (مشکوۃ شریف رص:۱۷۱رج:۱)۔

حضرت سلیمان ابن عامرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسکین پر صدقہ کرنے میں ایک صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور رشتہ دار مسکین پر صدقہ کرنے میں ڈبل ثواب ہے ایک صدقہ کرنے کا دوسرا صلہ رحمی کرنے کا۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کل امرءٍ فی ظل صدقته حتی یقضی بین الناس أوقال یحکم بین الناس (شعب الایمان رص:۲۱۲رج:۳)۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر شخص اپنے صدقہ کے سایہ میں رہے گا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔

عن عقبة بن عامر عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال إن الصدقة لتطفی علی أهلها حر القبور وإنما یستظل المؤمن یوم القیامة فی ظل صدقته(شعب الایمان رص:۲۱۲رج:۳)۔

عقبہ ابن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صدقہ کرنے والے کی قبر کی گرمی کو بجھا دیتا ہے اور مؤمن قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سایہ میں رہے گا۔

عن معاذ بن جبلؓ قال کنت مع النبی صلی الله علیه وسلم فی سفر فأصبحت یوماقر یبا منه ونحن نسیر فقال ألاأدلک علی أبواب الخیر الصوم جُنّة والصدقة

حضرت معاذ ابن جبلؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا میں نے ایک دن صبح کے وقت میں حضور ﷺ کے قریب تھا دراں حالانکہ ہم چل رہے تھے حضور ﷺ

تطفی السیئة کما یطفی الــمــاء الـنـار وصـلاة الـرجل فی جوف اللیل ثـم تـلاالایة تتـجـافـی جـنـوبھم عن المضاجع (شعب الایمان رص:۲۱۳رج:۳)۔

نے فرمایا کیا میں آپ کی خیر کے ابواب پر رہنمائی نہ کروں روزہ ڈھال ہے اور صدقہ برائیوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور مرد کی نماز رات کے اخیر حصہ میں، پھر حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی تتــجــافــیٰ جنوبھم الخ۔

عن جریر بن عبدالله قال کنا عند رسول الله صلی الله علیه وسـلـم جـلـوساً فـی صـدرالـنـهـار فـجـاء قـوم حـفـاة عراة مجتابی الـنـهـارعلیهم العباء عامتهم من مضر بل کلهم من مضر فرأیت وجه رسول الله صلی الله علیه وسلم یتغیر لما رای بهم من الفاقة فدخل ثـم خرج فأمر بلالا فأقام فصلی الظهر فخطب فقال أیها الناس اتقوا ربـکـم الـذی خلقکم من نفس واحدة الخ ثم قرء یا أیها الذین امنوا اتـقوا الله ولتنظر نفس ما قدمت لغد الخ تصدق رجل من دیناره من درهمه من ثوبه من صاع بره من صاع تمره حتی قال ولو بشق تمرة قـال فـأتـاه رجل من الأنصار بصرة قد کادت کفه أن تعجزعنها بل قد عجزت عنها فدفعها إلی رسول الله صلی الله علیه وسلم فتتابع الـناس فی الصدقات فرأیت وجه رسول الله یتهلل کأنه مذهبة فقال

رسول الله صلی الله علیه وسلم من سن فی الاسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها من بعده من غیر أن ینتقص من أجورهم شئی ومن سن فی الإسلام سنة سیئة کان علیه وزرها ووزر من عمل بها من غیر أن ینتقص من أوزارهم شئی(کذا فی البیہقی رص:۲۰۱رج:۳)۔

حضرت جریر ابن عبداللہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم صبح صبح رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے تو چند لوگ آئے ننگے پاؤں ننگے بدن مفلس جن پر چوغہ تھا ان میں سے اکثر لوگ قبیلۂ مضر سے تھے بلکہ تمام ہی لوگ قبیلۂ مضر کے تھے میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ کو متغیر دیکھا اس فاقہ کی وجہ سے جو ان لوگوں پر نظر آ رہا تھا پھر حضور اندر داخل ہوئے اور باہر نکل کر حضرت بلال کو حکم دیا انہوں نے اقامت کہی پھر ظہر کی نماز پڑھی پھر حضور ﷺ نے خطبہ دیا اور یہ آیت پڑھی **یا ایها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة** الخ اس کے بعد یہ آیت پڑھی: **یا ایها الذین اٰمنوا اتقوا الله ولتنظر نفس ماقدمت لغد** الخ پھر ایک شخص نے دینار میں صدقہ کیا ایک نے درہم سے ایک نے کپڑے سے ایک نے ایک صاع گیہوں سے ایک نے ایک صاع کھجور سے یہاں تک کہ راوی کہتے ہیں کہ ایک نے کھجور کے ٹکڑے سے صدقہ کیا اور فرمایا کہ ایک انصاری ایک تھیلی لائے اور اس میں سے خود خرچ نہ کر پائے اور وہ تھیلی حضور ﷺ کو دیدی تو لوگ مسلسل صدقہ کرنے لگے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ دیکھا کہ آپ **لا الٰه الا الله** پڑھ رہے تھے اور چہرہ انور پر مسکراہٹ تھی پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے گا تو

اس کے لئے اس کا اجر بھی ہے اور جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان کے برابر اس کو بھی اجر ملے گا ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جو اسلام میں برا طریقہ جاری کرے گا تو اس کو اس کا بھی گناہ ملے گا اور ان لوگوں کے برابر بھی گناہ ملے گا جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہیں ہوگی۔

حضرت حذیفہ بن یمان کہتے ہیں کہ ایک سائل رسول اللہ ﷺ کے دور میں کھڑا ہوا اور اس نے کچھ سوال کیا لوگ خاموش رہے پھر ایک شخص نے اس کو دیا پھر دوسروں نے بھی دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اچھا طریقہ جاری کرے گا جو اس کی اتباع کرے گا اس کو اپنے عمل کا اجر وثواب تو ملے ہی گا اس کی اتباع کرنے والوں کے اجر کے جیسا اجر وثواب بھی ملے گا مگر ان کے اجر وثواب میں کچھ کمی واقع نہ ہوگی، ایسے ہی جو شخص کوئی برا طریقہ ایجاد کرے پھر جتنے لوگ اس کی اتباع کریں اس کو اس کے عمل کے ساتھ اس کے متبعین کے گناہوں کے بقدر گناہ ملے گا ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ ہوگا، پھر حضرت حذیفہؓ نے یہ آیت تلاوت کی: عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۔

حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے جہنم کا تذکرہ کیا اور اس سے اللہ پاک کی پناہ طلب کی اور چہرہ اقدس کے ساتھ اس سے ہٹ کر اشارہ کیا جیسا کہ سامنے ہو اور اس سے ہٹ رہے ہوں اور بار بار ایسا کیا اور ارشاد فرمایا کہ جہنم سے اپنے آپ کو بچاؤ اگر چہ ایک کھجور کا آدھا حصہ خرچ کر کے کیوں نہ ہو اگر وہ بھی نہ پاؤ تو اچھا کلمہ ہی بول دو یعنی اچھی بات کرنے کو کم مت سمجھو یہ بھی کار ثواب ہے (رواہ البخاری)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر دن انسان پر اس کے بدن کے ہر جوڑ کا صدقہ کرنا لازم ہے پھر فرمایا دو شخصوں کے درمیان انصاف کرا دینا بھی صدقہ ہے کسی کا اس کی سواری کے سلسلہ میں تعاون کرنا بھی صدقہ ہے اس کے سامان کو سواری پر رکھنا یا نیچے اتارنا سب صدقہ ہے اچھی بات کرنا بھی صدقہ ہے ہر ہر قدم جو نماز کیلئے اٹھاتا ہے اور جاتا ہے یہ بھی صدقہ ہے راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا بھی صدقہ ہے یعنی ثواب ہے (بیہقی ص:۲۰۲)۔

عہد کی پاس داری

پھر اہلِ ایمان کی ایک صفت کا بیان ہوا کہ وہ لوگ وعدے پورے کرتے ہیں اس میں اللہ پاک کے وعدے یعنی اوامر، نواہی، اور نذر وغیرہ کے معاملات بھی داخل ہیں اس طرح جملہ شریعت وسنت عہد الٰہی ہے اور جو عہد بندوں سے کئے گئے ہیں اور حدود شریعت میں رہ کر کئے گئے ہیں وہ داخل ہیں قرآن کریم نے ایک دوسری جگہ فرمایا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (اپنے معاملات پورے کرو)۔

منافق کی علامات نقض عہد

جبکہ وعدہ خلافی اور نقض عہد کو منافق کی عادت قرار دیا گیا ہے چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں ہے:

عن عبداللہ بن عمر أن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال أربع من کن فیه	عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ چار باتیں جس میں ہوں گی وہ خالص منافق ہے اور جس میں

کان منافقا خالصا ومن	ان چار کی ایک بات ہو اس میں ایک بات
کانت فیه خصلة منهن	نفاق کی ہے تاوقتیکہ اس کو چھوڑ نہ دے (وہ
کانت فيه خصلة من النفاق	چار باتیں یہ ہیں) جب امین بنایا جائے تو
حتى يدعها إذا اؤتمن خان	خیانت کرے، اور جب بات کرے تو
وإذا حدث كذب وإذا	جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو
عاهدغدر وإذا خاصم فجر	خلاف کرے، اور جب لڑے تو بیہودگی
(بخاری رص:۱۰رج:۱باب علامة المنافق)۔	کرے (صحیح بخاری شریف مترجم رص:۱۱۱رج:۱)۔

اور بعض روایات میں ہے من أعطىٰ عهد الله ثم نقضه لا ينظر الله إليه ومن أعطى ذمة رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم غدر فالنبی خصمه يوم القيامة کہ جس شخص نے اللہ کے نام کے ساتھ وعدہ کیا پھر اس کو توڑ دیا تو اللہ پاک اس کی طرف نظر نہیں کریں گے، اور جس نے نبی پاک ﷺ کے حوالہ سے عہد کیا پھر اس کو توڑ دیا تو نبی پاک ﷺ اس کے مقابل ہوں گے بروز قیامت (روح البیان) نیز یہ یہود علیہم اللعنہ کی عادت قبیحہ رہی ہے کہ بہت زیادہ وعدہ خلافی کیا کرتے تھے جس کا قرآن کریم نے بار بار تذکرہ کیا ہے کہ بہت غدار قوم تھی رسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ فرمایا ہر غدار کی سرین کے پاس ایک جھنڈا ہوگا بطور علامت کے کہ یہ غدار ہے اور اس سے بڑا کوئی غدار نہیں، جو بادشاہ اپنی رعایا کو دھوکہ دے اور ان سے غداری کرے (بخاری شریف رج:۲)۔

قرآن کریم نے اس علامت کا بار بار تذکرہ کیا ہے حضرت اسماعیلؑ کی

ایک صفت وعدہ کی سچائی تھی وفاء الوعد تھے، ایک شخص نے آنے کا وعدہ کیا آپ ﷺ تین دن اس کا انتظار کرتے رہے۔

مکن وعدہ اگر کردی وفا کن   طریق بے وفائی رار ہا کن

اس کے بعد ایمان والوں کی ایک اور صفت صبر کا تذکرہ فرمایا کہ وہ بہت صبر کرنے والے ہوتے ہیں باساء یعنی فقر وفاقہ کی شدت میں بھی اور ضرار یعنی مرض و پریشانی کے دور میں بھی اور رحم والے ہوتے ہیں لڑائی کے موقع پر بھی البأس **شدة قتال** سخت جنگ کے موقع پر بھی جہاد وغیرہ کے مواقع مراد ہیں یعنی ان کے اندر ہر قسم کی پریشانیاں برداشت کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، ایمان وتقویٰ کی برکت سے وہ گھبراتے نہیں ہیں ان صفات کے حامل لوگوں کیلئے اللہ پاک کی طرف سے یہ عظیم بشارت اور مسرت کا اعلان ہے **اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ** یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچائی کی راہ اختیار کی اور یہی لوگ متقی ہیں (انوارالبیان) کہ ایسے لوگ ایمان و دین میں سچے اتباع حق میں کامل بر و بھلائی کے پکے سچے عادی ہیں جو زمانہ کے پریشان کن احوال سے متغیر نہیں ہوتے اور دین سے نہیں ہٹتے ہیں بلکہ مضبوطی کے ساتھ جمے رہتے ہیں یہ کفر وشرک دیگر خرافات سے بچنے والے ہیں، یہ آیت کمالات انسانیہ کو جامع ہے جس کا خلاصہ اور لب لباب تین باتیں ہیں صحت اعتقاد یعنی عقیدہ کی صحت وسچائی اور حسن معاشرت یعنی معاشرت کی بھلائی اور خوبی انسانوں کی ہمدردی وخیر خواہی، تیسرے نفس کی تہذیب وتزکیہ یعنی نفس وقلب کی صفائی جس نے اس آیت پر عمل کیا اسنے اپنا دین وایمان مکمل کیا بعض اہل اللہ نے فرمایا کہ میرے قلب میں یہ بات آتی ہے کہ سب سے عمدہ اخلاق مؤمن میں اپنے رب کے ساتھ تو تسلیم ورضیٰ ہے جس

کی طرف ایمان کی صفت میں اشارہ ہے اور بندۂ مؤمن کے مخلوق کے ساتھ سب سے عمدہ اخلاق میں عفو واحسان اور سخاوت وسماحت کا خُلُق ہے جس کی جانب وَاٰتَـی الْـمَـالَ میں اشارہ فرمایا ہے اور مال کی محبت نفس کے اخلاق میں سے سب سے قبیح ہے، ایسے ہی جلد بازی اخلاق رذیلہ میں سے ہے (روح البیان رص:۲۸۳)۔امام بخاریؒ نے اس آیت پر کتاب الایمان میں باب قائم کیا باب امور الایمان یعنی ایمان کے کاموں کا بیان۔

ایمان کی شاخیں

(۱) عن أبي هريرةؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال الإيمان بضع وستون شعبة والحياء شعبة من الإيمان
(بخاری شریف رص:۶ رج:۱)۔

حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ایمان ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں (رکھتا) ہے اورحیاء (بھی ایمان کی شاخوں میں سے) ایک شاخ ہے (صحیح بخاری مترجم رص:۱۰۱ رج:۱)۔

بعض روایات میں ہے:

(۲) الإيمان بضع وسبعون شعبة فأفضلها قول لا إله الا الله وأدناها إماطة الأذى عن الطريق والحياء شعبة من الإيمان
(مشکوۃ شریف رص:۱۲ رج:۱)۔

ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں ان میں سب سے افضل لاالٰہ الااللہ کہنا ہے اور اس کا سب سے ادنیٰ درجہ راستہ سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دینا ہے اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

پہلی روایت میں ۶۰ ر سے زائد شعبے اور دوسری حدیث میں ۷۰ ر سے زائد شعبے بتائے گئے ہیں، بضع کا اطلاق ایک سے نو تک کے عدد پر ہوتا ہے اور ۲ ر سے دس تک یا ۴ ر سے ۹ ر تک یہاں دونوں قسم کی روایات میں ۶۰ ر سے زائد والی اور ۷۰ ر سے زائد شعبے والی بھی بعض حضرات نے اول روایت کو ترجیح دی ہے اور بعض حضرات نے دوسری روایت کو ترجیح دی ہے، دونوں ہی درست ہیں، پہلے ۶۰ ر کا علم دیا گیا پھر ۷۰ ر سے زائد کا، حضرت حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کے اندر فرمایا کہ یہ شعبے تین قسم کے ہیں۔

(۱) اعمال قلب (۲) اعمال لسان (۳) اعمال بدن، اعمال قلب میں جملہ عقائد وایمانیات اعتقادات نیت کے مسائل داخل ہیں (۱) یعنی ایمان باللہ (۲) اللہ کی ذات وصفات کے جملہ عقائد (۳) ایمان بالملائکہ (۴) ایمان بالکتب (۵) ایمان بالرسل (۶) تقدیر (۷) قیامت (۸) قبر (۹) بعث (۱۰) نشور (۱۱) حساب (۱۲) میزان (۱۳) پل صراط (۱۴) جنت (۱۵) جہنم (۱۶) محبت باری (۱۷) محبت نبی ﷺ (۱۸) عظمت واتباع پیغمبر ﷺ (۱۹) درود شریف (۲۰) اتباع سنت (۲۱) اخلاص (۲۲) ترک ریا (۲۳) ترک نفاق (۲۴) توبہ واستغفار (۲۵) خوف الٰہی (۲۶) رجا (۲۷) شکر (۲۸) وفا (۲۹) صبر (۳۰) ترک حسد (۳۱) ترک عداوت (۳۲) ترک غضب۔

اعمالِ لسان: توحید کا اقرار، تلاوت قرآن، علم سیکھنا سکھانا، دعا کرنا، ذکر کرنا، استغفار کرنا، لغو سے اجتناب کرنا۔

اعمال بدن: طہارت کرنا حقیقی ہو یا حکمی طہارت ہو، اجتناب النجاسات،

ستر عورت، نماز فرض ہو یا نفل ہو، زکوٰۃ ادا کرنا، فک رقاب، جود و کرم، اطعام طعام، اکرام ضیف، صیام فرض ونفل، حج، عمرہ، طواف، اعتکاف، شب قدر کی تلاش کرنا، فرار بالدین، ہجرت من دارالشرک، وفا بالنذر، تحری فی الایمان۔

اداء کفارات: نکاح، حقوق عیال ادا کرنا، حقوق والدین ادا کرنا، نافرمانی سے بچنا، تربیت اولاد، صلح رحمی کرنا، بڑوں کی اطاعت کرنا، چھوٹوں پر شفقت کرنا، عدل کرنا، جماعت مسلمین کو لازم پکڑنا، امیر کی اطاعت کرنا، اصلاح بین الناس، خوارج اور باغیوں سے جنگ کرنا، معاونت علی البر والتقوی، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، حدود کا قیام کرنا، جہاد کرنا، اداء امانت کرنا، اداء خمس، اکرام جار، اچھا سلوک کرنا، حلال مال جمع کرنا، خرچ کرنا، اسراف وتبذیر سے اجتناب کرنا، ردسلام، تشمیت عاطس، لوگوں کو تکلیف پہنچانے سے بچانا، لہو ولعب سے احتیاط کرنا، راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا، سب ستّر یا اس سے زائد شاخیں ہیں، بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ سب سے اعلیٰ شاخوں میں لا الٰـہ الا اللہ ہے یعنی ایمان ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے اس میں اشارہ ہے کہ ایمان کی شاخوں میں تفاوت ہے بعض شاخیں بعض سے افضل واعلیٰ درجہ کی ہیں (فتح الباری رص:۵۲رج:۱)۔

۲۲ر رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ

ایمان والوں کی کچھ صفات حسنہ کا تذکرہ یہاں اس طرح فرمایا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(٢) لِلَّذِيْنَ	جن لوگوں نے اپنے رب کی
اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ	اطاعت کی ان کیلئے جنت ہے اور جن
الْحُسْنٰى وَالَّذِيْنَ لَمْ	لوگوں نے اللہ کی فرمانبرداری نہ کی اگر ان
يَسْتَجِيْبُوا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ	کیلئے وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے
مَافِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا	اوراس کے ساتھ اس جیسا اور بھی ہو تو وہ
وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ	اس سب کو اپنی جان کے بدلہ دیدیں گے
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ	یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے برابر حساب
الْحِسَابِ وَمَاْوٰهُمْ	ہے اوران کا ٹھکانہ دوزخ ہے اوروہ
جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ o	رہنے کی بری جگہ ہے، جو شخص یہ جانتا
اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَا اُنْزِلَ	ہے کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے
اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ	آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے کیا یہ
الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى	شخص اس شخص کی طرح سے ہوسکتا ہے جو
اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ	اندھا ہو، نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے
اُولُوا الْاَلْبَابِ o اَلَّذِيْنَ	ہیں جو عقل والے ہیں جو اللہ کے عہد کو
يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا	پورا کرتے ہیں اور عہد کو نہیں توڑتے
يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ o	اور جو اس چیز کو جوڑے رکھتے ہیں جس

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ
اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ
وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ o
وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ
رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ
وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا
وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ
بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ
لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ o جَنّٰتُ
عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ
صَلَحَ مِنْ آبَآئِهِمْ
وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ
عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ o
سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ
فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ o (سورۂ رعد
آیت: ۱۸ تا ۲۴)۔

کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے کا حکم دیا اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں اور جنہوں نے اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کیلئے صبر کیا اور نمازوں کو قائم کیا اور جو کچھ ہمنے انہیں دیا ہے پوشیدہ طور پر اور ظاہری طریقہ پر خرچ کیا اور حسن سلوک کے ذریعہ بدسلوکی کو دفع کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کیلئے آخرت کا اچھا انجام ہے ہمیشہ رہنے والے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادؤں اور بیویوں اور اولاد میں جو لائق ہوں گے وہ بھی ان میں داخل ہوں گے اور ان پر ہر دروازہ سے فرشتے داخل ہوں گے جو یوں کہیں گے کہ تم نے جو صبر کیا اس کے بدلہ تم پر سلام ہو سو اس جہاں میں اچھا انجام ہے (انوارالبیان)۔

رب کی بات ماننا

اس آیت مبارکہ میں پہلی صفت جو بیان فرمائی گئی ہے وہ ہے استجابت رب یعنی ایمان والے لوگ اپنے رب کی بات مانتے ہیں اور توحید واطاعت میں اپنے آپ کو مشغول رکھتے ہیں ایسے حضرات کیلئے بشارت سنائی جارہی ہے کہ ان کیلئے حسنٰی یعنی جنت ہے۔

حُسنٰی کیا ہے؟

جنت کا ایک نام حسنٰی بھی ہے کیونکہ وہ انتہائی حسین وجمیل ہے کیونکہ اس میں اللہ پاک کی جمالی صفات کے مکمل اثرات ہیں اور سب سے احسن تو خود باری تعالیٰ شانہ ہیں اوران کا حسن ازلی ذاتی ہے وہی حسنٰی جنت کی طرف بلانے والے ہیں اور دعوت الٰہیہ کو قبول کرنے والے مومن لوگ ہیں اور جنت اوراس کی نعمتیں ضیافت عظمٰی ہےاسی لئے دعا آئی ہے **اللھم إنی أسالک الجنة وما قرب إلیھا من قول وعمل وأعوذبک من النار وما قرب إلیھا من قول وعمل** اے اللہ میں آپ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اوران اعمال کا جو جنت سے قریب کرنے والے ہیں اور جہنم سے پناہ مانگتا ہوں اوران اعمال سے جو جہنم کے قریب کرنے والے ہیں۔

بعض اکابر اعلام نے فرمایا جو شخص اللہ پاک سے محبت کرتا ہے وہ جنت سے اس لئے محبت کرے گا کہ جنت اللہ پاک کے دیدار کا محل ہے اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ جنت رویۃ باری کا محل ہے خود باری کا محل نہیں ہے کہ اللہ پاک کیلئے

مکان کا اثبات لازم آئے وہ اس سے بلند و بالا ہیں خیر یہ ایمان والوں کیلئے بشارت ہے اور جن لوگوں نے اللہ پاک کی بات نہیں مانی یعنی کافر و مشرک ایمان وتوحید، اطاعت الٰہی سے خارج لوگ وہ اگر تمام دنیا بھر کے نقود، سامان، زمین، سونے، چاندی اور جو ان کے پاس ہے اور اس جیسا کہ اتنا ہی اور سامان، مال ومتاع، زمین جائداد اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے بچانے میں خرچ کریں گے تب بھی قبول نہ ہوگا، قیامت کے دن اللہ پاک ایک کافر شخص کو بلائیں گے اور اس سے کہیں گے تو آج میرے عذاب سے بچنے کیلئے دنیا کی ساری دولت دینے کو تیار ہے کہے گا بالکل تیار ہوں اور یہ میرے لئے آسان ہے، اللہ پاک فرمائیں گے میں نے تجھ کو ایمان لانے کیلئے کہا وہ تیرے لئے آسان تھا تو اس کیلئے تیار نہ ہوا آج تیرا کچھ بھی قبول نہیں ہے (ترمذی شریف)۔

کفار کیلئے وہ دن سخت حساب و کتاب کا ہوگا مکمل طور پر حساب لیا جائے گا کچھ نہیں چھوڑا جائے گا بہت زیادہ سختی کا معاملہ ہوگا جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے رسول پاک ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے جس کا حساب اچھی طرح ہوگیا وہ ہلاک ہوگیا جب حضرت صدیقہ نے سنا تو عرض کیا اللہ پاک نے یہ بھی تو فرمایا **فسوف یحاسب حسابا یسیرا** کہ حساب بعض کا آسان ہوگا فرمایا کہ وہ تو عرض ہے (پیشی ہوئی اور آگے بڑھا دیا گیا جس سے مناقشہ ہوگیا وہ ہلاک ہوگیا بچ نکلنے کا کیا سوال، معلوم ہوا کہ اچھی طرح حساب و کتاب کا ہونا ہلاکت ہے اور دخول جہنم کا باعث ہے لیکن اللہ پاک جس کیلئے عفو ورحمت کا معاملہ فرمائیں گے وہ بچے گا یعنی جس نے شرک نہ کیا ہوگا، امام نوویؒ فرماتے ہیں اس شخص کیلئے ہے جس نے دنیا میں

اپنا محاسبہ گناہوں کا نہ کیا ہوگا اس کا اچھی طرح محاسبہ ہوگا اور جس نے دنیا میں اپنے گناہوں کا محاسبہ کیا ہوگا اور توبہ واستغفار کیا ہوگا اس کی بخشش ہوگی، ایک بار رسول اللہ ﷺ سے حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ میں نے میکائیلؑ کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا فرمایا کہ جب سے جہنم کی تخلیق ہوئی ہے وہ کبھی نہیں ہنسے ایک بار حضرت موسیٰؑ نے رب تعالیٰ سے کہا یا اللہ آپ نے پہلے تو اس مخلوق کو پیدا کیا اور قسم قسم کی نعمتیں دیں قیامت میں ان کو جہنم میں رکھو گے اللہ پاک نے موسیٰؑ پر وحی بھیجی کہ اے موسیٰ کھیتی کرو چنانچہ کسی علاقہ میں کھیتی کی اور پوری محنت سے اس کو تیار کیا اور کاٹا جو کام کا تھا اس کو باقی رکھا باقی کو جلا دیا اللہ پاک نے معلوم فرمایا یہ سب کیا کیا، عرض کیا جس میں کوئی خیر نہ پائی اس کو خاکستر کر دیا اللہ پاک نے فرمایا کہ جن میں کوئی خیر نہ ہوگی انہوں نے ایمان سے اعراض کیا تھا **لا الہ الا اللہ** پڑھنے سے اپنے آپ کو باز رکھا تھا میں نے ایسے کو خاکستر کر دیا ہے (روح البیان رص:۳۶۲)۔

اللہ پاک نے فرمایا کہ نصیحت تو عقلمند لوگ ہی قبول کرتے ہیں یعنی جن لوگوں کی عقلیں صاف ستھری اور روشن ہیں وہم وکفر ونفاق سے پاک ہیں وہ قرآن پاک کی نصیحتوں پر کان دھرتے ہیں عقلمند لوگ۔

ذمہ داریوں کو مکمل ادا کرنا

پھر ان کے اوصاف بیان فرماتے ہیں (۱) وہ عہد اللہ کو پورا کرتے ہیں یعنی باری تعالیٰ شانہ کو اپنا رب اور معبود مانتے ہیں اور اطاعت الٰہی کرتے ہیں۔

(۲) نقض عہد نہ کرنا

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ الخ نہ تو وہ اللہ پاک کے عہدوں کو احکام کو توڑتے ہیں اور نہ مخلوق کے وعدوں کو توڑتے ہیں اس میں یہ سب باتیں داخل ہیں جو شریعت کے تحت ہوں اور جن چیزوں کو اللہ پاک نے جوڑنے کیلئے فرمایا ان کو جوڑتے ہیں اس میں صلہ رحمی کرنا معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کرنا واجب ہے اور قطع رحمی ممنوع وحرام ہے، یعنی اپنے عزیز وا قارب رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے، گاہے گاہے ان سے ملاقات کرے، ہدیہ دے، قول وفعل سے ان کا تعاون کرے ان کو بھول نہ جائے اور کم سے کم درجہ یہ ہے کہ ان کو سلام کرے اور سلام بھیجے خط لکھے آج کے دور میں فون کرے اور اس سلسلہ میں شریعت نے کوئی خاص حد اور پیمانہ تو متعین ومقرر نہیں فرمایا یہ عرف وعادت پر موقوف ہے۔ یہاں صلہ رحمی کے متعلق چند احادیث شریفہ لکھی جاتی ہیں۔

صلہ رحمی کے فضائل وغیرہ

(۱) حدثنا	حضرت حکیم اپنے والد سے نقل
بهز بن حكيم قال	کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
ثني أبي عن جدي	ﷺ کون بھلائی (حسن سلوک) کا زیادہ
قال قلت يا رسول	مستحق ہے؟ فرمایا تمہاری والدہ، میں نے
الله من أبر قال	عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تمہاری والدہ، عرض
أمك قال قلت ثم	کیا ان کے بعد؟ فرمایا تمہاری والدہ، میں

من قال أمک قال قلت ثم من قال أمک قال قلت ثم من قال أباک ثم الأقرب فالأقرب

(ترمذی رص:۱۱رج:۲)۔

نے چوتھی مرتبہ عرض کیا ان کے بعد کون زیادہ مستحق ہے؟ تو اس مرتبہ آپ نے فرمایا تمہارے والداوران کے بعد اقرباء میں سے جوسب سے زیادہ قریبی ہواوراسی طرح درجہ بدرجہ (ترمذی شریف مترجم رص:۲۰۷رج:۱)۔

(۲) عن عبدالله بن مسعودؓ قال سالت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت یا رسول الله أی الأعمال أفضل قال الصلاة لميقاتها قلت ثم ماذا یارسول الله قال بر الوالدين قال قلت ثم ماذا یا رسول الله قال الجهاد فی سبیل الله ثم سکت عنی رسول الله ﷺ ولوا ستزدته لزادنی (ترمذی شریف رص:۱۱رج:۲)۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا بس میں نے دریافت کیا یارسول اللہ کونسا عمل افضل ہے؟ فرمایا نماز اپنے وقت پر، تو میں نے کہا اس کے بعد یارسول اللہ؟ فرمایا والدین سے اچھا سلوک کرنا، پھر میں نے پوچھا پھر کونسا یا رسول اللہ؟ فرمایا جہاد فی سبیل اللہ، پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے اور اگر میں زیادتی کرتا تو آپ بھی مزید جواب فرماتے (ترمذی شریف مترجم رص:۲۰۷رج:۱)۔

(۳) عن عبدالله بن عمر وعن النبی صلی الله علیه وسلم قال رضاء الرب فی رضاء الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد (ترمذی شریف رص:۱۲رج:۲)۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا والد کی خوشی میں ہے اوراللہ کا غصہ والد کے غصہ میں مضمر ہے۔

(۴) عن ابن عمر قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول إن أبرالبر أن یصل الرجل أهل ودأبیه (ترمذی شریف رص:۱۲رج:۲)۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہترین نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

(۷) عن البراء بن عازب عن النبی صلی الله علیه وسلم قال الخالة بمنزلة الأم (ترمذی شریف رص:۱۲رج:۲)۔

حضرت براء ابن عازبؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خالہ ماں کی طرح ہے۔

(۸) عن ابن عمر أن رجلا أتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حاضر ہوااورعرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے بہت بڑا

إنـي أصبـت ذنبـا عظيمـا فهـل لـي مـن توبة قال هل لک مـن أم قال لا قال هل لک مـن خـالة قـال نعم قال فبرها (ترمذی رص:۱۲رج:۲)۔

گناہ کیا ہے کیا میرے لئے توبہ ہے؟ فرمایا کیا تمہاری والدہ ہے ؟ عرض کیا نہیں ، فرمایا خالہ ، عرض کیا جی ہاں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر اس کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

(۹) عـن عبـدالله ابن عمر وعن النبی صلی الله عليه وسلم قال ليس الو اصل بالمكافی ولكن الـــواصـــل الـــذی إذا انـقـطـعـت رحمه وصلها (ترمذی رص:۱۳رج:۲)۔

حضرت عبداللہ ابن عمر حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو کسی قرابت دار کی نیکی کے بدلہ نیکی کرے بلکہ وہ ہے جو قطع رحمی کے باوجود اسے ملائے اور صلہ رحمی کرے۔

(۱۰) عـن أبيــه قـال رسـول الـله صلی الله عليه وسـلـم لا يدخل الجنة قاطع (ترمذی شریف رص:۱۳رج:۲)۔

حضرت جبیر ابن مطعمؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(۱۱) فـقـال عبـد الرحمن سمعت رسول الله صلی الله

حضرت عبدالرحمٰنؓ حضور ﷺ سے حدیث قدسی نقل کرتے ہیں

عليه وسلم يقول قال الله تبارك وتعالٰى أنا اللّٰه وأنا الرحمن خلقت الرحم وشققت لها من اسمی فمن وصلها وصلته ومن قطعها بتته

(ترمذی رص:۱۲رج:۲)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں میں اللہ ہوں میں رحمٰن ہوں میں نے ہی رحم کو پیدا کیا اور پھر اسے اپنے نام سے چیرا لہذا جو شخص صلہ رحمی کرے گا میں اسے ملاؤں گا اور جو قطع رحمی کرے گا میں اسے کاٹ دوں گا۔

(۱۲)عن أبی هريرةؓ أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: خلق الله الخلق فلما فرغ منه قامت الرحم فأخذت بحقوی الرحمن فقال مه قالت هذا مقام العائذ بک من القطيعة قال ألا ترضين أن أصل من وصلک واقطع من

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر کے فارغ ہوئے تو رشتہ داری کھڑی ہوئی اور اس نے رحمٰن کا دامن تھام کر فریاد کی، اللہ نے کہا ٹھہر جا تو اس نے کہا کہ میں رشتہ داری توڑنے سے تیری پناہ مانگنے والی بن کر کھڑی ہوئی ہوں تو اللہ نے کہا کیا تو اس بات سے راضی نہیں ہے کہ میں اس کو جوڑ دوں گا جو تجھ کو جوڑے گا

قـطـعـک قالت بلٰی یارب قال فذاک لک ثم قال ابو هـريـرةؓ اقرؤ ان شتم فهل عسيتـم ان توليتم ان تفسدوا فـــی الارض وتــقــطـعـوا ارحامکم ۔

اوراس کوتوڑ دوں گا جوتجھ کوتوڑے گا تو اس نے کہا جی ہاں کیوں نہیں اے میرے پروردگار، تو اللہ نے کہا جا تیری یہ فریاد قبول کی ، پھرابو ہریرہؓ نے کہا اگر تم چاہوتو یہ آیت پڑھ لوفهل عسيتم الخ اس آیت کی یہی تفسیر ہے۔

(۱۳) عـــــن عبدالرحمن بن عوفٍ عن الـنبـی صـلـی الـلـه علیـه وسـلـم قـال: ثـلثة تحت العرش يوم القيامة،القراٰن يـحـاج الـعـبـاد، لـه ظهـرٌ وبـطـنٌ،والأمانة، والرحم تـنـادی الأمـن وصـلـنـی وصـلـه الـلـه ومن قطعنی قطعه الله۔

عبدالرحمٰن ابن عوفؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوں گی ، ایک قرآن وہ بندوں سے محاجہ کرے گا اس کا ایک ظاہر ہے اورایک باطن ہے، دوسری چیز امانت ہےاورتیسری چیز رشتہ داری ہے جو یہ پکارتی رہتی ہے سن لو! جو مجھے جوڑے گا اللہ اس کو جوڑے گا اور جو مجھے توڑے گا اللہ اس کوتوڑے گا۔

(۱۴) صلہ رحمی کرنا عمر اور رزق میں زیادتی کا سبب ہے، بخلاف عقوق والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ ظلم وزیادتی کے اس کا وبال دنیا سے ہی شروع ہوجاتا

ہے، یہ روایت حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی (بغوی رص:۱۵۱رج:۳)۔

(۲) اس آیت میں جملہ انبیاء پر ایمان لانا بھی شامل ہے کیونکہ سب پر ایمان لانے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

(۳) تیسرے اس آیت میں جملہ مسلمانوں کے حقوق بھی داخل ہیں کیونکہ یہاں امر عام ہے جس جس کے ساتھ اللہ پاک نے حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے بھائی لوگ، صالحین، پڑوسی، دوست، اقارب وغیرہ سب ہی اس میں شامل ہیں اوران کی زیارت وملاقات حسب موقع ومحل جس سے ان کو ناگواری نہ ہوکی جائے اور جب دیکھے وہ زیادہ ملاقات کو پسند نہیں کر رہے ہیں تو ملاقات اسی اعتبار سے کم کرے تاکہ وہ اپنے معمولات اور کاموں سے ہٹ نہ جائیں۔ایسے ہی مریض کی عیادت کا معاملہ بھی ہے وہاں زیادہ دیر نہ بیٹھے کہ ان کو گرانی ہونے لگے مگر یہ کہ مریض کو انسیت ہو۔

اسی طرح جانوروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنا بھی اس میں داخل ہے حتیٰ کہ بلی مرغا اور دیگر جانوروں کے ساتھ بھی رعایت کرنا بھی ہے۔

اپنی مرغی کے ساتھ بھی بدسلوکی کی تو

حضرت فضیل بن عیاضؒ کے پاس مکہ میں ایک جماعت برائے ملاقات حاضر ہوئی پوچھا تم کہاں سے آئے ہو عرض کیا کہ خراسان سے،فرمایا جہاں بھی رہو اللہ پاک سے ڈرو اور فرمایا اگر بندہ سب باتیں اچھی طرح کرتا ہو اور اپنی مرغی کے ساتھ بُرا سلوک کرتا ہوگا تب بھی اچھا شمار نہ ہوگا، چنانچہ روایت میں ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت کو اس وجہ سے عذاب ہو رہا تھا وہ بلی کو کھانے کو نہ دیتی تھی اور نہ چھوڑتی تھی کہ وہ کھالے یہاں تک کہ وہ مرگئی اور ایک عورت کی اس وجہ سے مغفرت ہوئی کہ اس نے ایک کو پانی پلایا جبکہ وہ پیاسا تھا(بخاری شریف)۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جانوروں کو کھلانے پلانے کا بھی ثواب ہے فرمایا ہاں بیشک ہر جاندار کی خدمت حسب ضرورت ثواب ہے معلوم ہوا کہ جانوروں کو حقیر و ذلیل نہ سمجھتے اور سب کو اپنے سے بہتر سمجھتے ہیں بلکہ مشائخ فرماتے ہیں جو اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بھی بہتر سمجھے معرفت الٰہی اس پر حرام ہے ہوسکتا ہے اس کو ایمان کی توفیق ہو جائے اور یہ محروم ہو جائے بہت ڈرنے کا مقام ہے اور فی الحال ایمان کی حالت ہونے میں کافر سے بیشک اس کے فی الحال کفر پر رہنے کی وجہ سے افضل ہے جیسا کہ بعض اکابر نے فرمایا کہ ایسا سمجھنے میں کوئی جرم نہیں ہے اس علم سے جانوروں کے حقوق کی رعایت نصیب ہوتی ہے (روح البیان رص:۳۶۴)۔

خوفِ خدا

پھر ایمان والوں کی ایک صفت یہ مذکور ہوئی کہ وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب سے خائف رہتے ہیں، خوف خدا ہر ایک پر فرض ہے اور خوف خداوندی ان منازل قرب میں سے ہے جو عظیم ترین ہیں۔

خوف وخشیتِ الٰہی

اور قلب مؤمن کیلئے انفع شی ہے جس دل میں خدا کا خوف نہ ہو وہ بے کار

ہے کیونکہ خوف الٰہی معرفت الٰہی کے سبب سے ہے جس قدر جس کو رب تعالیٰ کی معرفت سے حصہ ہوگا اس کا خوف اسی قدر زیادہ ہوگا (کذفی الاربعین رص:۸۹)۔

چنانچہ رسول پاک ﷺ نے اپنی حالت یہ کہہ کر بیان فرمادی **انا اعلمکم باللہ و اخشاکم للہ** کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ پاک کا علم ومعرفت رکھنے والا ہوں سورۂ انبیاء میں ہے وَکَانُوْا لَنَا خَاشِعِیْنَ o ترجمہ: اور ہمارے سامنے خشوع سے رہتے تھے۔ غایت درجہ خدا تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے تھا جملہ انبیاءؑ کے واقعات میں یہ وصف بہت زیادہ نمایاں نظر آتا ہے قرآن کریم میں ذکر کردہ واقعات اس پر شاہد ہیں، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ	جو اللہ کے پیغاموں کو
رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وَیَخْشَوْنَہٗ وَلَا	پہنچاتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں
یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ وَکَفٰی	اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے
بِاللّٰہِ حَسِیْبًا (سورۂ احزاب آیت:۳۹)۔	اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔

حضرت یحییٰؑ اس قدر زیادہ خوف رکھنے والے تھے ہنسنے کا نام ہی نہ تھا، حضرت عیسیٰؑ ہنستے بھی تھے، دونوں پیغمبروں میں مناظرہ ہوگیا کہ آپ اتنا روتے ہیں انہوں نے کہا آپ اتنا ہنستے ہیں دونوں نے اپنے اپنے دلائل پیش کئے، ایک پیغمبر پر خدا کے خوف کا غلبہ تھا دوسرے پر رحمت الٰہی کا، اللہ پاک نے فیصلہ فرمایا کہ اے یحییٰ تم تھوڑے ہنسا بھی کرو، اے عیسیٰؑ تم تھوڑے رویا بھی کرو۔

امام غزالیؒ الاربعین میں خوف خدا کی فضیلت میں لکھتے ہیں کہ اللہ پاک نے اپنے سے ڈرنے والوں کیلئے ہدایت، رحمت، علم، اوراپنی رضامندی کا اعلان فرمایاہے، چنانچہ ایک جگہ فرمایا ہے **هُـدًى وَّرَحْـمَةٌ لِّـلَّـذِيْـنَ هُـمْ لِـرَبِّهِـمْ يَـرْهَبُوْنَ** o (سورۂ اعراف آیت:۱۵۴) ترجمہ: ہدایت اوررحمت ہے ان کے واسطے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ کہیں فرمایا **انـمـا يـخشـى الله من عباده العلماء** o ترجمہ: اسی طرح اللہ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ کہیں فرمایا: **رَضِـيَ الـلّٰـهُ عَـنْهُـمْ وَرَضُـوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ** (سورۃ البینۃ آیت:۸) ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہیں گے اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے یہ اس شخص کیلئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔ کہیں فرمایا **وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ** o (سورۂ رحمٰن آیت:۴۶) ترجمہ: جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے اس کیلئے دو باغ ہیں۔ کہیں فرمایا: **وَاَمَّـا مَـنْ خَـافَ مَـقَـامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَـاِنَّ الْـجَـنَّـةَ هِـيَ الْمَاْوٰى** o (سورۂ نٰزعات آیت:۴۰،۴۱) ترجمہ: اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اوراپنے نفس کو خواہش سے روکا بلا شبہ جنت ہے ٹھکانا۔ کہیں فرمایا: **وَاَمَّـا مَـنْ جَـاءَكَ يَسْعٰى** o **وَهُـوَ يَخْشٰى** o **فَـاَنْـتَ عَنْـهُ تَلَهّٰى** o **كَلَّا اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ** o **فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ** o (سورہ عبس آیت:۸تا۱۲) ترجمہ: اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے سو آپ اس کی طرف سے بے توجہی برتتے ہیں ہرگز ایسا نہ کیجئے بیشک یہ قرآن نصیحت کی چیز ہے سو جس کا جی چاہے اس کو

قبول کرلے۔کہیں فرمایا یَخَافُوْنَ یَوْماً تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ○(سورۂ نور) ترجمہ: وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔کہیں فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ ○(سورۂ ملک) ترجمہ: بلاشبہ جولوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کیلئے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے۔اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ کَرِیْمٍ ○(سورۂ یٰس آیت:۱۱) ترجمہ: آپ اسی شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کا اتباع کرے اور بن دیکھے رحمٰن سے ڈرے سو آپ اسے مغفرت کی اور اجر کریم کی خوشخبری سنا دیجئے۔کہیں فرمایا: اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِکْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَکَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ ○(سورۃ الحدید آیت:۱۶) ترجمہ: کیا ایمان والوں کیلئے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے اور جو دین حق نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں اس سے پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا سو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے فاسق تھے۔یہ جملہ ارشاداتِ الٰہیہ خوف خداوندی کی اہمیت اور فضیلت پر واضح دلیل ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رأس الحکمة مخافة اللّٰه، نیز فرمایا جو اللہ پاک سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جو اللہ پاک سے نہیں ڈرتا اللہ پاک اس کو ہر چیز سے ڈراتا ہے، نیز

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ پاک اپنے بندے پر دو خوف جمع نہ کریں گے اور دو امن، جو دنیا میں اللہ پاک سے ڈرتا رہا ہوگا بروز قیامت اس کو آخرت میں خوف نہ ہوگا (اربعین رص:۸۹)۔

نیز جو دنیا میں روتا ہوگا جنت میں ہنستا ہوا داخل ہوگا اور جو یہاں مزے کرتا ہوگا وہ وہاں روئے گا خدا کی پناہ، اس لئے اولیاء پر گریہ وزاری کی کیفیت رہتی تھی وہ قیامت کی ہولناکیوں کا استحضار رکھتے ہیں اور اللہ پاک کے عذاب وعقاب سے ڈرتے ہیں ہمارے جملہ اکابر پر یہ وصف غالب ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز پر خوف خداوندی کی کیفیت کا یہ حال تھا کہ گھر ماتم کدہ معلوم ہوتا ہے آخرت کا اسقدر استحضار تھا۔

خوف خداوندی کے حصول کا طریقہ

امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ اللہ پاک کی معرفت سے خوف پیدا ہوتا ہے جس شخص کو جلال الٰہی کا جس درجہ استحضار ہوگا اور اس کی صفت استغنا کا اس کو اسی قدر خوف الٰہی حاصل ہوگا اور جو شخص اس مقام سے عاجز ہو تو اس کو چاہئے کہ اللہ پاک سے ڈرنے والوں کو دیکھے اور ان کے احوال کا مشاہدہ کرے اور سنے اور فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ ڈرنے والے اللہ کی مخلوق میں انبیاءؑ ہیں پھر اولیاء اللہ پھر علماء ربانیین اور ارباب بصیرت ہیں اور سب سے زیادہ بے خوف غافل وہ اغنیاء ہوتے ہیں جن کی نظر خاتمہ اور انجام پر نہیں ہوتی اور نہ جلال الٰہی پر ہوتی ہے، جیسا کہ ایک چھوٹا بچہ نہیں ڈرتا جبکہ وہ اپنے والد کو اس سے ڈرتا اور بچتا نہ دیکھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بھی جبرئیلؑ میرے پاس آئے تو خدا تعالیٰ کے خوف سے کانپتے ہوئے آئے اور جب ابلیس پر نافرمانی کی یہ

کیفیت جوظاہر ہوئی وہ ظاہر ہوئی تو حضرت جبرئیلؑ ومیکائیلؑ رونے لگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ عرض کیایاارحم الراحمین آپ کے مکر وخوف کاامن نہیں ہے اللہ پاک نے فرمایااسی طرح رہنا میرے مکر وخوف سے پرامن نہ ہوجانا، نیز جب اللہ پاک نے جہنم کو پیدا فرمایاتواس کوجان کرفرشتوں کے قلوب ڈر گئےاورقریب تھا کہ اپنی جگہوں سے اڑ جائیں پھر جب اللہ پاک نے بنی آدم کو پیدا کیاتب انہیں قرار وسکون ہوا۔

حضرت ابراہیمؑ کی خوف کی یہ کیفیت تھی کہ میلوں سے ان کی کیفیت کا پتہ چل جا تا تھا، حضرت داوٗدؑ نے چالیس روز تک سر نہیں اٹھایا یہاں تک کہ ان کے آنسوں سے گھاس اُگ گیا۔

مَـنْ كَـانَ يُـرِيْـدُ الْـعَـاجِلَةَ عَـجَّـلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَانَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَـهٗ جَهَـنَّـمَ يَـصْلٰهَا مَذْمُوْماً مَّدْحُوْرًا (پ۱۵/آیت:۱۲)۔	جوشخص دنیوی منافع کاارادہ کرتا ہے ہم جس کے لئے چاہیں جتنا چاہیں اسی دنیامیں اسے دیدیتے ہیں پھراس کیلئے دوزخ تجویز کردیں گے وہ اس میں بدحال ہوکر راندۂ درگاہ ہونے کی حالت میں داخل ہوگا۔
وَمَـنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَـعٰـى لَهَــا سَعْيَهَـا وَهُوَ مُــؤْمِــنٌ فَـاُولٰٓـئِکَ كَـانَ سَـعْيُهُـمْ مَشْـكُوْرًا ○ (سورۂ بنی اسرائیل آیت:۱۸)۔	اور جوشخص آخرت کا ارادہ کرے اور اس کیلئے کوشش کرے جیسی کوشش ہونی چاہئے اور وہ مومن ہو سو یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش کی قدردانی ہوگی۔

حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ حال تھا کہ غایت خوف کی حالت میں فرماتے تھے کہ اے کاش میں کوئی پرندہ ہوتا یا پیدا ہی نہ ہوتا، حضرت ابوذرؓ فرماتے تھے کہ اے کاش میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا، حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی تھیں کاش میں نسیامنسیا ہوتی، امام غزالیؒ نے فرمایا ہم نے کتاب الخوف میں ایسے بہت سے اکابر کے جو اللہ سے ڈرنے والے تھے اقوال واحوال ذکر کئے ہیں۔

خوف باعث سعادت ہے

خلاصہ یہ ہے کہ خوف الٰہی انسان کو سعادت ابدیہ کی طرف پہنچاتا ہے لیکن اس قدر بھی نہ ہو کہ رحمت الٰہی سے مایوس ہی ہو جائے، یہ مذموم ہوگا، لہٰذا اس کے ساتھ اللہ پاک سے امید ورجا ورحمت کی طلب وچاہت بھی ضروری ہے اور خوف الٰہی کے ساتھ یہ کیفیت بھی جمع کرے ہاں لیکن خوف کا غلبہ رکھے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ جوانی میں خوف کا غلبہ ہونا چاہیے اور اخیر عمر میں رحمت الٰہی کی امید کا، اسی کو فرمایا گیا ہے **الایمان بین الخوف والرجاء**، حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ اگر یہ اعلان ہوا کہ سب جنتی ہیں سوائے ایک شخص کے تو میں سمجھوں گا وہ شخص میں ہوں اور اگر یہ اعلان ہو کہ سب جہنمی ہیں سوائے ایک کے تو میں سمجھوں گا وہ شخص میں ہی ہوں، رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی نہ مرے مگر اس کیفیت میں کہ اس کو اللہ پاک سے اچھا گمان ہو، رجاء کا ثمرہ اعمال صالحہ کا شوق ہے اور خوف الٰہی کا ثمرہ برے اعمال سے بچنا اور بھاگنا ہے (اربعین، ص:۹۱)۔

صبر کے فضائل وانواع

اس کے بعد ایمان والوں کی ایک صفت صبر مذکور ہوئی ہے کہ وہ حضرات اللہ پاک کی رضا جوئی کیلئے نا گوار پیش آمدہ باتوں پر صبر سے کام لیتے ہیں اور یہ سب کام وہ اللہ کی رضا کیلئے کرتے ہیں مخلوق خدا پر نظر نہیں رکھتے، جاننا چاہئے کہ صبر کی باتیں بہت ساری ہیں فضائل بھی اور اقسام وانواع پر بھی کچھ یہاں لکھی جاتی ہیں۔

ایک قسم صبر کی یہ ہے کہ آنکھ کی روشنی چلی گئی انسان اس پر رضاء الٰہی کیلئے صبر کرے، چنانچہ حدیث قدسی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ پاک نے فرمایا کہ میں جس کی دو پیاری چیزیں یعنی آنکھیں لے لیتا ہوں اس کے بدلہ جنت دیتا ہوں (ترمذی شریف) اور اعمیٰ شخص جو برائیوں سے بچتا تھا وہ سب سے پہلے اللہ پاک کا دیدار کرے گا (کذا فی روح البیان رص:۳٦۵) کیونکہ اس نے زندگی بھریا آنکھ جانے کے بعد صبر کرلیا اور تقدیر الٰہی پر راضی رہا اس کے عوض جنت کا مستحق ہوگا، حضرت اقدس گنگوہیؒ نے فرمایا پہلے خلوت کیلئے آنکھ بند کرنی پڑتی تھی اب خود ہی بند ہوگئی کہ اخیر عمر میں یہ عارضہ پیش آگیا تھا اور یہ خود سنایا کرتے تھے اور نماز کی قضاء کے خوف سے آنکھ نہ بنوائی، ایسے اللہ کے بندے گذرے ہیں سبحان اللہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی بینائی جانے کے بعد یہی حدیث سنا کر تسلی فرماتے تھے، ان حضرات کا قلب بے حد منور تھا جو بیان نہیں ہوسکتا ہے۔

ایک صبر بخار اور امراض پر ہے جیسے سر کا درد وغیرہ اس کی فضیلت بھی روایت میں آئی ہے کہ جہنم کا بخار وگرمی نہ لگے گی (مشکوٰۃ شریف) اور اولاد واحباب کی موت پر صبر،

روزہ پر صبر کیونکہ وہ بھی نفس پر گراں ہیں، محبوبات کھانا پینا شہوات کے ترک کی وجہ سے اسی واسطے وارد ہوا کہ صوم نصف صبر ہے اور کہیں فرمایا نصف ایمان ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا **الایمان نصف صبر ،ونصف شکر** ایمان نصف صبر اور نصف شکر کا نام ہے (کذافی روح البیان رص: ۳۶۵ رج:۴)۔

خلاصہ یہ ہے کہ صبر کی تین قسمیں ہیں (۱) صبر علی الطاعات (۲) صبر عن المعاصی (۳) صبر علی المصائب والتکالیف ۔

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ فرماتے ہیں صبر کے سلسلہ میں بہت فضائل وارد ہوئے ہیں ۷۰ رسے زائد مقامات پر قرآن پاک میں اس کا تذکرہ ہے (اربعین رص:۷)۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ وَاصْبِرُوْآ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَo (سورۂ انفال آیت:۴۶)۔	اور صبر کرو بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔
(۲) وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ o الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَالُوْآ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَo اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَo (سورۂ بقرہ آیت:۱۵۶)۔	اور آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجئے کہ ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں، ان لوگوں پر خاص خاص رحمتیں بھی ان کے پروردگار کی طرف سے ہوں گی اور عام رحمتیں بھی ہوں گی اور یہی لوگ ہیں جن کی رسائی ہوگئی۔

(۳)وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ ۝ (سورۂ نحل آیت:۹۶)۔

اور جو لوگ ثابت قدم ہیں ہم ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا اجران کو ضرور دیں گے۔

(۴)اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (۲۳ ررکوع ۱۵)۔

مستقل رہنے والوں کو ان کا صلہ بے شمار ہی ملے گا۔

(۵)وَجَعَلْنَامنهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝ (سورۂ سجدہ آیت:۲۴)۔

اور ہم نے ان میں بہت سے پیشوا بنادئے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے جبکہ وہ لوگ صبر کئے رہے اور ہماری آیتوں کا یقین رکھتے تھے۔

(۶)فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۝ (سورۂ احقاف آیت:۳۵)۔

آپ صبر کیجئے جیسا کہ اور ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا اوران لوگوں کیلئے جلدی نہ کیجئے۔

(۷)وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَاتَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَاتَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّايَمْكُرُوْنَ ۝ (۱۴ ررکوع ۲۱)۔

اور آپ صبر کیجئے اورآپ کا صبر کرنا خاص خدا ہی کی توفیق سے ہے اوران پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہوجئے۔

(۸)سَتَجِدُنِیْۤ اِنْشَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ ○ (سورۃ الصّٰفّٰت آیت:۱۰۲)۔
انشاء اللہ تعالیٰ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں سے دیکھیں گے۔

(۹)وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ (سورۃ الشوریٰ آیت:۴۳)۔
اور جو شخص صبر کرے اور معاف کردے یہ البتہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

(۱۰)وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ ○ (سورۂ بقرہ آیت:۴۵)۔
اور مدد لو صبر اور نماز سے اور بے شک وہ نماز دشوار ضرور ہے مگر جن کے قلوب میں خشوع ہو ان پر کچھ بھی دشوار نہیں۔

اخیر الذکر آیت مبارکہ میں صبر علی الطاعات کا بیان ہے، کیونکہ نماز اور صوم کا تذکرہ ہے جیسا کہ امام بیہقیؒ نے حضرت مقاتل بن حیان سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ آخرت کی طلب پر **صبر علی الفرائض و الصلاۃ** یعنی فرائض اور نماز پڑھ کر صبر کرو اور نماز کی پوری پابندی کرو، اس کے جملہ اوقات کی رعایت کرو تلاوت قرآن کریم رکوع وسجدہ تکبیرات اور تشہد اور درود علی النبی ﷺ اور مکمل طہارت کی ادائیگی کا خیال رکھو اور نماز بہت بھاری ہے طبیعت پر مگر جن لوگوں کے دل یاد الٰہی سے پگھل چکے ہیں ان کیلئے آسان ہے، خاشعین یعنی متواضعین حضرات پر جملہ عبادات آسان ہیں جو اوروں کیلئے مشکل ہیں (بیہقی رص:۱۱۷رج:۷) اور آیت پاک **ولا تقولوا لمن**

یقتل فی سبیل الله اموات بل احیاء الخ میں صبر علی المصائب کا تفصیلا تذکرہ ہے کیونکہ اس میں خوف اور جوع بھوک اور مالوں کی کمی جانوں کی کمی اور پھلوں کی کمی کا صاف تذکرہ آیا ہے اور یہ سب صورتیں مصائب کی ہیں جن پر صبر کی بشارت دی گئی ہے **اولئک علیھم صلوٰۃ من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المفلحون** یعنی ایسے لوگوں پر خاص رحمتیں ہیں ان کے پروردگار کی جانب سے اور رحمت مخصوص ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں، یہ جملہ کس قدر فضیلت پر مشتمل ہے سبحان اللہ العظیم۔

صلوٰۃ کا جملہ ہی کافی تھا یعنی مگر اس کے بعد لفظ رحمت مزید تاکید ہے مسلسل رحمتیں وخاص عنایات دنیا وآخرت میں اس پر ہوں گی اور رحمت خاص لطف واحسان ہے (روح البیان ص:۲۶۱ ج:۱) اور بعض حضرات نے فرمایا کہ صلاۃ کا لفظ من جانب اللہ علاج ہے۔

اور اگر حضرت امام شافعیؒ قدس سرہ کی تفسیر وضاحت کو لیا جائے تو اس میں صبر علی الطاعات والعبادات اور صبر علی المصائب دونوں کا بیان ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا ارشاد باری ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ o (سورۂ بقرہ آیت: ۱۵۵)۔	اور ہم تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے اور فاقہ سے اور مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے اور آپ صابرین کو بشارت سنا دیجئے۔

آیت مبارکہ میں خوف سے مراد خوف الٰہی ہے اور رجوع سے مراد جوع رمضان ہے اور نقص اموال سے مراد زکوٰۃ صدقات ہیں اور من الانفس یعنی جانوں کے نقصان سے مراد امراض ہیں اور ثمرات کی کمی سے مراد اولاد کی موت کی طرف اشارہ ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ جب کسی بندہ کی اولاد مر جاتی ہے تو باری تعالیٰ شانہ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ تم نے میرے بندہ کی اولاد،لڑکا،لڑکی جو بھی ہو اس کی روح قبض کر لی ہے اس کے جگر گوشہ کو لے لیا ہے،عرض کرتے ہیں جی ہاں،فرماتے ہیں اچھا تو اس نے کیا کہا عرض کرتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؁ (سورۂ بقرہ آیت:۱۵۶) ترجمہ: ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں۔ پڑھا اور صبر سے کام لیا،فرماتے ہیں اچھا تو اس کیلئے جنت میں ایک عمدہ مکان بنادو اور اس کا نام بیت الحمد رکھدو (روح البیان رص:۲۶۰رج:۱رببیہقی رص:۱۱۹رج:۹)۔

ایک حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ جب بندہ مصیبت میں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؁ (سورۂ بقرہ آیت:۱۵۶) ترجمہ: ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں۔ پڑھتا ہے تو اللہ پاک اس کی مصیبت کم کر دیتے ہیں اور اس کا انجام نتیجہ پر بنا دیتے ہیں اور اس کیلئے بہترین خلیفہ بنا دیتے ہیں جس سے وہ خوش ہوتا ہے یعنی عمدہ بدل دیتے ہیں، یہ روایت بیہقی رص:۱۱۶رج:۷ر میں ہے، نیز حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ جب کوئی بندہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؁ (سورۂ بقرہ آیت:۱۵۶) ترجمہ: ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس

جانے والے ہیں۔ پڑھتا ہے تو اللہ پاک تین خیر عطا فرماتے ہیں، وہ شخص اللہ پاک کی صلاۃ ورحمت اور ہدایت کا مستحق ہو جاتا ہے (بیہقی رص:۱۱۶ رج:۷)۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ امیر ابوسلمہ کے انتقال پر میں نے یہ پڑھا تو اللہ پاک نے عمدہ بدلہ دیا یعنی رسول اللہ ﷺ جیسے عمدہ شوہر عنایت فرمائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے اندر چار باتیں ہوں گی اللہ پاک اس کیلئے جنت میں گھر بنا دیتے ہیں (۱) جس نے اپنی باتوں کا مدار کلمہ طیبہ **لاالہ الا اللہ** کو بنایا ہو (۲) مصیبت میں **انالله و انا الیه راجعون** (۳) نعمت ملنے کے وقت **الحمدلله** (۴) اور گناہ ہو جانے پر استغفراللہ پڑھتا ہو (بیہقی رص:۱۱۶ رج:۷)۔

انا لله و انا الیه راجعون کی حقیقت و برکت

درحقیقت یہ جملہ بہت بڑی حقیقت اپنے اندر رکھتا ہے کہ ہم اللہ پاک کے غلام ہیں اور خود غلام اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے وہ سب کا سب اس کے مولیٰ کا ہوتا ہے، چاہے باقی رکھے ہمارے ہاتھوں میں غلاموں کے پاس یا لے لے ہمیں جذع فزع نہ کرنا چاہئے بلکہ ہم صبر کریں اگر زندہ رہیں تو ہمیں رزق دینا اس کی ذمہ داری ہے مر گئے تو اس کی طرف لوٹیں گے اور اپنا ثواب واجر پائیں گے ہم اس کے کلمہ پر راضی ہیں لہذا جو کچھ ہمیں ہمارے رب نے دیا ہے وہ سب ان کی مہربانی ہے ان کا لے لینا اس وجہ سے تا کہ اپنے پاس ہمارے لئے ذخیرہ بنالیں اپنے فائدہ کیلئے نہیں وہ تو مستغنی ہیں لہذا **انا لله** باری کی ملکیت کا اقرار ہے **و انا الیه راجعون** اس کا اقرار ہے کہ ہماری منزل بھی یہی ہے یعنی ہلاک ہونا اور فنا ہونا۔

اس مراقبہ اور دھیان کا فائدہ یہ ہوگا کہ مصیبت زدہ انسان دوسری غلط چیزوں سے بچ جائے گا (۱) اس کے قلب کو تسلی ہوگی اور غم کم ہوگا (۳) شیطان کی طمع ختم ہوگی (۴) جب دوسرا انسان اس کو سنے گا تو اس کی اقتدا کرے گا (۵) اس سے اس کا دل اچھا عقیدہ پائے گا اور تسلیم ورضا کا مرتبہ پائے گا مصیبت زدہ کا یہ بہترین وظیفہ ہے اگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی پڑھ لے تو کیا ہی خوب اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا (روح البیان رص:۱۶۱رج:۱)۔

عمدہ طریقہ کیا ہے

حکایت ایک بار حضرت شقیق بلخیؒ جو ایک بڑے بزرگ ہیں حضرت عبداللہ بن مبارک کے پاس اجنبی انسان کی صورت میں زیارت وملاقات کیلئے گئے، حضرت نے پوچھا کون ہو کہاں سے آئے ہو؟ فرمایا بلخ سے فرمایا کہ تم شقیق کو جانتے ہو عرض کیا جی ہاں فرمایا ان کا کیا طریقہ ہے بتایا کہ جب نہیں ہوتا تو صبر کرتے ہیں، مل جاتا ہے تو شکر کرتے ہیں فرمایا کہ ہمارے نالائقوں کا بھی یہی طریقہ ہے، پوچھا کیا طریقہ ہونا چاہئے فرمایا جب نہ ملے تو شکر کریں اور جب مل جائے تو دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیں (روح البیان رص:۳۶۵)۔

عن جابرؓ قال قال	حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ
رسول الله صلى الله عليه	رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت
وسلم يَوَدُّ أَهْلُ الْعَافِيَةِ	کے دن جب آزمائش والوں کو ان
يوم القيامة حين يعطى أهل	مصیبتوں کا بدلہ دیا جائے گا تو اہل

البلاء الثواب لوأن جلودهم كانت قرضت في الدنيا بالمقاريض هذا حديث غريب (ترمذی شریف رص:٦٦ رج:٢)۔

عافیت تمنا کریں گے کہ کاش ان کی کھالیں دنیا میں قینچیوں سے کتر دی جاتی تا کہ انہیں بھی اسی طرح اجر ملتا۔

اقامت صلاۃ

اس کے بعد فرمایا وہ حضرات نمازیں قائم کرتے ہیں یعنی مداومت کرتے ہیں فرائض وغیرہ سب اس میں داخل ہیں۔

انفاق کے طریقے

ان حضرات کی ایک صفت انفاق فی سبیل اللہ یہاں مراد زکوۃ ہے کیونکہ نماز کے ساتھ ملا کر بیان ہوا ہے یا مطلق ہے جس میں زکوۃ وصدقات نافلہ سب داخل ہیں یہ فرمایا گیا ہے وہ پوشیدہ طور پر اور ظاہری طور پر خرچ کرتے ہیں معلوم ہوا کہ دونوں طرح درست ہے علانیہ طور پر کرنے میں کبھی مصلحت ہوتی ہے تہمت کا دور کرنا یا دوسروں کو بھی ترغیب دینا اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، شیخ عزالدینؒ نے فرمایا کہ واجب دو قسم کا ہے واجب شرعی اور واجب اخلاقی یعنی جو اخلاق ومروت ہمدردی کے لحاظ سے کیا جائے اصل سخی وہ ہے جو نہ واجب شرعی کو روکے نہ واجب اخلاقی کو روکے اور جو واجب شرعی کو نہ دے وہ تو ابخل ہے زکوۃ بھی نہیں دیتا تو یہ بڑا ابخیل ہے یا دیگر نفقات واجبہ میں کمی کرتا ہے۔ یا مشقت سے دیتا ہے تو طبیعت کے اعتبار سے بخیل ہے۔

یہاں باری تعالیٰ نے فرمایا کہ ہماری دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں معلوم ہوا اصل مال تو اللہ پاک کا ہے مالدار لوگ خرچ کرنے والے تو امین ہیں وکیل ہیں اور وکیل تصرف کرنے میں دخیل ہوتا ہے نہ کہ اصل ہوتا ہے، لہذا اس کو چاہئے کہ موکل اور اصیل کی جانب کا خیال رکھے نہ اپنی جانب کا اور نہ مخلوق کی جانب کا بعض علماء نے فرمایا کہ جو تعریف یا شکر گذاری کی توقع رکھے گا تو وہ اپنے مال کو بیچنے والے کی طرح ہے کیونکہ اس نے اپنے مال کو زکوٰۃ وصدقات شکر وتعریف وشکر گزاری کے بدلہ فروخت کر دیا ہے اور تعریف فی نفسہ لذیذ ہوتی ہے مگر لا حاصل شے ہے اور جواد وسخی وہ ہے جو بغیر کسی غرض کے دے بلکہ یہ سمجھے کہ جتنی مال لینے والے کو اس مال کی ضرورت ہے اس سے زیادہ مجھے ثواب کی ضرورت ہے اور سخاوت کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ اپنے مرحومین کی جانب سے بھی کرے خاص طور پر رمضان المبارک میں کیونکہ ان کی ارواح اپنے گھر والوں کو پکار کر کہتی ہیں کہ ہمارا حصہ بھی دو چاہے جو بھی ہو پیسے، روٹی، دعاء، تلاوت، کپڑا وغیرہ وغیرہ تو جب ایک روٹی کے ٹکڑے کا بھی ثواب ہے تو دوسری چیزوں کا تو کیا کہنا (کذا فی ربیع الابرار، روح البیان رص:۳۶۶)۔

بدسلوکی کا بدلہ حسن سلوک

اس کے بعد ارشاد فرمایا ان لوگوں کی مزید تعریف میں کہ برائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے ہیں بدسلوکی کو اچھے سلوک سے ٹال دیتے ہیں وہ بدسلوکی جو ان کے ساتھ کی جارہی ہے اس کو حسن سلوک سے ٹال دیتے ہیں کچھ خیال نہیں کرتے بلکہ مزید احسان کرتے ہیں اپنے اوپر ظلم کو معاف کرتے ہیں اور جب ان سے تعلقات

توڑے جاتے ہیں تو وہ جوڑتے ہیں اور جب ان کومحروم کیا جاتا ہے تو وہ خود دیتے ہیں اسی کوایک حدیث شریف میں فرمایا گیا **صل من قطعک واعف عمن ظلمک واحسن الی من اساء الیک** یعنی جوتم سے توڑے تم اس سے جوڑو اور جوتم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کرو اور جوتمہارے ساتھ برائی سے پیش آئے تم اس کے ساتھ اچھائی سے پیش آؤ یہ اعلیٰ مقام ومرتبہ ہے حسن اخلاق کا اور نیکی اور بھلائی کا، حضرت عبداللہ بن المبارک نے ارشاد فرمایا کہ یہ آٹھ عمدہ خصلتیں جنت کے آٹھوں ابواب کی طرف پہنچاتی ہیں (روح البیان رص:۳۶۶رج:۴ربغوی رص:۶۱رج:۲)۔

بشارت عظمیٰ

ان صفات ایمانیہ کے ساتھ جو متصف ہوں گے ان کیلئے اس جہاں کا بہترین انجام ہے یعنی دنیا میں بھی بہترین انجام ہے اور آخرت میں جنت عدن ہے جس میں وہ داخل ہوں گے جنت عدن بدل ہے عقبیٰ الدار سے وہ عقبی الدار بہترین انجام بہترین عاقبت دار آخرت کی جنت عدن میں ٹھہرنے کے باغات، عدن بمعنیٰ اقامت ہے، لوگ تمام موسموں میں وہاں رہیں گے کبھی بھی نکلیں گے نہیں یہ جنت کا درمیانی مقام ہے افضل ترین مقام ہے تجلی ربانی دیدار الٰہی کی جگہ ہے یہاں انکشاف وزیارت رب ہوگی، اس جگہ کوخود باری تعالیٰ نے بنایا ہے اپنے ہاتھ سے بغیر کسی کے واسطے کے جنت میں تمام مومن جائیں گے مگر اس جگہ ان مذکورہ بالا اوصاف سے متصف حضرات ہی جائیں گے اور رہیں گے **اللھم اجعلنا منھم۔**

اور وہ جو نیک وصالح ہوں گے ان کے آباءواجداد، ازواج وذریت میں سے وہ

بھی تابع ہوکران کے ساتھ ہوں گے اگر چہ ان جیسے اعمال صالحہ مکمل طور پران کے پاس نہ ہوں گے مگر ایمان والے ضرور ہوں گے اور کچھ نہ کچھ اعمال صالحہ ان کے پاس بھی ہوں گے وہ بھی ان کے ساتھ ان کے درجات میں ہوں گے یہ ان لوگوں کا اکرام واعزاز ہوگا اوران کی مسرت وفرحت کی تکمیل ہوگی بلکہ وہ جمع ہوکر خوش ہوں گے اور اپنے دنیا کے احوال کا تذکرہ کریں گے اور کہیں گے کہ دیکھو باری تعالیٰ نے اپنے کرم سے ہمیں وہاں سے نجات دی اور یہاں عزت واکرام سے نوازا شکر کریں گے، معلوم ہوا کہ جب جنت میں کام بن رہا ہوگا تو شفاعت سے بھی درجات بلند ہوں گے، معلوم ہوا کہ کامل ایمان والے حضرات سے محبت رکھنا اوران کی تعظیم کرنا کس قدر کام کی چیز ہے (روح البیان ص:۳۶۷ ج:۴)۔

فرشتے ان کے پاس ہر دروازہ سے داخل ہوں گے اور سلام کریں گے یعنی یہ کہیں گے تم ہر قسم کے عذاب سے سالم ومحفوظ ہوگئے ہو، حضرت مقاتل نے فرمایا دنیا کے ایام میں سے ہر رات ودن کی مقدار میں تین دفعہ داخل ہوں گے تحائف وہدایا لیکر سلام کرتے ہوئے ہمیشہ کی سلامتی کی بشارت کے ساتھ اوران کو خبر دیں گے ان چیزوں کی جو اللہ پاک نے ان کیلئے تیار فرمایا ہے اس کے بدلہ جو انہوں نے دنیا میں فقر وفاقہ پرصبر کیا اور اطاعت الٰہی پر جمے رہے دین پر پختگی کے ساتھ عمل کرتے رہے ان کا مقام بہت ہی بلند ہے کیونکہ ایسی حالت میں دین پر جمنا اہم اور مشکل کام ہے۔

فقراء کی فضیلت

حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ ایک بار حضرات فقراء نے رسول پاک ﷺ کی خدمت میں ایک فقیر کو قاصد بنا کر بھیجا اس نے آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ میں فقراء

کی طرف سے قاصد و پیامبر بن کر آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا مرحبا تم ایسی قوم کے پاس سے آئے ہو جو مجھے پسندیدہ ہے، عرض کیا یا رسول اللہ فقراء نے کہلوایا ہے کہ اغنیا حضرات ساری خیر و برکت لے گئے ہیں وہ حج کرتے ہیں ہم غربت کی وجہ سے قادر نہیں ہیں وہ صدقہ و خیرات زکوۃ اور دوسری مالی عبادات کرتے ہیں ہم نہیں کرسکتے ہیں وہ غلاموں کو آزاد کرتے ہیں ہم نہیں کرسکتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا فقراء کو یہ پیغام پہنچادو میری طرف سے کہ جو شخص صبر کرے گا اور اللہ سے ڈرے گا اور ثواب کے اور کام کرے گا ان کیلئے تین باتیں ایسی ہوں گی جو اغنیاء کیلئے نہ ہوں گی (۱) ان کیلئے یاقوت احمر کے بالاخانے ہوں گے جن کو وہ دیکھیں گے اس میں وہ نبی جو فقیر ہوگا یا جو شہید فقیر ہوگا یا جو مومن فقیر ہوگا وہی داخل ہوگا (۲) جب فقراء تسبیحات **سبحان الله ،الحمدلله، لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر** اخلاص سے پڑھیں گے تو ان کو وہ ثواب ملے گا جو مالداروں کو دس ہزار درہم خرچ کر کے بھی حاصل نہ ہوگا (۳) فقراء حضرات جنت میں مالداروں سے نصف یوم یعنی پانچسو برس قبل داخل ہوں گے (مالدار مال کے حساب و کتاب میں محبوس ہوں گے) فقراء کا قاصد ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا جواب لیکر لوٹا اور جب ان کو خبر دی تو وہ بہت زیادہ خوش ہو گئے اور کہنے لگے ہم اپنے رب سے راضی ہیں (روح البیان/ص:۳۶۷/ج:)۔

حوض کوثر کا پانی سب سے پہلے فقرا، مہاجرین پئیں گے

عــن أبــي سلّام حبشــي قــال بعــث إلــي عــمــر بــن عبــدالعــزيــز فــحــمــلــت عــلــى البر يد فــلــمــا دخــل عليــه قــال يــاأمير المؤ منين لقد شق على مر كبى البريد فقال يــا أبــا ســلام ماار دت أن أشــق عــلــيــک ولــكــن بــلــغــنــى عــنــک حديث تــحــدثــه عــن ثوبان عن الــنــبــي صــلــى الــلــه عليه وســلــم فــي الــحــوض فــأحببت أن تشافهني به قــال أبو سلام ثنى ثوبان عن رسول الله صلى الله عــليه وسلم قال حوضي

ابوسلّام حبشی کہتے ہیں کہ عمر ابن عبدالعزیزؒ نے مجھے بلوایا، چنانچہ میں خچر پرسوار ہوکران کے پاس پہنچا تو عرض کیا کہ اے امیرالمؤمنین! مجھ پر خچر کی سواری شاق گذری ہے، انہوں نے فرمایا اے ابوسلام! میں آپ کو مشقت میں نہیں ڈالتا لیکن میں نے اس لئے تکلیف دی کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ثوبان کے واسطہ سے حضورﷺ کی ایک حدیث بیان کرتے ہیں، میں چاہتا تھا کہ خود آپ سے سنوں، ابوسلام نے بیان کیا کہ ثوبان نے حضورﷺ سے نقل کیا کہ میرا حوض عدن سے عمان تک کی مسافت میں ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، اس کے گلاس آسمان کے ستاروں کی

من عدن إلى عمان البلقاء ماء ه أشد بياضا من اللبن وأحلى من العسل وأكوابه عدد نجوم السماء من شرب منه شربة لم يظمأ بعدهاأبدا أول الناس ورودا عليه فقراء المهاجرين الشعث رؤسا الدنس ثيابا الذين لاينكحون المتنعمات ولا يفتح لهم السدد قال عمر لٰكنى نكحت المتنعمات وفتحت لى السدد نكحت فاطمة بنت عبدالملك لاجرم انى لاأغسل رأسى حتى يشعث ولاأغسل ثوبى الذى يلى جسدى حتى يتسخ

(ترمذی/ص:۷۱/ج:۲)۔

کی تعداد کے برابر ہیں جس نے اس سے ایک مرتبہ پی لیا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی، اس پر سب سے پہلے فقراء مہاجرین آئیں گے جن کے سر گرد سے اٹے ہوئے اور کپڑے میلے کچیلے ہوں گے، جو لوگ ناز پرورده عورتوں سے شادی نہیں کرتے اور جن کیلئے دروازے نہیں کھولے جاتے، حضرت عمرابن عبدالعزیزؒ نے یہ سن کر فرمایا لیکن میں نے تو ایسی عورت سے نکاح کیا ہے میرے لئے دروازے بھی کھولے جاتے ہیں چنانچہ میں نے فاطمہ بنت عبدالملک سے نکاح کیا، ہاں اتنا ضرور ہے کہ میں اپنا سر اس وقت تک نہیں دھوتا جب تک وہ چکٹ نہ جائے اوراسی طرح اپنے بدن پر لگے ہوئے کپڑے بھی میلے ہونے سے پہلے نہیں دھوتا۔

عبرت کا واقعہ

حکایت: شیخ عبدالواحد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار کشتی میں سوار تھا ہواؤں نے کشتی کو ایک جزیرہ کی طرف دھکیل دی ہم لوگ وہاں اتر گئے دیکھا تو وہاں ایک شخص ایک بت کی پوجا کر رہا تھا ہم نے اس سے کہا یہ کیا کر رہے ہو اس نے بت کی طرف اشارہ کر کے اس کی پوجا پاٹ کر رہا ہوں ہم نے کہا اس کو تو نے بنایا ہے یہ کس کام کا ہے جس کو تم نے بنایا اسی کی پوجا کرتے ہو یہ تو بے وقوفی اور جہالت کی بات ہے اور انتہائی نادانی، کہنے لگا اچھا تم بتاؤ کس کی عبادت کرتے ہو ہم نے کہا اس کی جو آسمان وزمین کا مالک ہے جس کا عرش آسمان میں ہے جس کی پکڑ زمین پر ہے، زندہ مردہ سب اس کے فیصلہ سے ہیں سب میں اس کا حکم چلتا ہے کہنے لگا تم کو یہ بات کس نے بتائی؟ ہم نے کہا اللہ پاک نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا ان کو کتاب دی اس میں یہ سب باتیں ہیں اس نے کہا مجھے بھی پڑھ کر کچھ سناؤ ہم نے اس کو بھی سنایا وہ رونے لگا اس پر اسقدر اثر ہو رہا تھا یہاں تک کہ سورت مکمل ہوگئی اس نے کہا جس کا ایسا کلام ہو اس کی نافرمانی نہیں کی جاسکتی ہے پھر وہ مسلمان ہوگیا اور ہمارے ساتھ ہوگیا ہم نے اس کو شریعت کی اور باتیں سکھائیں اور کچھ قرآن پاک کی سورتیں یاد کرائیں جب رات کا وقت ہوا اور ہم نے عشاء کی نماز ادا کر لی اور ہم لیٹنے لگے اس نے کہا اے لوگو وہ خدا جس کے بارے میں تم نے مجھے بتایا ہے کیا وہ بھی سوتا ہے ہم نے کہا نہیں سوتا کہنے لگا تم اس کے کیسے

بندے ہو جو سوتے ہو جبکہ وہ جاگتا ہے ہمیں اس کے کلام سے تعجب ہوا جب ہم عبادان شہر آ گئے میں نے اپنے دوستوں سے کہا یہ تو مسلم آدمی ہے اس کے تعاون کیلئے کچھ مال جمع کرو ہم نے کچھ دراہم اکٹھا کر کے اس کو دے دئے جب ہم اس کو دینے لگے اس نے کہا یہ کیا ہے ہم نے کہا تمہارے خرچ کیلئے اس نے کہا لا الــٰه الا اللــه تم نے مجھ کو ایک راستہ بتا دیا مگر تم اس پر نہیں چلتے میں سمندر کے ایک جزیرہ میں بت کی پوجا کرتا تھا اللہ عزوجل کو چھوڑ کر اس نے مجھے وہاں ضائع نہیں کیا جبکہ میں اس کو جانتا بھی نہ تھا اب جبکہ اس کو جانتا ہوں مانتا ہوں وہ مجھ کو ضائع کر دے گا یہ تو ہو ہی نہیں سکتا ہے، تین دن کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس کی حالت خراب ہے اور موت کے قریب ہے میں اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ کوئی ضرورت ہو تو بتاؤ اس نے کہا میری ضروریات تو اس نے پوری کر دی ہیں جس نے تم کو جزیرہ بھیجا تھا، شیخ عبدالواحد فرماتے ہیں کہ اتنے میں مجھے نیند آ گئی خواب میں اس کو دیکھا ایک عمدہ باغ ہے بہت سرسبز و شاداب اس میں ایک قبہ ہے قبہ میں ایک تخت ہے تخت پر ایک خوبصورت لڑکی بیٹھی ہے اس جیسی میں نے نہیں دیکھی تھی اور وہ کہہ رہی ہے تم اس شخص کو میرے پاس جلدی کیوں نہیں بھیجتے ہو میرا شوق اس کے دیدار کیلئے بہت بڑھ گیا ہے میں اچانک بیدار ہوا تو وہ دنیا سے جا چکا تھا ہم نے اس کو غسل دیا اور کفن دیکر نماز پڑھ کر دفن کیا پھر میں نے ایک خواب دیکھا بوقت شب اور اس جیسا خوبصورت جو پہلے دیکھا تھا اور باغ میں عمدہ تخت اور اس پر وہ حسین لڑکی اور اس

کے برابر میں وہ شخص بیٹھا ہوا ہے اور وہ آیت پڑھ رہا ہے:

وَالْـمَلَآئِـكَةُ يَـدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَـابٍ سَلَامٌ عَـلَيْـكُمْ بِمَا صَبَـرْتُـمْ فَـنِـعْـمَ عُقْبَـى الدَّارِ ○ (سورۂ رعد آیت: ۲۳، ۲۴)۔

اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازہ سے آتے ہوں گے کہ تم صحیح سلامت رہوگے بدولت اس کے کہ مضبوط رہے تھے سو اس جہاں میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے (روح البیان، ص: ۳۶۸)۔

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْـدَاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَـقْـطَـعُوْنَ مَآاَمَرَاللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓـئِكَ لَهُـمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ ○ (سورۂ رعد آیت: ۲۵)۔

اور جو کہ توڑتے رہتے ہیں اس معاہدہ کو جو کہ اللہ تعالیٰ سے کر چکے تھے اس کے استحکام کے بعد اور قطع کرتے رہتے ہیں ان تعلقات کو کہ حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو وابستہ رکھنے کا اور فساد کرتے رہتے ہیں زمین میں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کیلئے اس جگہ میں خرابی ہوگی (بیان القرآن)۔

مؤمنین کی صفات کے بعد کفار و مشرکین کی عادات قبیحہ کا بیان ہے کہ وہ عہد اللہ کو توڑتے ہیں یعنی توحید وعبادت الٰہی کا راستہ اختیار نہیں کرتے اللہ پاک نے جملہ بنی آدم سے اپنی الوہیت کا اقرار واعتراف کا عہد لیکر دنیا میں بھیجا اور ان کو عقل دی کہ وہ اس کو استعمال کریں اور توحید وعبادت الٰہی کا راستہ اپنائیں باری تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں:

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يَا بَنِيْ آدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ o (سورۂ یٰس آیت:۶۰)۔

اے اولادِ آدم کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کردی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

اس عہد توحید وربوبیت کو یاد دلانے کیلئے انبیاءؑ کو بھیجا ہر نبی نے یہی تعلیم دی کہ اے انسانوں اللہ پاک ہی کی عبادت کرو کسی اور کی نہیں اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (سورۂ انبیاء آیت:۲۵)۔

اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کیا کریں۔

کہیں فرمایا:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (سورۂ نحل آیت:۳۶)۔

اور ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہتے ہیں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچتے رہو سو ان میں بعضے وہ ہوئے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بعضے ان میں وہ ہوئے جن پر گمراہی کا ثبوت ہو گیا تو زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

یہی جملہ انبیاءؑ کا عقیدہ راسخہ اور عمل پیہم رہا وراسی کی دعوت دیتے رہے، حضرت آدمؑ سے دس قرون تک یہی سلسلہ مبارکہ رہا، قوم نوحؑ نے بت پرستی کا آغاز کیا نیک لوگوں کے مجسمے بنائے تا کہ ان کو سامنے رکھ کر عبادت کریں گے، یہ نیک لوگ حضرت آدمؑ کے پانچ بیٹے: ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر تھے (کذافی روح البیان، ص:۲۵، سورۂ یونس)۔

ہوتے ہوتے انہیں کی پوجا پاٹ میں لگ گئے اور شیطان کے جال میں پھنس گئے تب سے ایسے پھنسے لاکھوں انبیاء اولیاء علماء صلحاء اور عقلمند انسانوں کے سمجھانے کے بعد بھی ماننے کو تیار نہیں بلکہ ان کی ہی مخالفت اور عداوت کو اپنا وظیفہ حیات سمجھ لیا اور ان کے ساتھ ہر طرح کا ظلم کرنا ان کا شیوہ بن گیا، حضرت نوؑح نے جب دیکھا کہ قوم بت پرستی میں مبتلا ہوگئی سمجھانے کا آغاز فرمایا قرآن کریم کہتا ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا	اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کے
نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖٓ اِنِّی لَکُمْ	پاس رسول بنا کر بھیجا کہ تم اللہ کے سوا کسی
نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا	اور کی عبادت مت کرو میں تم کو صاف
اِلَّا اللّٰہَ اِنِّیْٓ اَخَافُ	صاف ڈراتا ہوں میں تمہارے حق میں
عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ	ایک بڑے تکلیف دینے والے دن کے
اَلِیْمٍ (سورہ ہود آیت:۲۶)۔	عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں۔

صاحبِ روح البیان نے لکھا ہے کہ اللہ پاک نے حضرت نوحؑ کو ان کی قوم کے پاس بھیجا کہ جاؤ سمجھاؤ وہ ان کے پاس ان کی عید کے دن آئے جس وقت وہ اپنے بتوں کی پوجا پاٹ کر رہے تھے شرابیں پی رہے تھے اور عورتوں کے ساتھ حرام

کاری کررہے تھے علانیۂ بہائم کی طرح بلاحجاب یہ شرم ناک منظر دیکھ کر نوحؑ نے ان کو بلند آواز کے ساتھ توحید کی دعوت دی اور ان سب کاموں سے روکا، لوگ گھبرائے کہ یہ کون یہاں ہمیں سمجھانے کے لئے آیا ہے ان کو احمق اور مجنون کہا اور مارا پیٹا زدوکوب کیا اور برا بھلا کہا اور ان کی تکذیب کی (روح البیان رص:۱۱۶ رج:۴)۔

تعارف نوحؑ

حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ قرآن کریم میں ۴۳ رمقامات پر آیا ہے، حضرت نوحؑ حضرت ادریس کے بعد پہلے نبی ہیں بقول حضرت ابن عباسؓ کے چالیس سال عمر ہونے پر نبی بنائے گئے اور ساڑھے نوسو ۹۵۰ ربرس تک اپنی امت کو توحید الٰہی کی دعوت دیتے رہے اور کفر وشرک، بت پرستی سے روکتے رہے مگر قوم بت پرستی سے باز نہ آئی اور اس نے پیغام حق قبول کرنے سے انکار کر دیا صرف مختصر سی جماعت ایمان لائی جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر طوفان سے اللہ پاک کے فضل وکرم سے بچ پائے، ورنہ سب طوفان سے تباہ وبرباد کر دئے گئے، طوفان بھی اتنا غضب کا تھا وہلاکت خیز معاملہ تھا پانی اونچے سے اونچے پہاڑ سے اوپر ہو کر چل رہا تھا ایسے میں کون بچتا، حضرت نوحؑ طوفان کے ۶۰ رسال بعد تک حیات رہے، کل عمر شریف ڈیڑھ ہزار سال ہوئی، ہبوطِ آدمؑ (آدمؑ کے آنے) کے ۱۶۴۲ رسال بعد پیدا ہوئے تھے شام کے علاقہ دمشق میں رہائش تھی کوفہ عراق میں مدفون ہوئے اور بھی اقوال ہیں، نام شاکر تھا، نوح اس وجہ سے نام پڑ گیا کہ اپنے اوپر بہت زیادہ نوحہ کرتے تھے کیونکہ اپنے بیٹے کے بارے میں سوال کرلیا تھا جس پر اللہ پاک کا عتاب

ہوا کہ وہ بھی کافر تھا اور کفار کے ساتھ تھا ایمان والا نہیں تھا اور عذاب رب ہی کفر وبت پرستی کی وجہ سے آیا تھا اگر اس کے بارے میں اجازت ہوئی تو سارے کفار ہی کو یوں عذاب دیا جاتا اور ہلاک کیا جاتا، اللہ پاک کی مخلوق تو سب ہی ہیں۔

روح البیان رص: ۱۱۵رج: ۴رمیں ہے کہ درحقیقت انبیاءؑ واولیاء کا رونا اللہ پاک کے جلال وہیبت کی وجہ سے ہوتا ہے جو ان حضرات کے قلوب پر جلوہ گر ہوتی ہے جس قدر جلال الٰہی عظمت باری کا غلبہ جس پر ہوتا ہے اس کا رونا اسی قدر ہوتا ہے یہ سچے عاشقوں کی علامت ہے اور عارفین حق کی پہچان ہے، حضرت یحییٰؑ کسقدر روتے تھے ان سے زیادہ ان کے زمانہ میں کوئی اور رونے والا نہ تھا حالانکہ ان سے کوئی گناہ صادر نہ ہوا تھا حضرت یعقوبؑ کا رونا صرف فراق یوسف پر ہی نہ تھا فراق یوسف تو ایک ظاہری سبب تھا ورنہ تو ان کو معلوم تھا کہ ان کا خواب سچا ہوتا ہے یہ جو کچھ ہے ظاہر ہے اور باطنی حقیقت کچھ اور ہے، اللہ پاک جب کسی بندہ کو اپنے زیادہ قریب کرنا چاہتے ہیں تو اس کو ایسے حالات میں گرفتار فرما دیتے ہیں جس سے اس پر ایسی کیفیات طاری ہوتی ہیں ،اہل اللہ کے آخری دور میں ایسی ہی کیفیت ہوتی ہے، میرے والد ماجدؒ کی بھی یہی کیفیت تھی ،تہجد میں گھنٹہ بھر روتے ہی چلے جاتے تھے اور دیر دیر تک دعائیں فرماتے رہتے تھے اور ایک لطف اپنے مولیٰ کی قربت کا حاصل فرماتے تھے حالانکہ علالت کا دور تھا اور ان کے معمولاتِ شب برابر جاری رہتے تھے، اللہ پاک ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔

حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہیؒ اور دیگر مشائخ کی حالت بھی ایسی

ہوتی تھی رونا اہل اللہ کی شان ہے، قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت شیخ جیلانیؒ کی خدمت میں بادشاہ وقت نے آدھی سلطنت پیش کی ،فرمایا جب سے نیم شبی کی دولت ملی ہے تمہاری جیسی سلطنتوں سے دل بے زار ہوگیا ہے، یہ وہ سلطنت ہے جس کے سامنے ساری دنیا کی سلطنتیں اہل اللہ کی نظر میں ہیچ ہیں۔

مگر قوم نے انکار کیا اور کیا جواب دیا قرآن کریم کہتا ہے:

فَقَالَ الْمَلَاءُ	سو ان کی قوم میں جو کافر سردار
الَّذِيْنَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهٖ	تھے وہ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو اپنا ہی جیسا
مَانَرٰكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا	آدمی دیکھتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ
وَمَا نَرٰكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا	تمہارا اتباع ان ہی لوگوں نے کیا ہے جو
الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ	ہم میں بالکل رذیل ہیں وہ بھی محض
الرَّأْيِ وَمَا نَرٰى لَكُمْ	سرسری رائے سے اور ہم تم لوگوں میں
عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ	کوئی بات اپنے سے زیادہ بھی نہیں پاتے
كٰذِبِيْنَ (سورۂ ہود آیت:۲۷)۔	بلکہ ہم تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔

فائدہ: ظالم متکبر لوگوں نے کہا کہ تمہاری اتباع کرنے والے سب چھوٹی برادریوں کے لوگ ہیں جتنے بھی ہیں وہ بھی تھوڑے سے جولاہے موچی اور دیگر گھٹیا پیشہ کرنے والے اگر تو سچا ہوتا تو بڑے بڑے خاندانی لوگ ہوشیار لوگ تیری اتباع کرتے ، حالانکہ جس گندگی میں وہ خود پڑے ہوئے تھے وہ اصل گندگی تھی اس کے ہوتے ہوئے سب ذہنی بڑائی بیکار تھی اور بڑائی اور ذلت کا مدار حسب ونسب یا صنعت

وحرفت تجارت نہیں ہے یہ تو انسان کی ضرورت ہے اور اللہ پاک کی تقسیم کار ہے، مدار ایمان اور اعمالِ صالحہ ہیں خاندانی شرافت تو اخلاق فاضلہ اعمالِ صالحہ سے قائم ہوتی ہے، اللہ پاک نے فرمایا **انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام** الخ حالانکہ ان میں اپنے کو بڑا کہنے والے سب ہی تھے جن کو نجس فرمایا۔

رؤساء کفار نے ایمان لانے والے حضرات کو غریب وفقیر قرار دیکر ہٹانے کا مطالبہ کیا جیسا کہ رؤساء قریش نے رسول اللہ ﷺ سے فقرا اور ضعفاء صحابہؓ کو ہٹانے کے لئے کہا تھا کہ ہمیں ان کے ساتھ ایک جگہ بیٹھتے ہوئے شرم آتی ہے، حضرت نوحؑ نے اس کی تردید فرمائی کہ اے احمقو میں ان مخلص ایمان والوں کو تمہاری خاطر نہیں ہٹا سکتا اگر میں نے ایسا کیا تو اللہ کے عذاب سے ناراضگی سے مجھے کون بچائے گا۔

معلوم ہوا غرباء اور فقراء مسلمین مخلصین سے محبت انبیاء ومرسلین کی سنت ہے اور ان سے نفرت کرنا منافقین کی پرانی عادت ہے (روح البیان/ص:۱۱۹/ج:۴)۔

اس کے جواب میں حضرت نوحؑ نے کیا فرمایا قرآن کریم کہتا ہے:

قَالَ یٰقَوْمِ	نوحؑ نے فرمایا کہ اے میری قوم
اَرَاَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی	بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی
بَیِّنَةٍ مِنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰنِیْ	جانب سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھ کو
رَحْمَةً مِنْ عِنْدِهٖ	اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی ہو پھر وہ تم
فَعُمِّیَتْ عَلَیْکُمْ اَنُلْزِ	کو نہ سوجھتی ہو تو کیا ہم اس کو تمہارے گلے
مُکُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا	مڑھ دیں اور تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ

كٰرِهُوْنَ o وَيٰقَوْمِ
لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا اِنْ
اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ
اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ
اَرٰكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ o
وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ
اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ اَفَلَا
تَذَكَّرُوْنَ o وَلَآ اَقُوْلُ
لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ
وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ
اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ
اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ
اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ
خَيْرًا اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ
اَنْفُسِهِمْ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ
الظّٰلِمِيْنَ o (سورۂ ہود آیت: ۲۸ تا ۳۱)۔

اور اے میری قوم میں تم سے اس پر کچھ مال
نہیں مانگتا میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے
ذمہ ہے اور میں تو ان ایمان والوں کو نکالتا
نہیں یہ لوگ اپنے رب کے پاس جانے
والے ہیں لیکن واقعی میں تم لوگوں کو دیکھتا
ہوں کہ جہالت کر رہے ہو اور اگر میں ان کو
نکال بھی دوں تو مجھ کو خدا کی گرفت سے کون
بچالے گا ، کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے
اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ
کے تمام خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیب کی
باتیں جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں
فرشتہ ہوں اور جو لوگ تمہاری نگاہوں میں
حقیر ہیں میں ان کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتا کہ
اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو ثواب نہ دے گا ان کے
دل میں جو کچھ ہو اس کو اللہ ہی خوب
جانتا ہے اگر میں نے ایسا کیا تو بیشک میں
گنہگاروں میں سے ہو جاؤں گا۔

یعنی کفار نے نوحؑ کو کہا تھا کہ تم تو ہمارے جیسے بشر ہی معلوم ہوتے ہو اور

دولت و مال کے اعتبار سے بھی کوئی امتیاز نہیں رکھتے ہو، حضرت نوحؑ نے یہ ان کی بات کا جواب دیا ہے اور وہ بات جو انہوں نے ان کے ایمان والے ساتھیوں کے سلسلہ میں کہی اسکا بھی جواب دیا کہ تم ان کو حقیر سمجھتے ہو حالانکہ جو خدا تعالیٰ باطن کا جاننے والا ہے وہ ہر کسی کو اس کی استعداد باطنی کے اعتبار سے نوازیں گے اگر میں ان کے تعلق سے وہ کہوں جو تم سوچتے ہو کہ خدا تعالیٰ ان کو کوئی عزت وشرف نہ دیں گے تو یہ نہایت ظالمانہ بات ہوگی۔

حضرت سعدی المفتی نے فرمایا کہ جب نوحؑ نے نبوت ورسالت کا اعلان فرمایا تو انہوں نے یہ سمجھا کہ ان کو غیب کا بھی علم ہونا چاہئے فوراً غیب کی باتوں کے سوال شروع کردئے جس کی تردید میں حضرت نوحؑ نے یہ فرمایا کہ صاحبِ نبوت کیلئے غیب جاننا لازم نہیں ہے یہ تو اللہ پاک کے ساتھ خاص ہے۔

قوم نے جواب دیا قرآن کریم کہتا ہے:

قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ	وہ لوگ کہنے لگے کہ اے نوحؑ تم
جٰدَلْتَنَا فَاَکْثَرْتَ جِدَالَنَا	ہم سے بحث کر چکے اور بحث بہت کر چکے
فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ	سو جس چیز سے تم ہم کو دھمکایا کرتے ہو وہ
الصّٰدِقِیْنَ○ (سورۂ ہود آیت:۳۲)۔	ہمارے سامنے لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

فائدہ: یعنی ایک بہت طویل زمانہ ۹۵۰؍ ساڑھے نوسو برس دعوت وتبلیغ کا دور جس میں ان کو روز وشب نصیحت کرتے رہے اور ہر شبہ کا جواب دیتے رہے سمجھانے کا یہ سلسلہ جو بحث ومناظرہ کرتے کرتے صدیاں گذر گئیں کفار نے ان حقانی بحثوں اور روز

وشب کی روک ٹوک سے عاجز ہوکر کہا اب یہ سلسلہ بند کیجئے اور جس سے ڈرایا کرتے ہو وہ فوراً لے آؤ تا کہ یہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو، فرمایا اللہ اس عذاب کو جب چاہیں گے لے آئیں گے یہ وہی جانتے ہیں ، ہاں جب عذاب آئے گا تو تم کہیں بھاگ نہ سکو گے اور میری نصیحت بھی تمہیں کارگر نہ ہوگی اگر اللہ نے تمہیں گمراہ کر دیا ہے۔

اس سب کا انجام کیا ہے: قرآن کہتا ہے:

وَاُوْحِیَ اِلٰی	اورنوحؑ کے پاس وحی بھیجی گئی
نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ	کہ سوائے ان کے جو ایمان لا چکے ہیں
قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ	اور کوئی شخص تمہاری قوم میں سے ایمان
فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا کَانُوْا	نہیں لاوے گا سو جو کچھ یہ لوگ کر رہے
یَفْعَلُوْنَ ○ (سورۂ ہود آیت:۳۶)۔	ہیں اس پر کچھ غم نہ کرو۔

فائدہ: بعض مرتبہ نوحؑ کو اتنا مارتے کہ بے ہوش ہوکر گر جاتے اور لوگ ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ کر چلے جاتے پھر ہوش آتا تبلیغ فرمانے لگتے اور دعا کرتے کہ اللہ ان کو ہدایت دے یہ جانتے نہیں ہیں (روح البیان ص:۱۲۲ ج:۴)۔

کشتی بنایئے

وَاصْنَعِ الْفُلْکَ	اور تم ہماری نگرانی میں اور
بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا	ہمارے حکم سے کشتی تیار کرلو اور مجھ سے
تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا	کافروں کے بارے میں کچھ گفتگو مت
اِنَّهُمْ مُغْرَقُوْنَ (سورۂ ہود آیت:۳۷)۔	کرنا وہ سب غرق کئے جاویں گے۔

کشتی بنارہے ہیں

قرآن پاک کہتا ہے وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ (اور وہ کشتی تیار کرنے لگے)۔

سفینۂ نوحؑ ۳۰۰/ذراع کے بقدر طویل تھی اور ذراع بازو تک مراد ہے اور ۵۰/ذراع کے بقدر چوڑی اوراس کی اونچائی فضاء میں ۳۰/ذراع کے بقدر تھی ایک بڑا جہاز تھا، ایک دوسرے قول کے مطابق ایک ہزار دوسو ذراع لمبی اور چوڑائی ۶۰/ ذراع کے بقدر، منقول ہے کہ ایک بار حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ سے فرمائش کی کہ اگر کسی ایسے شخص کو زندہ کردیتے جس سے ہم کشتی نوح کے بارے میں سوال کرتے تو اچھا ہوتا، حضرت عیسیٰؑ ان کو لیکر مٹی کے ایک ٹیلہ کے پاس تشریف لے گئے اور ایک مٹھی مٹی اٹھائی اور فرمایا جانتے ہو یہ کون مدفون ہے کہا اللہ اوران کا رسول ہی زیادہ جانتا ہے، فرمایا کعب حام بن نوح کا بیٹا پھراس پر عصاء مارااور قم باذن اللہ کہا وہ کھڑا ہوگیا سر سے مٹی جھاڑ رہا تھا اور بوڑھا معلوم پڑتا تھا، فرمایا کہ تم ایسی حالت میں مرے تھے کہنے لگا کہ نہیں بلکہ نوجوان تھا جس وقت میری موت آئی میں نے یہ سمجھا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے اس وجہ سے بوڑھا ہوگیا ہوں، حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا اچھا تو ہمارے سامنے سفینۂ نوح کے کچھ حالات بیان کرو کہنے لگا کہ وہ ایک ہزار ۲۰۰/ذراع کے بقدر لمبی اور ۶۰۰/ذراع کے بقدر چوڑی تھی اور تین طبقات تھے ایک طبقہ وحشی جانوروں کا ایک طبقہ پرندوں کا ایک طبقہ انسانون کیلئے، یہ سن کر پھر حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا واپس لوٹ جاؤ باذن اللہ تعالیٰ وہ پہلے کی طرح مرگیا (روح البیان/ص:۱۲۴/ج:۴)۔

سب سے نیچے وحوش وسباع اوراس کے اوپر پرندے سب سے اوپر حضرت

نوحؑ اوران کے افراد جن کی تعداد کم وبیش ۸۰رتھی (روح البیان رص:۱۳۲رج:۴)۔

کشتی میں کس کس کوسوار کرنا ہے

قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا (ہم نے فرمایا کہ ہرقسم میں سے ایک ایک نراورایک ایک مادہ یعنی دوعدداس میں چڑھالو)۔

قلنا احمل فيها: وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ جب نوحؑ کو یہ حکم ملاتو کہا یااللہ! شیر، گائے، اونٹ، بھیڑیا، بلی وغیرہ وغیرہ اوردیگر متضاد جانوروں کوکیسے سوار کروں؟ اللہ پاک نے فرمایا کہ اے نوح ان کے درمیان عدوات کس نے ڈالی، عرض کیا یارب آپ نے، فرمایا اب میں ان کے درمیان محبت ڈالدوں گا کہ آپس میں نہ لڑیں گے، ۱۰ررجب یوم جمعہ کوسوار ہوئے کشتی جب بیت اللہ کے پاس سے گذری اس کا طواف کیا ۱۵۰ردن، دسویں محرم کوکشتی سے نکلے۔

سب سے پہلے چیونٹی اور سب سے اخیر میں گدھا سوار ہوا اب جب گدھے نے اپنا آگے کا حصہ داخل کرلیا تو ابلیس علیہ اللعنہ اس کی پونچھ سے لٹک گیا جس کی وجہ سے وہ پاؤں نہیں رکھ پایا، نوحؑ نے فرمایا افسوس تجھ پرتو کیوں نہیں داخل ہوتا پھراس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو پایا، نوحؑ نے فرمایا، ملعون داخل ہوجا یہ سن کر ابلیس علیہ اللعنہ بھی گدھے کے ساتھ داخل ہوگیا جب نوحؑ نے کشتی میں اس کوبھی سوار دیکھا فرمایا یہاں سے نکل اے اللہ کے دشمن میری بغیر اجازت کیسے آیا ہے، کہنے لگا آپ مجھے نہیں نکال سکتے ہواور وہ جاکر کشتی کی پشت پر بیٹھ گیا اسی لئے حدیث پاک میں حمار کی آواز سننے کی وجہ سے **اعوذبالله من الشيطان**

الـرجیـم پڑھنے کاحکم آیا ہےاور ہر جانور کی آواز کچھ نہ کچھ تسبیح ہےسوائے حماراور خنزیر کے، جب سانپ اور بچھو کا نمبر آیا تو حضرت نوحؑ نے ان کوسوار کرنے سے انکار کردیا وہ اصرار کرنے لگے فرمایا تم تو سراپا نقصان اور مصیبت ہو، کہنے لگے کہ ہم اس بات کی گارنٹی دیتے ہیں کہ جو ہم سے خوف کے وقت سلام علی نوح فی العالمین پڑھے گا ہم اس کو کچھ نقصان نہ پہنچاسکیں گے (روح البیان رص:۱۲۶رج:۴)۔

حضرت نوحؑ جب ارادہ فرماتے کہ کشتی میں جائیں تو بسم اللہ کہتے وہ ہل پڑتی اور جب چاہتے کہ وہ رک جائے تو بسم اللہ پڑھتے وہ رک جاتی اس کو اللہ پاک نے فرمایا: **بسـم الـلـه مجريها ومرساها ان ربی لغفور رحيم** اللہ پاک کے نام سے تھا اس کا ہلنا اور ٹھہرنا بیشک میرا رب بخشنے والا ہے، اس میں اشارہ ہے کہ کشتی میں ایمان والوں کی نجات کا معاملہ ان کا استحقاقی امر نہ تھا بلکہ محض فضل رحمانی تھا کہتے ہیں کہ ایک بوڑھیا ایک مرتبہ حضرت نوحؑ کے پاس سے گذری آپؑ کشتی بنارہے تھے وہ نوحؑ پر ایمان رکھتی تھی اس نے پوچھا کہ نوحؑ یہ کیا کررہے ہو بتایا کشتی تیار کرنے کا حکم ملا ہے وہ بنارہا ہوں، اللہ پاک ایک طوفان کے ذریعہ کفار کو ہلاک کردیں گے اور ایمان والوں کو نجات دیں گے اس نے وصیت کی یہ کہ مجھے مت بھول جانا بتادینا جب طوفان کا وقت آجائے گا تاکہ میں بھی تمہارے ساتھ سوار ہوجاؤں جب وقت آیا مشغولیت کی وجہ سے حضرت نوحؑ بھول گئے اور سب کو کشتی میں سوار کرنے لگے اور بوڑھیا کی وصیت بھول گئے اور وہ دور بھی رہتی تھی جب ہلاکت خیز طوفان نے کفار کو ہلاک کردیا اور ایمان والوں کو اللہ پاک نے بچا

لیا اور وہ کشتی سے نکل بھی گئے تب وہ بوڑھیا آئی اور آ کر کہنے لگی کہ اے نوحؑ آپ نے کہا تھا کہ طوفان آئے گا کیا ابھی تک طوفان نہیں آیا نوحؑ نے بتایا وہ تو سب قصہ ہو چکا ہے بوڑھیا نے تعجب کیا کہ ہمیں کچھ خبر ہی نہیں ہوئی میں تو اپنے گھر میں تھی اللہ پاک کی شان ہر طرح ظاہر ہوتی ہے اس کو ایمان کی برکت سے طوفان کے درمیان بھی بچالیا سبحان اللہ اسی طرح اللہ پاک ایمان والوں کو مصیبتوں سے بچالیتے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں تو وعدہ ہے ہی ،معلوم ہوا کہ ایمان نجات ہے اور کفر عذاب الٰہی کا باعث ہے۔

کیسے سوار ہونا ہے

قَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ (اور نوحؑ نے فرمایا کہ اس کشتی میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے)۔ کشتی جاری ہے **وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ** (اور وہ کشتی ان کو لیکر پہاڑ جیسی موجوں میں چلنے لگی)۔سوار ہو جاؤ **وَنَادٰى نُوْحُ ن ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَاتَكُنْ مَّعَ الْكَافِرِيْنَ** (اور نوحؑ نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ علیحدہ مکان پر تھا کہ اے میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت ہو)۔ نالائق بیٹے نے کہا: **قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ** (وہ کہنے لگا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھ کو پانی سے بچالے گا)۔ابا کا جواب **قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ** (نوحؑ نے فرمایا کہ آج اللہ کے قہر سے کوئی بچانے والا نہیں لیکن جس پر وہی رحم کرے)۔ کشتی کہاں ٹھہری

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ o (اور حکم ہوگیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا اور پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم ہوا اور کشتی جودی پہاڑ پر آ ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دور رہے) جودی پہاڑ موصل عراق میں ایک جزیرہ میں واقع ہے۔

فائدہ: بقول حضرت ابن عباسؓ کے چالیس دن رات مسلسل بارش برستی رہی اور زمین نے بھی اپنا دہانہ کھول دیا یہاں تک کہ سطح ارض کے نیچے سے بھی پانی نکل پڑا اور سب سے اونچے پہاڑ کی چوٹی سے ۱۵/ ہاتھ یا ۳۰/ ہاتھ یا ۴۰/ ہاتھ اوپر تک پانی چل رہا تھا خدا کی پناہ، پھر کس کی خیر رہ سکتی تھی، مگر جس کو اللہ پاک نے بچانے کا فیصلہ کیا ہو وہی بچ پایا، ایک اللہ والے سے منقول ہے کہ طوفان کا اثر ہر تیس سال کے عرصہ میں کہیں کہیں ایک بار ظاہر ہوتا ہے جس سے بستیاں اور مکانات ڈوب جاتے ہیں (روح البیان/ص:۱۴۳/ج:۴)۔

اللہ پاک سے نوحؑ کا سوال وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ (اور نوحؑ نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا اے میرے رب یہ میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے)۔ جواب قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوح یہ شخص تمہارے گھر والوں میں سے نہیں)۔

یعنی ظاہراً تو آپ کے اہل خانہ میں شمار ہوتا تھا مگر بے ایمان ہونے کے سبب خاندانِ نبوت سے اس کا رشتہ کٹ گیا ہے جیسے اور انبیاءؑ کے بعض کفار متعلقین کا انجام

خراب ہوااسی طرح اس کا بھی انجام کفروشرک کی وجہ سے خراب ہونا طے ہے اور بعض علماء نے اس کوان کی بیوی واعلہ کا بیٹا کہا ہے اس طرح سے یہ نوحؑ کا لے پالک بیٹا تھا اور بعض نے حقیقی بیٹا ہی مانا ہے اکثر علماء کا رجحان اسی طرف ہے (روح البیان رص:۱۳۱رج:۴)۔

کشتی سے اترے قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ o (کہا گیا کہ اے نوح اترو ہماری طرف سے سلام اور برکتیں لیکر جوتم پر نازل ہوں گی اوران جماعتوں پر جوکہ تمہارے ساتھ ہیں اور بہت سی ایسی جماعتیں بھی ہوں گی کہ ہم ان کو چندروزعیش دیں گے پھران پر ہماری طرف سے سزائے سخت واقع ہوگی)۔

واقعہ کا لبِ لباب

فائدۂ مہمہ: اس پورے واقعہ سے یہ امر ثابت ہوا کہ ایمان وتوحید کی کشتی میں سوار ہوئے بغیر فتنوں کے سیلاب سے اورنفس اورخواہشات کے طوفان سے نجات ناممکن ہے جیسا کہ کنعان باوجود نبی زادہ ہونے کے نفس اوراس کی خواہشات عقل محض کی سواری پر جب سوار ہوگیا اورایمان اور ہدایت، شریعت وسنت مطہرہ کے سفینہ میں سوار نہ ہوا تو قضاءِالٰہی سے بچ نہ سکا اور نبی کی اولاد ہونا بھی کام نہ آیا، معلوم ہوا کہ ہر وہ نفس جو شریعت کوسنت کی کشتی میں انبیاء واولیاء کی معیت سے اپنے آپ کو دور رکھے گا کبھی سے کبھی تک کامیاب نہ ہوسکے گا (روح البیان رص:۱۳۳)۔

فائدہ: **قال اللہ تعالیٰ ان ابنک لیس من اھلک** یعنی جن کے لئے وعدہ نجات ہے یہ ان میں سے نہیں ہے کیونکہ اہلیت کا مدار قرابت دینی ہے اور

مؤمن وکافر کے درمیان کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ اس کا کردار اپنے والد ماجد حضرت نوحؑ جیسے جلیل القدر عظیم المرتبہ پیغمبر کے خلاف تھا تو ہلاک ہوگیا، معلوم ہوا کہ محض نسب بغیر علم وعمل کے بے کار ہے اور آباء واجداد کے کارناموں پر فخر کرنا فضول ہے، شیخ سعدیؒ نے فرمایا ؎

چوں کنعان راطبیعت بے ہنر بود پیغمبر زادہ کی قدرش نیفروزد
ہنر نجامی اگر داری نہ گوہر گل از خارست وابراہیم از آزر

(روح البیان رص:۱۳۹)

ماینفع الاصل من هاشم اذاكانت النفس من باهلة نوحؑ کے دوسرے تین بیٹے مؤمن تھے وہ اپنے والد علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار رہے اور ایک کافر ہوکرا لگ رہا، اسی طرح روح کے بھی چار بیٹے ہیں تین ایمان دار ہیں ایک کافر ،تین جومؤمن ہیں (۱) قلب (۲) سر (۳) عقل، اور چوتھا جوکافر ہے وہ نفس امارہ ہے جیسے تین بیٹے ان کے ساتھ تھے اسی طرح روح کے تین بیٹے شریعت کی کشتی میں سوار ہوجاتے ہیں اور ایک شریعت سے دور ہی رہتا ہے یعنی نفس (روح البیان رص:۱۴۰رج:۴)۔

الغرض ایسے ہی دیگر انبیاءؑ کا طریقہ رہا انہوں نے توحید کی دعوت دی ابو الانبیا والمرسلین خلیل اللہ سیدنا حضرتِ ابراہیمؑ اپنے والد کو جو بت پرستی میں مبتلا تھے مخاطب ہوکر دعوت توحید دیتے ہیں قرآن کریم میں اللہ پاک فرماتے ہیں:

وَلَـــــقَـــــدْ	اورہم نے حضرت ابراہیمؑ کو پہلے
اٰتَيْـنَـآ اِبْرَاهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ	ہی سے رشد وہدایت (توحید دیگر عقائد حقہ،
قَبْلُ وَكُنَّابِهٖ عٰلِمِيْنَo اِذْ	اعمال صالحہ، اخلاق فاضلہ) دئے تھے اورہم

قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ o قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآئَنَا لَهَا عَابِدِيْنَ o قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ o قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ o قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ o (سورۂ انبیاء آیت:۵۱تا۵۶)۔

ان کوخوب جانتے تھے جب کہ انہوں نے اپنے باپ سے اور قوم سے فرمایا یہ کہ کیا مورتیاں ہیں جن کی عبادت پر تم جمے بیٹھے ہو وہ لوگ جواب میں کہنے لگے کہ ہم نے اپنے بڑوں کو ان کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے، فرمایا بیشک تم اور تمہارے باپ دادے ان کو لائق عبادت سمجھنے میں صریح غلطی میں مبتلا تھے کہنے لگے کیا تم واقعی سچی بات ہمارے سامنے پیش کر رہے ہو یا یوں ہی دل لگی کر رہے ہو ابراہیمؑ نے فرمایا نہیں یہ دل لگی نہیں بلکہ سچی بات ہے اور میرے نزدیک بلکہ حقیقت میں تمہارا رب حقیقی وہی ہے جو آسمان وزمین کا رب ہے جس نے ان سب کو پیدا فرمایا اور میں اس دعویٰ پر دلیل بھی رکھتا ہوں تمہاری خالی اپنے بڑوں کی اندھی تقلید سے دلیل نہیں پکڑتا ہوں۔

معلوم ہوا کہ عہد اللہ، ایمان وتوحید کا راستہ ہے اور اسی پر عقیدہ راسخ رکھنا ہے، کفر وشرک کرنا اور خالق تعالیٰ کی عبادت سے انکار کرنا یا اس میں دوسروں کو شریک کرنا گناہ ہے

نیز سورۂ مریم میں ہے:

قَالَ يٰاَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ
مَالَا يَسۡمَعُ وَلَا يُبۡصِرُ وَلَا
يُغۡنِىۡ عَنۡكَ شَيۡـئًا ٥ يٰاَبَتِ
اِنِّىۡ قَدۡ جَآءَنِىۡ مِنَ الۡعِلۡمِ
مَالَمۡ يَاۡتِكَ فَاتَّبِعۡنِىۡۤ
اَهۡدِكَ صِرَاطًا
سَوِيًّا ٥ يٰاَبَتِ لَا تَعۡبُدِ
الشَّيۡطٰنَ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ كَانَ
لِلرَّحۡمٰنِ عَصِيًّا ٥ يٰاَبَتِ اِنِّىۡۤ
اَخَافُ اَنۡ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ
مِّنَ الرَّحۡمٰنِ فَتَكُوۡنَ
لِلشَّيۡطٰنِ وَلِيًّا ٥ قَالَ
اَرَاغِبٌ اَنۡتَ عَنۡ اٰلِهَتِىۡ
يٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهِ
لَاَرۡجُمَنَّكَ وَاهۡجُرۡنِىۡ
مَلِيًّا ٥ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيۡكَ
سَاَسۡتَغۡفِرُ لَكَ رَبِّىۡ اِنَّهٗ
كَانَ بِىۡ حَفِيًّا ٥
وَاَعۡتَزِلُكُمۡ وَمَا تَدۡعُوۡنَ

جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ
اے میرے باپ تم ایسی چیز کی کیوں عبادت
کرتے ہو جو نہ کچھ سنے اور نہ کچھ دیکھے اور نہ
تمہارے کام آسکے، اے میرے باپ میرے
پاس ایسا علم پہنچا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا تو تم
میرے کہنے پر چلو میں تم کو سیدھا راستہ بتلاؤں
گا، اے میرے باپ تم شیطان کی پرستش مت
کرو بیشک شیطان رحمٰن کی نافرمانی کرنے والا
ہے، اے میرے باپ میں اندیشہ کرتا ہوں کہ تم
پر رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب نہ آپڑے پھر تم
شیطان کے ساتھی ہو جاؤ، باپ نے جواب
دیا کہ کیا تم میرے معبودوں سے پھرے
ہوئے ہو اے ابراہیم! اگر تم باز نہ آئے تو میں
ضرور تم کو پتھر مار کر سنگسار کردوں گا اور
ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مجھ سے برکنار رہو، ابراہیمؑ
نے کہا میرا سلام لو اب میں تمہارے لئے
اپنے رب سے مغفرت کی درخواست کروں گا
، بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے اور میں تم
لوگوں سے اور جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ
عَسٰۤی اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ
رَبِّیْ شَقِیًّا ٥فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ
وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
وَهَبْنَالَهٗۤ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ
وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا ٥وَوَهَبْنَا
لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا
لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا (سورۃ مریم آیت:۴۸تا۵۰)۔

کررہے ہو ان سے کنارہ کرتا ہوں اور اپنے رب کی عبادت کروں گا، امید ہے کہ اپنے رب کی عبادت کرکے محروم نہ رہوں گا، پس جب ان لوگوں سے اور جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے ان سے علیحدہ ہوگئے ہم نے ان کو اسحٰق اور یعقوب عطا فرمایا اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت کا حصہ دیا اور ہم نے ان کا نام نیک اور بلند کیا۔

ایک جگہ ہے:

وَاِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ
لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ
ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ٥اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ
اِفْكًا اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ لَایَمْلِكُوْنَ لَكُمْ
رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَاللّٰهِ الرِّزْقَ
وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْالَهٗۤ اِلَیْهِ
تُرْجَعُوْنَ ٥(سورۂ عنکبوت آیت ۱۶،۱۷)۔

اور ہم نے ابراہیم کو بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم کو فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو، تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر محض بتوں کو پوج رہے ہو اور جھوٹی باتیں تراشتے ہو تم خدا کو چھوڑ کر جن کو پوج رہے ہو وہ تم کو کچھ بھی رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے تو تم لوگ رزق خدا کے پاس سے تلاش کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

اور بڑے اہتمام سے حضرت ابراہیمؑ نے بت پرستی سے بچنے کیلئے اللہ پاک سے دعا فرمائی خدا تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں:

وَاِذْ قَـــــالَ	اور جبکہ ابراہیم نے کہا کہ اے
اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا	میرے رب اس شہر کو امن والا بنا دیجئے
الْبَـلَـدَ آمِـنًـا وَّاجْنُبْنِـىْ	اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو
وَبَنِيَّ اَنْ نَعْبُدَالْاَصْنَامَ ○	بتوں کی عبادت سے بچائے رکھئے، اے
رَبِّ اِنَّهُـــنَّ اَضْـلَـلْـنَ	میرے پروردگار ان بتوں نے بہت
كَثِيْـرًا مِـنَ الـنَّـاسِ فَمَنْ	لوگوں کو گمراہ کر دیا، پھر جو شخص میری راہ
تَبِـعَـنِـىْ فَـاِنَّـهٗ مِنِّىْ وَمَنْ	چلے گا وہ تو میرا ہے ہی اور جو شخص میرا کہنا
عَـصَـانِـىْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ	نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت اور
رَّحِيْمٌ ○ (سورۂ ابراہیم آیت:٣٦)۔	کثیر الرحمت ہیں۔

معلوم ہوا کہ کفر وشرک اس قدر قبیح عقیدہ ہے جس پر غلط اعمال ہی مرتب ہوتے ہیں گویا یہ تمام قبائح کی بنیاد و فاؤنڈیشن ہے۔ اسی لئے حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو شرک سے منع کیا حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِذْ قَـالَ لُـقْمَانُ لِابْنِهٖ	اور جب لقمان نے اپنے
وَهُـوَ يَـعِـظُهٗ يٰبُنَيَّ لَاتُشْرِكْ	بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا بیٹا
بِـالـلّٰـهِ اِنَّ الشِّـــرْكَ لَظُلْمٌ	خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا
عَظِيْمٌ (سورۂ لقمان آیت:١٣)۔	بیشک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے۔

ایمان باعث نجات ہے اور کفر باعث ہلاکت ہے

حضرت ہودؑ نے کفر وشرک سے منع کیا اور توحید وعبادت کی دعوت دی، حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ o یٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ o وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِدْرَارًا وَّیَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰی قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ o قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِیْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ	اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں تم سب جھوٹ کہتے ہو کہ بت بھی باختیار حاکم بلکہ معبود ہیں، اے میری قوم میں تم سے اس پر کچھ معاوضہ نہیں مانگتا میرا معاوضہ تو صرف اس کے ذمہ ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر کیا تم نہیں سمجھتے اور اے میری قوم تم اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ ہو وہ تم پر خوب بارشیں برسا دے گا اور تم کو اور قوت دیکر تمہاری قوت میں ترقی کر دے گا اور مجرم رہ کر اعراض مت کرو، ان لوگوں نے جواب دیا کہ اے ہود! آپ نے ہمارے سامنے کوئی دلیل تو پیش کی نہیں اور ہم آپ

بِمُؤْمِنِيْنَ o اِنْ نَقُوْلُ
اِلَّا اعْتَرٰكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا
بِسُوْٓءٍ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ
وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ
مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ o مِنْ دُوْنِهٖ
فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ
لَا تُنْظِرُوْنِ o اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ
عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ
مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ
اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ
عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ o
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ
مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ
وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا
غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ
شَيْـًٔا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ حَفِيْظٌ o وَلَمَّا جَآءَ
اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ

کے کہنے سے تو اپنے معبودوں کو چھوڑنے
والے نہیں اور ہم کسی طرح آپ کا یقین
کرنے والے نہیں، ہمارا قول تو یہ ہے کہ
ہمارے معبودوں میں سے کسی نے آپ کو
کسی خرابی میں مبتلا کر دیا ہے، ہود نے فرمایا
کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو
کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کو تم
خدا کے سوا شریک قرار دیتے ہو سو تم سب مل
کر میرے ساتھ داؤ گھات کر لو پھر مجھ کو ذرا
مہلت نہ دو میں نے اللہ پر توکل کر لیا ہے جو
میرا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے
جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی
چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے یقیناً میرا رب
صراط مستقیم پر ہے، پھر اگر تم پھرے رہو
گے تو جو پیغام دیکر مجھ کو بھیجا گیا تھا وہ تم کو
پہنچا چکا ہوں اور تمہاری جگہ میرا رب
دوسرے لوگوں کو زمین میں آباد کر دے گا
اور اس کا تم کچھ نقصان نہیں کر سکو گے،

اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا
وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ
غَلِيْظٍ ○ وَتِلْكَ عَادٌ
جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ
وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا
اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ
عَنِيْدٍ ○ وَاُتْبِعُوْا فِيْ
هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ
الْقِيٰمَةِ اَلَآ اِنَّ عَادًا
كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا
لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ○ (سورۃ ہود آیت:۵۱تا۶۰)۔

بالیقین میرا رب ہر شے کی نگہداشت کرتا ہے اور جب ہمارا حکم پہنچا ہم نے ہود کو اور ان کے ہمراہ جو اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے بچالیا اور ان کو ایک بہت ہی سخت عذاب سے بچالیا اور یہ قوم عاد تھی جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کا کہنا نہ مانا اور تمام تر ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو ظالم ضدی تھے اور اس دنیا میں بھی لعنت ان کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی، خوب سن لو قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خوب سن لو رحمت سے دوری ہوئی عاد کو جو کہ ہود کی قوم تھی۔

مذکورہ آیات کے سلسلہ میں چند فوائد۔

(۱) حضرت ہود علیہ السلام کا دعوت وتبلیغ کا ذکر ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو شرک وکفر سے روکا اور صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم فرمایا مگر قوم نے انکار کیا اور کہہ دیا کہ ہم محض تیرے کہنے پر یہ بت پرستی نہ چھوڑیں گے اور تجھ پر ایمان نہ لائیں گے اور ان ظالموں نے ہودؑ کو ہی اپنے بتوں سے ڈرایا انہوں نے جواب دیا کہ بے چاری پتھر کی مورتیاں میرا بال بھی بیکا نہیں کرسکتی ہیں اور فرمایا کہ میں اللہ

کو گواہ بنا تا ہوں اور تم کو بھی کہ میں شرک سے بیزار ہوں گو تم بدفہمی سے نہ سمجھو اور فرمایا کہ میرا اللہ پر پورا بھروسہ ہے اور میں نے تمہارے سامنے اپنے رب کے پیغامات پہنچادئے اور اگر تم نے منھ پھیر لیا تو اللہ پاک تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا اور تم اس کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکو گے، چنانچہ اللہ پاک نے ان کی قوم کو عذاب میں پکڑا اور حضرت ہودؑ کو اوران پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے نجات دی اور بھاری عذاب سے ان کو بچالیا۔

(۲) عذاب کیا ہے سورۂ اعراف وغیرہ میں مذکور ہوا ہے کہ سات رات آٹھ دن مسلسل آندھی چلی مکان گر گئے چھتیں اڑ گئیں، درخت جڑ سے اکھڑ گئے کہیں کے کہیں جا پڑے، ہوا ایسی مسموم تھی کہ آدمیوں کی ناک میں داخل ہو کر نیچے سے نکل جاتی اور جسم کو پارہ پارہ کر ڈالتی اس ہولناک عذاب سے اللہ پاک نے حضرت ہودؑ اور ان پر ایمان لانے والے جو تقریباً ۴؍ ہزار تھے بالکل محفوظ رکھا، یہ ایمان اور عمل صالح کی برکت تھی جو دنیا میں بھی بچ گئے اور آخرت میں بھی بچ جائیں گے، بغوی ر ص:۳۸۹؍ سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب غلیظ میں دونوں قسم کے عذاب دنیا اور آخرت کے مراد ہیں۔

(۳) ان کے کھنڈرات کو چشم عبرت سے دیکھو یہ قوم عاد تھی جن کے بڑوں نے توحید کا راستہ چھوڑ کر کفر وشرک کیا اور پیغمبروں کی دعوت کا انکار کیا تھا اور جھوٹے شیطانوں کی پیروی کی تھی، تباہ ہوئے دنیا کے اندر بھی لعنت الٰہیہ اور عذاب میں گرفتار ہوئے اور آخرت میں عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے کفر کی وجہ سے۔

(۴) معلوم ہوا کہ ایمان باعث نجات ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی

اور کفر ہلاکت وتباہی ہے۔

فائدہ: حضرت ہودؑ نوحؑ کے ۸۰۰ رسال بعد ہوئے اور ۴۶۴ رسال حیات رہے، عاد ایک قبیلہ ہے اس قبیلہ کو عاد اولیٰ کہا جاتا ہے اور عاد ثانیہ حضرت صالحؑ کی قوم کو کہا جاتا ہے جو قوم ثمود کے نام سے زیادہ مشہور ہے، حضرت نوحؑ کی اولاد میں سے ایک شخص کا نام عاد تھا اسی کی طرف منسوب ہونے والے لوگوں کو عاد کہا جاتا ہے۔

حضرت صالحؑ نے بھی کفر وشرک سے روکا اور دعوت توحید دی ارشاد ربانی ہے:

وَاِلٰی ثَمُوْدَ	اور ہم نے ثمود کے پاس ان کے
اَخَاهُمْ صَالِحاً قَالَ يٰقَوْمِ	بھائی صالح کو پیغمبر بنا کر بھیجا انہوں نے فرمایا
اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ	اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے
غَيْرُهٗ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِنَ	سوا کوئی تمہارا معبود نہیں اس نے تم کو زمین
الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ	سے پیدا کیا اور تمکو اس میں آباد کیا تو تم اپنے
فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ	گناہ اس سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف
تُوْبُوْآ اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ	متوجہ رہو بیشک میرا رب قریب ہے قبول
مُّجِيْبٌ o قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ	کرنے والا ہے، وہ لوگ کہنے لگے کہ اے
كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ	صالح تم تو اس کے قبل ہم میں ہونہار تھے کیا
هٰذَآ اَتَنْهٰنَآ اَنْ نَعْبُدَ	تم ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے
مَايَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ	ہو جن کی عبادت ہمارے بڑے کرتے آئے
شَكٍّ مِّمَّاتَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ	ہیں اور جس دین کی طرف تم ہم کو بلا رہے ہو

مُرِيۡبٍ o قَالَ يٰقَوۡمِ
اَرَئَيۡتُمۡ اِنۡ كُنۡتُ عَلٰى
بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّىۡ وَاٰتٰنِىۡ مِنۡهُ
رَحۡمَةً فَمَنۡ يَّنۡصُرُنِىۡ
مِنَ اللّٰهِ اِنۡ عَصَيۡتُهٗ فَمَا
تَزِيۡدُوۡنَنِىۡ غَيۡرَ
تَخۡسِيۡرٍ o وَيٰقَوۡمِ هٰذِهٖ
نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمۡ اٰيَةً
فَذَرُوۡهَا تَاۡكُلۡ فِىۡۤ اَرۡضِ
اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوۡهَا بِسُوۡٓءٍ
فَيَاۡخُذَكُمۡ عَذَابٌ
قَرِيۡبٌ o فَعَقَرُوۡهَا فَقَالَ
تَمَتَّعُوۡا فِىۡ دَارِكُمۡ ثَلٰثَةَ
اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعۡدٌ غَيۡرُ
مَكۡذُوۡبٍ o فَلَمَّا جَآءَ
اَمۡرُنَا نَجَّيۡنَا صٰلِحًا
وَّالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ
بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا وَمِنۡ خِزۡىِ

واقعی ہم تو اس کی طرف سے بڑے شبہ میں
ہیں جس نے ہم کو تردد میں ڈال رکھا ہے، آپ
نے فرمایا اے میری قوم بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر
میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر ہوں
اور اس نے مجھ کو اپنی رحمت عطا فرمائی ہو سو اگر
میں خدا کا کہنا نہ مانوں تو پھر مجھ کو خدا سے
کون بچالے گا تو تم تو سراسر میرا نقصان ہی
کر رہے ہو اور اے میری قوم یہ اونٹنی ہے
اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے اس کو
چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے
اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا
کبھی تم کو فوری عذاب آ پکڑے، سو انہوں
نے اس کو مار ڈالا تو صالح نے فرمایا تم اپنے
گھروں میں تین روز اور بسر کرلو یہ ایسا وعدہ
ہے جس میں ذرا جھوٹ نہیں سو جب ہمارا
حکم آ پہنچا ہم نے صالح کو اور جو ان کے
ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے
بچالیا اور اس دن کی بڑی رسوائی سے

یَوْمَئِذٍ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ o وَاَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ o کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَآ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَ کَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ o (سورۂ ہود آیت: ۶۱ تا ۶۸)۔	بچالیا بیشک آپ کا رب ہی بڑی قوت والا غلبہ والا ہے اور ان ظالموں کو ایک نعرہ نے آدبایا جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے، خوب سن لو ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خوب سن لو رحمت سے ثمود کو دوری ہوئی۔

فائدہ: ان آیات میں قوم ثمود کا ذکر ہے یہ لوگ قوم عاد کے ۱۰۰/ سال کے بعد ہوئے اور صالح ۲۸۰/ سال زندہ رہے اللہ پاک نے ان کو بھی زمین پر رہنے سہنے کا خوب موقع دیا تھا عمریں بھی طویل ہوتی تھیں، امام ضحاک نے فرمایا کہ ۳۰۰/ سال سے ایک ہزار تک عمر ہوتی تھی (بغوی/ص: ۳۹۰)۔

اور زمین میں محلات اور پہاڑوں میں بڑے بڑے مکانات تراشتے اور رہائش اختیار کرتے جیسا کہ سورۂ اعراف میں ذکر کیا گیا ہے۔

صالح نے ان کو سمجھایا اور دعوت ایمان دی غریب وکمزور حال لوگ ایمان لائے مالدار متکبر لوگوں نے انکار کیا اور معجزہ طلب کیا معجزہ بھی کیا طلب کیا کہ اگر آپ پتھر کی ایک ٹھوس چٹان میں سے حاملہ اونٹنی نکالدیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے، حضرت صالح نے رب العزت والجلال سے دعا کی پروردگار عالم نے جن کو ہر چیز کی مکمل قدرت ہے ایسا ہی کر دکھلایا دس ماہ کی حاملہ اونٹنی پتھر سے نکلی اور اس نے بچہ جنا یہ سب نے عجیب منظر دیکھ لیا اب ایمان لانے میں کیا تامل تھا جب وہ سب دیکھ لیا جس کی فرمائش کی تھی حضرت صالح

نے فرمایا یہ تو وہ اونٹنی اللہ پاک کی جو تمہارے لئے معجزہ بن کر ظاہر ہوئی ہے اس کو کچھ مت کہنا اگر تم نے ایسا کیا تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاؤ گے مگر ظالم متکبروں نے ناقۃ اللہ کے ساتھ کیا کیا اللہ پاک نے فرمایا: **فعقروھا** انہوں نے اس کو ہلاک کر ڈالا اور خود بھی ہلاک ہوئے، کہتے ہیں کہ وہ اونٹنی اس قدر عظیم الجسہ اور ڈیل ڈول کی تھی کہ جس جنگل میں وہ چرتی تھی دوسرے مویشی ڈر کر بھاگ جاتے اور اپنی باری کے دن جس کنویں سے پانی پیتی کنواں خالی کر دیتی کیونکہ اس کی پیدائش غیر معمولی طریقہ سے ہوئی تھی لوازم وآ ثارِ حیات بھی ایسے ہی غیر معمولی تھے، آخر لوگوں نے غیظ وغضب میں آ کر اس کو قتل کر ڈالا اور اس گستاخانہ حرکت میں سب سے اول بد بخت زمانہ قیدار نے پہل کی پھر تو دوسرے شریر بھی ساتھ لگ گئے، اس بستی میں چونکہ ایک ہی تالاب تھا جس میں پہاڑوں کے چشموں سے پانی گر کر جمع ہوتا تھا، حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ دیکھو یہ معجزے کی اونٹنی ہے ایک روز تمہارے تالاب کا پانی یہ پیئے گی اور ایک دن تم پینا، قوم نے مان لیا حضرت صالحؑ نے ان کو بتا دیا کہ اللہ کی عبادت کرو تمہارے پاس رب کی طرف سے روشن دلیل آ چکی ہے، یعنی ناقۃ اللہ، اس کو چھوڑ دو اللہ کی زمین میں کھاتی پھرتی رہے جس دن وہ اونٹنی پانی پی لیا کرتی اس دن قوم کو پانی نہ ملتا مگر اس کے عوض اس کا دودھ حاصل کر لیتے جس قدر پانی پیتی اتنا ہی دودھ بھی دیتی قوم ثمود کے ساتوں قبیلے خوب شکم سیر ہو کر دودھ پیتے اور اپنے مشکیزے بھر لیتے اس کے دودھ کا گھی مکھن وغیرہ بنا کر تجارت کرتے اور خوب نفع اٹھاتے اور دوسرے شہروں میں فروخت کرتے تھے، تھوڑے ہی عرصہ میں یہ لوگ خوب مالدار ہو گئے کیونکہ دودھ جس کے گھر میں ہو اس کے یہاں ایک بڑی تجارت کا سامان موجود ہے، یہ سلسلہ ایک طویل وقت تک چلتا رہا، اونٹنی کے پانی پینے کے معاملہ نے قوم ثمود میں ایک

تہلکہ مچادیا آخر کار مشورے ہونے لگے ایک حسین وجمیل عورت نے خود کو ایک غنڈہ مصرع کے سامنے اور ایک مالدار عورت نے قیداد کے سامنے اپنی خوبصورت لڑکی پیش کی کہ اگر تم نے اس اونٹنی کو ختم کر دیا تو دونوں زندگی بھر ان عورتوں سے مزہ کرنا عورتوں کے چکر میں آ کر ان ظالموں نے ناقۃ اللہ کو قتل کر ڈالا اور اُونٹنی کے قتل کے بعد اس کا بچہ چیختا ہوا پہاڑی میں غائب ہو گیا جب حضرت صالح کو اس کی خبر ہوئی تو حسرت سے فرمایا کہ بدبخت قوم تم سے صبر نہ ہو سکا اور وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا، حضرت صالحؑ نے پہاڑ کے ایک غار میں ایک مسجد بنا رکھی تھی جہاں آپ رات کو نماز پڑھا کرتے تھے، کفار نے سوچا کہ عذاب کا وعدہ تو تین دن بعد کا ہے اس لئے تین دن ہونے سے قبل حضرت صالح کا کام تمام کر دینا چاہئے اس ارادہ سے کچھ لوگ مسجد کی راہ میں ایک غار میں چھپ کر بیٹھ گئے اوپر سے ایک پتھر آیا جس سے غار کا منہ ہی بند ہو گیا جہاں یہ بدبخت قتل کرنے کا منصوبہ بنانے والے شریر غنڈے بیٹھے تھے اس طرح اللہ پاک نے ان کا منصوبہ خاک میں ملا دیا۔

یہ نتیجہ ہوا ان کی بت پرستی کا اور پیغمبر وقت کی مخالفت اور ان کے معجزہ کے ساتھ بدسلوکی کا کہ عذاب میں گرفتار ہوئے، صالحؑ نے فرمایا تین دن اپنے گھروں میں اور فائدہ اٹھالو اس کے بعد تمہارے لئے ہلاکت تیار ہے انہوں نے پوچھا اس کی کیا علامت ہوگی؟ فرمایا پہلے دن تمہارے چہرے سرخ ہو جائیں گے دوسرے دن زرد، تیسرے دن کالے ہو جائیں گے، چنانچہ جیسا حضرت صالحؑ نے بتایا تھا ایسا ہی دیکھا تو عذاب کا یقین ہو گیا، حضرت جبرئیلؑ نے ان پر ایک چیخ لگائی جس کی وجہ سے ان کی جان بدنوں سے نکل گئی (بغوی رص:۳۹۱ رج:۴)۔

آیات میں آیا ہے کہ زلزلہ آیا جیسا کہ سورۂ اعراف میں ہے اوپر سے چیخ

نیچے سے زلزلہ جس نے پوری بستی کو تباہ و برباد کر دیا، اللہ پاک نے ایمان اور عمل صالح کی برکت سے صالحؑ اوران کے ساتھیوں کونجات دی اور کفر وشرک کی بنا پر اس قوم کو ہلاک کیا۔

بچنے کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت ہود، صالحؑ اور آپ کے مومن ساتھی ایک باغیچے میں ایک حصار میں بیٹھ گئے ہوا چلنے لگی ایمان والوں پراس کا کوئی اثر نہ ہوا ایک خوش گوار محسوس ہوئی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا لگ رہی تھی اور کفار ومشرکین پر ایک ہولناک خطرناک آگ بگولہ چنگاڑ، زلزلہ، بجلی، کڑک، نا قابل برداشت عذاب تھا جس نے کہیں بھی پناہ نہ دی (تبرکاتِ انبیاءؑ ص:۳۳۶)۔

حضرت عیسیٰؑ نے بھی یہی دعوت دی ارشاد خداوندی ہے:

وَقَالَ الْمَسِيحُ	حالانکہ مسیح نے خودفرمایا تھا کہ
يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ	اے بنی اسرائیل تم اللہ کی عبادت کرو
رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ	جومیرا بھی رب ہےاورتمہارا بھی رب ہے
يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ	بیشک جوشخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک
اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ	قراردے گا سواس پراللہ تعالیٰ جنت کوحرام
النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ	کردے گا اوراس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور
اَنْصَارٍ ۝ (سورۂ مائدہ آیت:۷۲)۔	ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

حضرت موسیٰؑ کے پاس سب سے پہلے یہی وحی اتری ارشاد باری عزاسمہ ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی
لَـهُ الاَسْـمَـآءُ الْحُسْنٰی	معبود نہیں اس کے اچھے اچھے نام ہیں اور کیا
وَهَـلْ اَتٰکَ حَـدِیْـثُ	آپ کو موسیٰ کی خبر بھی پہنچی ہے جبکہ انہوں
مُوْسٰی oاِذْ رَاٰ نَـارًا فَقَالَ	نے ایک آگ دیکھی سو اپنے گھر والوں
لِاَهْلِهِ امْکُثُوْآ اِنِّیْ اٰنَسْتُ	سے فرمایا کہ تم ٹھہرے رہو میں نے ایک
نَـارًا لَّـعَلِّـیْ اٰتِیْکُمْ مِنْهَا	آگ دیکھی ہے شاید میں اس میں سے
بِـقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَی النَّارِ	تمہارے پاس ایک شعلہ لاؤں یا آگ کے
هُدًی oفَلَـمَّا اَتٰهَا نُوْدِیَ	پاس راستہ کا پتہ مجھ کو مل جاوے سو وہ جب
یٰمُوْسٰیo اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ	اس کے پاس پہنچے تو آواز دی گئی کہ اے
فَـاخْـلَـعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ	موسیٰ میں تمہارا رب ہوں پس تم اپنی
بِـالْـوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی o	جوتیاں اتار ڈالو تم ایک پاک میدان یعنی
وَاَنَـا اخْتَـرْتُکَ فَاسْتَمِعْ	طویٰ میں ہو اور میں نے تم کو منتخب فرمایا
لِـمَا یُوْحٰیoاِنَّـنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ	ہے، سو جو کچھ وحی کی جارہی ہے اس کو سن لو!
لَآاِلٰـهَ اِلَّآ اَنَـا فَـاعْبُدْنِـیْ	میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تو تم
وَاَقِـمِ الـصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ o	میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد
(سورۂ طٰہٰ آیت: ۸تا۱۴)۔	کیلئے نماز پڑھا کرو۔

آخری کتاب کی یہی دعوت ہے بواسطہ آخری پیغمبرؐ کے۔

نیز سورۂ قصص میں ہے:

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ
مَايَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَاكَانَ لَهُمُ
الْخِيَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعَالٰى
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ o وَرَبُّكَ
يَعْلَمُ مَاتُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا
يُعْلِنُوْنَ o وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى
وَالْاٰخِرَةِ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ
تُرْجَعُوْنَ oقُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ
جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ
سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِمَنْ
اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ
اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ o قُلْ اَرَءَيْتُمْ
اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ
سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ
اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ
تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ اَفَلَا
تُبْصِرُوْنَ o وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ
جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ

اور آپ کا رب جس چیز کو چاہتا
ہے پیدا کرتا ہے اور پسند کرتا ہے ان لوگوں
کو تجویز کا کوئی حق نہیں، اللہ تعالیٰ ان کے
شرک سے پاک اور برتر ہے اور آپ کا
رب سب چیزوں کی خبر رکھتا ہے جو ان کے
دلوں میں پوشیدہ رہتا ہے اور جس کو یہ ظاہر
کرتے ہیں اور اللہ وہی ہے اس کے سوا
کوئی معبود نہیں، حمد کے لائق دنیا و آخرت
میں وہی ہے اور حکومت بھی اسی کی ہوگی
اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے،
آپ کہئے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم
پر ہمیشہ کیلئے قیامت تک رات ہی رہنے
دے تو خدا کے سوا کونسا معبود ہے جو
تمہارے لئے روشنی کو لے آئے تو کیا تم
سنتے نہیں، آپ کہئے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر
اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کیلئے قیامت تک دن ہی
رہنے دے تو خدا کے سوا کونسا معبود ہے جو
تمہارے لئے رات کو لے آوے جس میں
تم آرام پاؤ کیا تم نہیں دیکھتے اور اس

لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ο وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِ يَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ο(سورۂ قصص آیت:۶۸ تا۷۴)۔

نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا تا کہ تم رات میں آرام کرو اور تا کہ اس کی روزی تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکار کر فرمائے گا کہ جن کو تم میرا شریک سمجھتے تھے وہ کہاں گئے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ο(سورۂ قصص آیت:۸۸)۔

اور اللہ کے ساتھ کسی معبود کو نہ پکار اس کے سوا کوئی معبود نہیں سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے، اسی کی حکومت ہے اور اسی کے پاس تم سب کو جانا ہے۔

کفر وشرک پر وعیداتِ الٰہیہ

(۱) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى اِثْمًا عَظِيْمًا (سورۂ نساء آیت ۴۸)۔

بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑے جرم کا مرتکب ہوا۔

(۲) اِنَّ اللّٰـهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (سورۂ نساء آیت:۱۱۶)۔

بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑی دور کی گمراہی میں جاپڑا۔

(۳) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ (سورۂ نساء آیت:۵۶)۔

بلا شک جو لوگ ہماری آیات کے منکر ہوئے ہم ان کو عنقریب ایک سخت آگ میں داخل کریں گے جب ایک دفعہ ان کی کھال جل چکے گی تو ہم اس پہلی کھال کی جگہ دوسری کھال پیدا کردیں گے تاکہ عذاب ہی بھگتتے رہیں بلا شک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

(۴) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِلْءُ الْاَرْضِ

بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور وہ بھی مر گئے حالت کفر ہی میں سو ان میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی نہ لیا جاوے گا اگرچہ وہ معاوضہ میں اس کا دینا بھی

ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِنْ نّٰصِرِيْنَ ○ (آل عمران آیت:۹۱)۔

چاہے ان لوگوں کو سزائے دردناک ہوگی اور ان کے کوئی حامی بھی نہ ہوں گے۔

(۵) وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (سورۂ مائدہ آیت:۵)۔

اور جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کرے گا تو اس شخص کا عمل غارت ہوجاوے گا اور وہ شخص آخرت میں بالکل زیاں کار ہوگا۔

محض زبان سے ایمان کا اظہار کافی نہیں ہے

اللہ پاک کا ارشاد عالی ہے:

(۱) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ (بقرہ)۔

اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ محض زبان سے کہتے ہیں کہ ہم اللہ پاک اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ ایمان والے نہیں ہیں۔

تشریح: کیونکہ ان کا یہ کہنا کہ ہم اللہ پاک اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں محض زبان سے ہے اور وہ بھی دھوکہ دینے کے لئے ہے حالانکہ جب تک دل کی گہرائی میں ایمان نہ اتر جائے تب تک ایمان والے کیسے ہوسکتے ہیں اس وجہ سے ایمان تو کہتے ہیں دل سے تصدیق کرنے کو اور پھر اعمال صالحہ سے اس کا اظہار اور زبان سے اعتراف واقرار کرنا یہ سب باتیں ہونگی تب ایمان کی سچائی ظاہر ہوگی۔

ان مذکورہ آیات میں منافقین کا تذکرہ ہے سورۂ بقرہ کی شروع کی آیات میں مخلص ایمان والوں کا تذکرہ ہے پھر کفار کا ذکر ہے اور من الناس سے منافقین کا تذکرہ ہے جو ایک تیسرا گروہ تھا ظاہر میں مسلمانوں کے ساتھ اور باطن میں کفار کے ساتھ ان کا تعلق تھا حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معلوم کیا گیا کہ نفاق کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ نفاق یہ ہے کہ زبان پر اسلام ہو اور عمل اس کے خلاف ہو، پھر منافقین کی بُری عادتیں بتائی گئی ہیں کہ وہ سب حرکتیں ایمان والوں کو دھوکہ دینے کے لئے کرتے ہیں ان کے دلوں میں کفر اور شرک اور شک کی بیماریاں ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں اور فساد کرتے ہیں اور ایمان والوں کو بیوقوف قرار دیتے ہیں اپنے کو بہت عقلمند اور دانشمند سمجھتے ہیں ایمان والوں کا مذاق اور استہزا بھی کرتے ہیں جس سے ان کی توہین ہوتی ہے، اللہ پاک ان سب کو ان سب باتوں پر عذاب دیں گے۔

کفر وشرک کے بعد نفاق سب سے زیادہ خطرناک ہے۔

نفاق پر وعیدات

(۲) وَبَشِّرِ الْمُنَافِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۞ اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۞ (پ۵/آیت:۱۳۹)۔

منافقین کو خوشخبری سنا دیجئے اس امر کی کہ ان کے واسطے بڑی دردناک سزا ہے، جن کی یہ حالت ہے کہ کافروں کو دوست بناتے ہیں مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا ان کے پاس معزز رہنا چاہتے ہیں سو اعزاز تو سارا خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

(۳)اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا o مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاءِ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا o (سورۂ نساء آیت:۱۴۳)۔

بلاشبہ منافق لوگ چال بازی کرتے ہیں اللہ سے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس چال بازی کی سزا ان کو دینے والے ہیں اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں صرف آدمیوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی نہیں کرتے مگر بہت ہی مختصر، معلق ہورہے ہیں دونوں کے درمیان میں نہ ادھر نہ اُدھر اور جس کو خدا تعالیٰ گمراہی میں ڈالدیں ایسے شخص کیلئے کوئی سبیل نہ پاؤ گے۔

(۴)اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا (سورۂ نساء آیت:۱۴۰)۔

یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں کو اور کافروں کو سب کو دوزخ میں جمع کردیں گے۔

(۵)اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا o اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا

بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں جاویں گے اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پاوے گا لیکن جو لوگ توبہ کرلیں اور اصلاح

وَاَصۡلَحُوۡا وَاعۡتَصَمُوۡا بِاللّٰهِ	کرلیں اور اللہ تعالیٰ پر وثوق رکھیں
وَاَخۡلَصُوۡا دِيۡنَهُمۡ لِلّٰهِ	اوراپنے دین کو خالص اللہ ہی کیلئے
فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ	کیا کریں تو یہ لوگ مومنین کے ساتھ
وَسَوۡفَ يُؤۡتِ اللّٰهُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ	ہوں گےاور مومنین کواللہ تعالیٰ اجرعظیم
اَجۡرًا عَظِيۡمًا (سورۂ نساء آیت:۱۴۶)۔	عطافر مائیں گے۔

فائدہ: نفاق سے نجات کا طریقہ یہ ہے کہ اخلاص اختیار کیا جائے جیسا کہ آیت میں واضح طور پر مذکور ہوا ہے کہ جونفاق سے توبہ کر کے اپنے اعمال درست کرے گا اوراللہ پاک کومضبوط پکڑے گا اوراپنے دین کو خالص کرے گا تو ایسے لوگ مؤمنین کاملین کے ساتھ شمار ہوں گے۔

اعمال کی قبولیت اخلاص پر منحصر ہے

اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ عمل صالح بھی ہواور خالص اللہ پاک کی رضا ہی مقصود ہواور دُوسرے کیلئے نہ ہو، ورنہ باری تعالیٰ عزاسمہ فرمادیں گے جاؤ جس کیلئے عمل کیا تھا،اس کے پاس اس کا اجر وصلہ تلاش کرلواور میں اس سے بے نیاز ہوں اَنَا اَغۡنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرۡكِ میں شریکوں میں شرکت والے معاملہ سے سب سے زیادہ بےزار ہوں، جیسے ہم خالص گھی، خالص شہد، خالص دُودھ، خالص اشیاء پسند کرتے ہیں اور پہلے ہی یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا چیز خالص بھی ہے؟ اسی طرح باری تعالیٰ عزاسمہ کے یہاں نماز جو خالص ہوگی، زکوٰۃ، روزہ اور حج عمرہ، انفاق فی سبیل اللہ اور دُوسرے اعمال بھی خالص ہی قبول ہوں گے جن میں ریا اور شہرت وسُمعت نہ ہوگی، اسی طرح

ذکر، تلاوت اور نوافل کا معاملہ ہے، وہ جب ہی قبولیت کے درجہ تک پہنچیں گے جبکہ خالص ہوں گے، شیطان کا مدار اسی بات پر ہوتا ہے کہ انسان اعمالِ صالحہ ہی نہ کرے اور جب کرنے لگتا ہے تو اس کی نیت فاسد کردیتا ہے اور اس میں ریا کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، اسی خلوص کو پیدا کرنے کی محنت کا نام تزکیۂ نفس ہے اور مخلص وہ شخص کہلائے گا جس نے اپنے عمل سے اللہ پاک کی قربت کا قصد کیا ہوگا۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں: **ومن کان غرضہ محض التقرب الی اللّٰہ تعالٰی فھو مخلص** (احیاء العلوم ص:۲۸۶ ج:۵)۔ جس کی غرض صرف اور صرف اللہ پاک کا تقرب حاصل کرنا ہو تو وہی مخلص ہوتا ہے اور ریاء کار کو قیامت میں چار ناموں سے پکارا جائے گا: **یَامُرَائِیُ، یَا مُخَادِعُ، یَامُشْرِکُ، یَا کَافِرُ**، اے دکھاوا کرنے والے، اے دھوکہ باز، اے کافر، اے مشرک، اور یہی نفاق ہے (احیاء العلوم ص:۲۸۷ ج:۵)۔

بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ پسند کرتا ہوں کہ میرا ارادہ ہر شئی میں خیر و بہتر اور عمدہ ہو، چاہے میرا کھانا ہو، پینا ہو، سونا ہو، بیدار رہنا ہو، گھر میں جانا ہو، بازار میں جانا ہو، یا مسجد میں جانا ہو، یا مدرسہ میں جانا ہو۔

الغرض دینی مقامات یا دُنیوی مقامات ہوں، اس میں تقرب الی اللہ کا قصد ہو، جب کھانا کھاؤ تو عبادات پر قوت حاصل کرنے کی نیت کرو، جماع کرو تو پاکیزگئ نفس اور شیطان سے حفاظت کی نیت کرو اور تطہیرِ قلب و اہل اللہ و مشائخ کے حصول کی نیت کرو، تو یہ تمام اُمور عبادت بن جائیں گے، ٹھیک اسی طرح عطر لگاؤ تو اچھی خوشبو دُوسروں کو پہنچانے کی نیت کرو اور مسجد والوں کو خوش کرنے کی اور پڑوسیوں کو راحت پہنچانے کی، یہ

مثالیں ہیں اس طرح میرا ہر عمل صالح بن جائے گا اور موجبِ ثواب اور ذریعۂ فوز وفلاح وصلاح بن جائے گا۔

اخلاص کے بارے میں اقوالِ مشائخ

بعض نے فرمایا: اخلاص یہ ہے کہ اپنے آپ کو مخلص نہ سمجھے جو اپنے آپ کو مخلص جانے گا اس کو اخلاص کی احتیاج ہوگی (احیاء العلوم ص:۲۸۹ ج:۵)۔

حضرت سہلؒ سے معلوم کیا گیا کہ سب سے مشکل امر کون سا ہے؟ فرمایا اخلاص ہے، حضرت رویم نے فرمایا کہ اخلاص یہ ہے کہ دارین میں اس کا کوئی عوض طلب نہ کرے، حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا کہ اخلاص نام ہے صدق نیت مع اللہ کا، یہ تو بہت اُونچا مقام ہے جو صدیقوں کو ہی حاصل ہوتا ہے، یہ اخلاصِ مطلق ہے اور جو جنت کے حصول اور جہنم سے فرار کیلئے عمل کرتا ہے وہ بھی مخلص ہے مگر اُوپر والے سے کم، اس وجہ سے حظوظِ نفس سے بری ہونا بھی آسان نہیں ہے اور اس کا دعویٰ بھی کون کرسکتا ہے۔

ابوعثمانؒ فرماتے ہیں کہ اخلاص نام ہے ''نِسْیَانُ رُؤْیَةِ الْخَلْقِ'' کا اور یہ اسوقت حاصل ہوگا جب کہ نظر دائمی طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو، اور بعض نے فرمایا اخلاص اسوقت ہوگا جبکہ مخلوق سے پوشیدہ ہوگا، یہ بات فرائض میں تو نہ ہوگی، البتہ نوافل میں ہوسکتی ہے، اس لئے حضرات فقہاءِ کرام نے فرمایا: لَارِیَافِیْ الْفَرَائِضِ۔

فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا: تَرْکُ الْعَمَلِ مِنْ اَجْلِ النَّاسِ ریا ہے ''کہ لوگوں کی وجہ سے کام کو چھوڑ دینا'' اور ''عمل من اجل الناس (یعنی لوگوں کی وجہ سے کسی کام کو انجام دنیا) شرک ہے۔

اخلاص یہ ہے کہ تم دونوں سے عافیت میں رہو، حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا اخلاص یہ ہے کہ رب کے معاملہ میں مخلوق کو دخل نہ دے، حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ سے کہا خالص عمل کیا ہے؟ تو فرمایا: وہ عمل ہے جو محض اللہ کے لئے کیا جائے، اس پر کسی کی تعریف کا خیال اور وہم نہ ہو۔

اخلاص پر صراحت کے ساتھ بہت سی نصوص دلالت کرتی ہیں

جس سے اس کا مطلوب اور مقصود ہونا ثابت ہوتا ہے، (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے: **اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن** (سورۃ الفاتحہ)۔ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں، یعنی صرف اور صرف ہمارے معبود اور مستعان آپ ہی ہیں، دُوسرا کوئی نہ تو عبادت میں آپ کا شریک وسہیم کیا جاسکتا ہے اور نہ استعانت میں، اور یہ ہی اخلاص کی کیفیت ہے کہ عمل میں اس بات کا مکمل استحضار ہو کہ یہ عمل اللہ پاک ہی کیلئے ہے، اور یہاں عبادت میں تو ایمان واطاعتِ الٰہی کی یہ صورت داخل ہے، اور عبادت نام ہے غایت درجہ تذلل اور تواضع عاجزی کے ساتھ غایت درجہ تعظیم وتکریم انتہائی درجہ محبتِ الٰہی کا، اور تمام کاموں میں استعانتِ باری کرنے کا، عبادت ہو یا دینی دُنیوی کوئی بھی معاملہ ہو، سب اس میں شامل ہے، یعنی مؤمن بندہ کی شان یہ ہے کہ اس کی عبادات کا مقصود اللہ پاک ہی کی رضا ہو اور وہ اللہ پاک ہی سے مدد حاصل کرنے والا ہو، یہ خلاصہ ہے، آگے اس کی تشریح وتوضیح ہے۔

قرآن کریم میں ایک جگہ اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں **اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَیُکَفِّرُ عَنْکُمْ مِّنْ**

سَیِّـئٰـاٰتِـکُـمْ وَاللّٰهُ بِمَاتَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (سورۃ آل عمران،۲۷۱) یعنی صدقات کوظاہر کر کے دینا بھی اچھا ہے اور اگر چھپا کر دوتو یہ بہت ہی بہتر ہے اور کفارۂ سیئات کا سبب ہے، اللہ پاک تمہارے کاموں سے باخبر ہے، یعنی یہ سب اچھی نیت کا معاملہ ہے، لیکن سِراً صدقہ زیادہ افضل ہے، حدیثِ پاک میں ہے سِراً صدقہ کرنے سے اللہ پاک کا غصہ ٹھنڈا ہوجاتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ آیتِ پاک نفلی صدقہ سے متعلق ہے اور فرض زکوۃ میں افضل اظہار ہے تا کہ لوگ اقتداء کریں، جیسے فرض نمازِ باجماعت افضل ہے اور نوافل گھر میں افضل ہیں، اور کہا گیا ہے کہ فرض زکوٰۃ کے بارے میں ہی فرمایا گیا ہے، مگر یہ نبیٔ پاک ﷺ کے عہد میں افضل تھا کہ چھپا کر زکوٰۃ دی جاتی تھی اور ہمارے زمانے میں کھلم کھلا ہی افضل ہے تا کہ بدظنی نہ ہو (بغوی۲۵۸)۔

عن أبی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم سبعة یظلّهم اللّٰه عزوجل یوم لا ظله إلا ظله (بغوی،ص:۲۵۸)۔اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ سات افراد کواللہ پاک اپنے سایہ میں جگہ دیں گے جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا،سوائے اللہ کے سایہ کے،ان میں ایک شخص وہ بھی ہوگا جواس طرح دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے کہ بائیں کوخبر نہ ہو، نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّالِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُواالصَّلٰوةَ وَیُؤْتُواالزَّكٰوةَ وَذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ(سورۃ البینۃ،۵)۔

حالانکہ ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کیلئے خاص رکھیں یکسو ہوکر، اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں، اور یہی

طریقہ ہے ان دُرست مضامین کا (انوارالبیان)۔

اس آیت پاک میں بتادیا گیا کہ ایسی عبادت کا حکم ہے جو خالص اللہ پاک کے لئے ہو، اس میں دُوسرا کوئی شریک نہ ہو، اسی کا حکم سب کو ہے پہلے لوگوں کو بھی ان کی کتابوں میں اسی کا حکم تھا، جیسے توریت وانجیل، اور یہی حکم ہے اس اُمت کو بھی قرآن کریم میں، اس کے بغیر عبادات قبول نہ ہوں گی۔

حج اور عمرہ جیسی اہم ترین عبادتیں بھی اخلاص ہی پر مبنی ہیں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ** حج اور عمرہ اللہ ہی کیلئے پورا پورا ادا کرو، لِلّٰہ میں اشارہ ہے کہ حج اور عمرہ جیسی عبادات تب ہی قبول ہوں گی جب کہ اُن کا مقصد اللہ کی رضا ہو اور یہ عبادات اللہ پاک کی رضا کیلئے ہوں گی، حقیقت بھی یہی ہے کہ حج اور عمرہ آسان ہے مگر اللہ کے لئے کرنا ہی سب سے مشکل ہے۔

ایک جگہ فرمایا: **وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ** (سورۂ آل عمران ۹۷) اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے یعنی اس شخص کے ذمہ جو کہ طاقت رکھے وہاں تک کی جانے کی اور جو شخص منکر ہو تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے غنی ہیں (آسان تفسیر)۔

راتوں کے قیام میں بھی مکمل اخلاص ہونا ضروری ہے، اگر اخلاص ہوگا تب ہی قبولیت کا مقام حاصل ہوگا جیسا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا** (سورۃ الفرقان ۶۴) اور جو راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام میں لگے رہتے ہیں (آسان تفسیر) اس آیت پاک میں بھی اس چیز کی وضاحت ہے کہ ان لوگوں کی

عبادات خالص اللہ کے لئے ہوتی ہیں اسی لئے قبولیت کا مقام حاصل کرتی ہیں۔

اسی طرح تمام عبادتیں اللہ کے لئے کرنے کی بابت ارشاد ہے: اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱۶۲) بلاشبہ میری نماز اور میری سب عبادتیں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کیلئے ہے (انوارالبیان)۔

حضرات صحابہ کی مدح سرائی اور انکے اخلاص کو حق تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا: اور حضرت نبی کریم ﷺ کو انکی ہم نشینی کا حکم صادر فرمایا جیسا کہ اس آیت کریمہ کے سبب نزول سے بالکل واضح ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَاتَعْدُعَیْنٰکَ عَنْھُمْ تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَاوَلَاتُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَاقَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَاوَاتَّبَعَ ھَوٰہُ وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطاً (سورۂ کہف ۲۸) اور اپنے آپ کو استقامت سے ان لوگوں کے ساتھ ساتھ رکھو جو صبح وشام اپنے رب کو اس لئے پکارتے ہیں کہ وہ اس کی خوشنودی کے طلبگار ہیں، اور تمہاری آنکھیں دُنیوی زندگی کی خوبصورتی کی تلاش میں ایسے لوگوں سے ہٹنے نہ پائیں اور کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گذر چکا ہے (آسان ترجمہ)۔

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ، احسان نام ہی ہے اخلاص کا اور یہی احسانی کیفیت پیدا کرنے کا نام حضور مع اللہ ہے جس کو حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖ اَحَداً (سورۂ کہف،۱۱۰) جس کسی کو اپنے مالک سے جا ملنے کی اُمید ہو اسے چاہئے کہ وہ نیک عمل

کرے اور اپنے مالک کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائے (آسان ترجمہ)۔

رسول اللہ ﷺ سے جب اخلاص کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: **ان تقول ربی اللّٰہ ثم تستیقم کماامرت**، یوں کہو کہ میرا رب اللہ ہے اور پھر اللہ کے حکم پر جم جاؤ جیسا کہ حکم ہے۔ اپنی اپنی خواہش کے مطابق نہ کرو اور نفس کی عبادت نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو یہ اشارہ ہے کہ ماسویٰ سے قطع نظر اختیار کرلو یہی اخلاص ہے (احیاء العلوم ص:۲۹۰)۔

اخلاص کو اختیار کرنا اور ریا کو چھوڑنا

بزرگان محترم برادران اسلام! اخلاص اعمال صالحہ کی روح اور جان ہے، اخلاص کے بغیر اعمال صالحہ اللہ پاک کے نزدیک قبولیت حاصل نہیں کرسکتے ہیں، میرے شیخ ومرشد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ کا شعر ہے ؎

عمل کی روح ہے اخلاص یہ نہ جب تک حاصل ہو
نہیں آئے گی ایمان وعمل میں تیرے تابانی

قرآن کریم میں اللہ رب العزت والجلال اخلاص کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَـهُ الدِّيْـنَ حُـنَـفَـآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (سورۂ بینہ)۔	اور نہیں حکم دیا گیا تھا ان کو مگر اس بات کا کہ وہ اللہ پاک کی عبادت اخلاص سے کریں، خالص خداوند قدوس کو مانتے ہوئے صرف ان کی طرف متوجہ ہوکر تمام باطل مذاہب سے ہٹ کر اور کنارہ کش ہوکر اور اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ نمازوں کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی گذشتہ انبیاء اور صالحین کا دین تھا (تفسیر مظہری)۔

فائدہ: حضرت علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے جب اس بات کا حکم فرمایا ہے کہ عبادت خالص اللہ رب العزت والجلال کیلئے ہونی چاہئے ان کی رضاء مندی کا حصول مقصد ہونا چاہئے تو جو شخص عبادت اخلاص کے ساتھ نہیں کرے گا تو گویا اس نے اللہ پاک کے حکم کی تعمیل نہیں کی، کیونکہ مامور بہ اخلاص تھا اور وہ اس کی عبادت میں موجود نہیں ہے بلکہ جو اس نے کیا ہے وہ مامور بہ کے علاوہ کام کیا ہے، لہذا وہ قبول کیسے ہوسکتا ہے، کیونکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: **أنا أغنى الشركاء عن الشرك فمن عمل عملاً أشرك معى فيه غيرى فهو الذى أشرك به و أنا بریءٌ منه** یعنی کہ میں تمام شرکت کرنے والوں میں سب سے زیادہ بے نیاز ہوں جب کوئی عمل کرتا ہے اور اس میں میرے ساتھ دوسرے کو بھی شریک کر لیتا ہے تو میں اس سے بری اور بیزار ہو جاتا ہوں (کذا فی لضوء المنیر ۴۲۶/۲) امام بیہقیؒ قدس سرہ نے شعب الایمان میں یہ روایت اس طرح ذکر فرمائی ہے **عن أبى سعيد بن أبى فضالة الانصارى فكان من الصحابة قال سمعت رسول اللهﷺ يقول إذا جمع الله الأولين و الآخرين يوم القيامة ليوم لا ريب فيه نادى مناد من كان أشرك فى عمل لله أحداً فيطالب ثوابه من عنده فان الله أغنى الشركاء عن الشرك** (بیہقی ۳۴۳/۵) لہذا ثابت ہوگیا ہے کہ اخلاص کے بغیر اعمال صالحہ کے قبول ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا ہے کیونکہ اخلاص اعمال صالحہ کی روح اور جان ہے۔

ایمان واسلام کا فرق

اللہ پاک جل شانہ عم نوالہ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: **من كان يريد حرث الآخرة نزدله فى حرثه ومن كا يريد حرث الدنيا نؤته منها وماله فى الآخرة من نصيب** (سورۂ شعریٰ)۔

ترجمہ: جوشخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہوہم اس کواس کی کھیتی میں ترقی دیں گےاور جودنیا کی کھیتی کا طالب ہوتو ہم اس کو کچھ دنیامیں سے دے دیں گے (اگر چاہیں گے) مگرآخرت میں اس کا کچھ حصہ نہ ہوگا۔

فائدہ: اس جگہ ثواب آخرت مراد ہے ثواب آخرت کوزرعہ،کھیتی سے تشبیہ دی ہے کیونکہ آخرت میں ملنے والا ثواب دنیوی اعمال کا پھل ہے اسی لئے دنیا کوآخرت کا کھیت کہا گیاہے۔الدنیا مزرعة الآخرة کہ دنیامیں جوکام کیاجا تاہےاس کاحاصل آخرت میں ملے گا تو گویا ثواب آخرت کی کھیتی ہے،مقصدآیت یہ ہے کہ جواعمال صالحہ کرنے میں آخرت کا ثواب واجر کا طالب ہوگا دنیامیں شہرت وعزت، مال ومتاع کا طالب نہ ہوگا تو اس کے ثواب میں زیادتی وبرکت ہوتی چلی جائے گی اور جواعمال صالحہ کاعوض دنیا میں طلب کرے گا تو دنیا میں اس کو کچھ تھوڑا بہت مل جائے گا اگر اللہ پاک چاہیں گے مگراس صورت میں آخرت میں اس کو کچھ حاصل نہ ہوگا کیونکہ اس نے آخرت کے ثواب کیلئے اعمال نیک کئے ہی نہیں تھےتو وہاں کا ثواب کیسے ملے گا؟ بلکہ اگراس نے نیک اعمال ریا، شہرت،عزت وجاہ حاصل کرنے کیلئے کئے تھےتو سخت عذاب میں گرفتار ہوجائے گا،چنانچہ روایت میں ہے جس کو کبارمحدثین امام ترمذی،بیہقی وغیرہما نے ذکرفرمایاہے جس میں سید عالم ﷺ کا ارشادمنقول ہے کہ جب باری تعالیٰ جل وعلا قیامت میں اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کا ارادہ فرمائیں گےتو سب سے پہلے جن کوطلب کیا جائے گا ان میں تین افراد ہوں گے (۱) قاری قرآن پڑھنے والا (۲) مجاہد (۳) مالدار سخاوت کرنے والاعلی رؤس الاشہادسب کے سامنےاللہ رب الجلال ان سےسوال کریں گے۔

(۷)یٰاَ یُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِی خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ O (سورۂ بقرہ آیت:۲۱)۔

اے لوگو عبادت اختیار کرو اپنے پروردگار کی جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں عجب نہیں کہ تم دوزخ سے بچ جاؤ۔

عبادتِ باری تعالیٰ کرو شریک نہ ٹھہراؤ

تفسیر روح البیان رص ۷۷ر میں فرماتے ہیں کہ آیت مبارکہ توحید باری اور رسالت ونبوت محمد ﷺ کو ثابت کرنے کیلئے لائی گئی ہے جو کہ ایمان واسلام کی بنیاد اور جڑ ہیں جن پر تمام دین قائم ہے اور لوگ اسی اعتبار سے ہیں ماننے والے مسلمان اہل ایمان ہیں اور نہ ماننے والے کافر ومشرکین ہیں اور حرفِ ندا غافلین کو تنبیہ کرنے کیلئے ہے، بعض عارفین کاملین فرماتے ہیں چونکہ عبادت الٰہی میں عام لوگوں کی طبیعت پر گرانی ہے اس لئے خطاب کی لذت سے اس کو سہل بنادیا گیا ہے اور لذیذ بنادیا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ اے وہ شخص جو ہم سے مانوس ہے انسیت رکھتا ہے ہمارے لطف واحسان اور انسیت کو مت بھول جو تیرے ساتھ تیری ولادت سے قبل موجود وقائم ہے کہ تو کچھ نہ تھا ہم نے محض اپنے لطف وکرم سے تجھ کو کیا سے کیا بنادیا اور عمر کے مختلف مدارج طے کرا کر تجھے یہاں تک پہنچایا اولاً منی کا قطرہ تھا دم (خون) بنایا، پھر علقہ پھر مضغہ پھر عظام (ہڈیاں) پھر گوشت پوست ہوتے ہوئے طفل بنا، صبی بنا، چھوٹا بچہ، کچھ بڑا بچہ، پھر شاب بنا نوجوان۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ	وہی ہے جس نے تم کو مٹی
تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ	سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر خون
عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُکُمْ طِفْلًا ثُمَّ	کے لوتھڑے سے پھر تم کو بچہ کر کے
لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّکُمْ ثُمَّ لِتَکُوْنُوْا	نکالتا ہے پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو
شُیُوْخًا o (سورۂ مومن آیت: ۶۷)۔	پہونچو پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔

باری عز اسمہ سورۂ انفطار میں فرماتے ہیں:

یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ	اے انسان تجھ کو کس چیز نے
مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ o	تیرے ایسے رب کریم کے ساتھ بھول
الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ	میں ڈال رکھا ہے جس نے تم کو بنایا، پھر
فَعَدَلَکَ o فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ	تیرے اعضاء کو درست کیا پھر تجھ کو
مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ o (سورۂ انفطار آیت: ۶ تا ۸)۔	اعتدال پر بنایا جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دیدیا۔

عمدہ تخلیق

یہی ہے وہ احسن تقویم بہترین انداز جس پر تجھ کو بنایا جس کو دوسری جگہ:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ	کہ ہم نے انسان کو بہت
فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (سورۂ تین)۔	خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے۔

سے تعبیر فرمایا دوسرے حیوانات کی طرح مکروہ صورت سے تجھ کو بچایا اس کا مقتضی یہ ہے کہ تو اپنے خالق تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں پوری طرح مصروف ومشغول

ہوجا، کیونکہ یہ تو ظاہری حسن و جمال ہے کمال اور اعتدال ہے اور باطنی کمال خِلقت کا تسویہ حقیقی معرفت باری عبادت الٰہی سے ہے اور اس کا باطنی اعتدال ایمان سے قائم ہوتا ہے جیسا کہ حضرت شیخ جنید بغدادیؒ نے فرمایا **تسویة الخلقة بالمعرفة وتعدیلها بالایمان** (روح البیان رص:۳۵۹)۔

اور حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ اے انسان پروردگار عالم نے تجھ کو وجود بخشا اور ساری کائنات کو تیرے تابع کیا اور تجھ کو اللہ پاک نے اپنے تابع ہونے کیلئے بنایا کہ تو اس کا مسخر بنے، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ سے کسی نے کہا حضرت کوئی ایسا وظیفہ بتادیجئے جس سے جنات میرے مسخر وتابع ہوجائیں فرمایا بھلے انسان تو دنیا میں مسخر ہونے کیلئے آیا رب کے تابع ہو دوسروں کو مسخر وتابع کرنے کیلئے نہیں آیا، کس کی فکر میں پڑا ہوا ہے۔

اللہ پاک نے یہی مضمون سورۂ دہر میں بھی بیان فرمایا ارشاد باری عزاسمہ ہے:

هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا o اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا o اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا o (سورۂ دہر آیت:۱تا۳)۔	بیشک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا، ہم نے اس کو مخلوطہ نطفہ سے پیدا کیا اس طور پر کہ ہم اس کو مکلّف بنائیں تو ہم نے اس کو سنتا دیکھتا بنایا ہم نے اس کو رستہ بتلایا یا تو وہ شکر گذار ہوگیا یا ناشکر ہوگیا۔

الغرض ہم نے اس کو سنتا اور دیکھتا (سمجھتا بنایا اور ہم نے اس کو راستہ بتلایا یعنی احکام سکھائے اور مخاطب بنایا پھر یا تو شکر گذار (مومن بنا) یا نافرمان ناشکرا کافر بنا، حالانکہ ان نعمتوں کے مقابلہ میں جو اس کو دی گئی تھی اور اس پر کی گئی تھی اس کو عصیان وغفلت، غرور دھوکہ چھوڑ کر اپنے رب کی عبادت کرنی تھی جس کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے انسانوں کو پیدا کیا، یہاں دنیا کے سارے انسانوں کو اللہ پاک نے اپنی عبادت کا حکم دیا ہے اور عبادت موقوف ہے معرفت رب پر مطلب یہ ہے کہ اے انسانوں اپنے رب کو پہچانو اور اس کی عبادت کرو اور معرفت کیلئے اللہ پاک نے بہت سے اسباب اور عوامل، ذرائع، طریقے بنائے تاکہ کوئی انسان یہ نہ کہہ سکے کہ میرے پاس کوئی ذریعہ معرفت کا نہ تھا اگر یہ کہے گا کہ میرے پاس بشیر ونذیر، سمجھانے والے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے نہ آئے جیسا کہ بعض لوگ کہیں گے **ماجاء نا من بشیر و نذیر** تو اللہ پاک نے دنیا میں انبیاء ورسل اور ان کے نائبین اولیاء علماء، صلحاء، داعین ومبلغین بھیج کر حجت بالغہ قائم کر دی اور عذر ختم کر دیا اور اگر کسی کو ان سے کسی طرح رابطہ کا کوئی موقع نہیں ملا تو اس قدر دلائل کونیہ قائم کئے کہ یہاں انہیں دلائل میں سے پانچ دلائل کا تذکرہ فرماتے ہیں (رازی رص:۸۸رج:۱)۔

جب اللہ پاک ہی خالق ہیں کل کائنات کے کیا انسان کیا جنات کیا حیوانات لہذا عبادت کے لائق وہی ہے اور جس میں خلق یعنی پیدا کرنے کی کوئی شان اور صفت اور لیاقت وصلاحیت نہ ہو وہ کیسے عبادت کے لائق ہوسکتا ہے۔

(۲) باری تعالیٰ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمْ لَآ	یہ ہے اللہ تمہارا رب اس کے
اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ	سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہر چیز کا
فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ	پیدا کرنے والا تو تم لوگ اس کی عبادت
شَیْءٍ وَّکِیْلٌ o لَا تُدْرِکُهُ	کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے، اس کو تو
الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ	کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی اور وہ سب
الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ	نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے اور وہی بڑا
الْخَبِیْرُ o (سورۂ انعام آیت: ۱۰۳تا۱۰۴)۔	باریک بین باخبر ہے۔
(۳) اَلَا لَهُ	یاد رکھو اللہ ہی کیلئے خاص ہے
الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَکَ	خالق ہونا اور حاکم ہونا بڑی خوبیوں کے
اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (سورۂ	بھرے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ جو تمام عالم
اعراف آیت: ۵۴)۔	کے پروردگار ہیں۔

بخلاف تمہارے معبودان باطل کے وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے چاہے سارے جمع ہو جائیں، اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

یٰاَیُّهَا النَّاسُ	اے لوگو ایک عجیب بات بیان
ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ	کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سنو! اس میں
اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ	کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم لوگ خدا کو چھوڑ
دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا	کر عبادت کرتے ہو وہ ایک مکھی کو تو پیدا
ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا	کر ہی نہیں سکتے گو سب کے سب بھی جمع

لَـهٗ وَاِنْ يَّسْـلُبْهُـمُ الذُّبَابُ شَيْـئًـا لَّايَسْتَـنْـقِذُوْهُ مِنْـهُ ضَـعُفَ الـطَّـالِـبُ وَالْمَطْلُوْبُ o مَاقَدَرُو اللّٰهَ حَـقَّ قَـدْرِهٖ اِنَّ الـلّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ o (سورۂ حج ۷۳تا۷۴)۔

ہوجائیں اوراگران سے مکھی کچھ چھین لے جائے تو اس کو اس سے چھڑا نہیں سکتے ، ایسا عابد بھی لچر اور ایسا معبود بھی لچر ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی جیسی تعظیم کرنا چاہئے تھی وہ نہ کی ،اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا سب پر غالب ہے۔

زمین اللہ پاک کی عظیم ترین نشانی اور دلیل ہے

تیسری دلیل :اس بات کی کہ اللہ پاک عبادت کے لائق ہیں یہ ہے کہ اس نے زمین کو تمہارے لئے فرش ، بستر ، بچھونا ، آرام وراحت کی چیز بنادیا سبحان اللہ العظیم ، زمین کو اس قدر عمدہ بنایا نہ انتہائی سخت اور نہ انتہائی نرم ، بیٹھنے سونے چلنے کے قابل انتہائی مفید اور نفع بخش اگر بہت زیادہ سخت ہوتی ہوسکتا تھا کہ بدن کو تکلیف دیتی ، اور اگر نہایت نرم ہوتی تو چلنا مشکل ہوجاتا ، جیسے پانی پر۔ اور اگر دوسرے کسی مادہ جیسے سونے کی ہوتی تو کھیتی باڑی مشکل بلکہ غیرممکن ہوتی اور اس کو کھودکر مکانات کی تعمیر جس طرح اب چاہتے ہیں کرلیتے ہیں وہ نہ کرپاتے اور اگر بالکل چمکدار کسی چیز کسی مادہ کی ہوتی تو سورج کی روشنی اس پر نہ پڑتی اور گرم نہ ہوتی بلکہ انتہائی ٹھنڈی رہتی اللہ پاک نے اس کو گردآلود بنایا تاکہ سورج کی روشنی ٹھہر سکے اور وہ گرم ہوجائے اور حیوانات کا بستر بن سکے (رازی رص:۱۰۳رج:۱)۔

پھر اس کو پانی سے جدا کردیا حالانکہ اس کی خاصیت یہ ہے کہ وہ پانی میں

چلی جائے اگر ایسا ہوتا تو وہ فراش وبستر نہ بن تی اس کے علاوہ اس میں دوسرے بے شمار فوائد اور منافع ودیعت رکھے۔

فائدہ نمبر:۱) مثلاً اس میں پیدا ہونے والی اشیاء معادن، نباتات، حیوانات، انسان اور بے شمار خزانے اور اشیاء جن کو صرف اور صرف اس کا خالق و مالک ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہتے ہیں کہ ابھی تک تو صرف اس ظاہری زمین کے خزانوں تک انسان کی کچھ رسائی ہوسکی ہے اور ایسے بہت سے خزائن ہیں دفینے پھر جن تک انسان کی رسائی نہیں ہوسکتی خاص کر دوسری زمینوں کے جن کا ذکر دوسری آیات میں ہے:

وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ o	اوراللہ ہی کے ہیں آسمان وزمین کے سب خزانے۔

کہیں فرمایا:

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ o (سورۂ زمر آیت:۶۳)۔	اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمان اور زمین کی۔
وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ o (سورۂ حجر آیت:۲۱)۔	اور جتنی چیزیں ہیں ہمارے پاس سب کے خزانے کے خزانے ہیں اور ہم اس کو ایک معین مقدار سے اتارتے رہتے ہیں۔

فائدہ نمبر:۲) پھر زمین کے ٹکڑے مختلف انداز کے بنائے ہیں جن سے الگ الگ طرح کے فوائد حاصل ہوتے ہیں کوئی حصہ نرم ہے کوئی اس کے مقابل

سخت کوئی ریت والا کوئی بنجر کہیں مٹی کہیں پہاڑ ارشاد باری ہے:

وَفِــــی الْاَرْضِ	زمین میں ٹکڑے ہیں جو آپس
قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ	میں پڑوسی ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں
مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ	اور کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں
صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ	جن میں بعض کی جڑ بعض سے ملی ہوئی
یُّسْقٰــی بِمَـآءٍ وَّاحِدٍ	ہیں اور بعض ملی ہوئی نہیں ہیں ایک ہی
وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی	پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ایک
بَعْضٍ فِی الْاُکُلِ اِنَّ فِیْ	دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں بلاشبہ اس
ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ	میں ان لوگوں کیلئے نشانیاں جو سمجھ سے
یَّعْقِلُوْنَ O (سورۂ رعد آیت:۴)۔	کام لیتے ہیں۔

کہیں ارشاد ہے:

وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ	اور جو سرزمین ستھری ہوتی ہے
یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ	اس کی پیداوار تو خدا کے حکم سے خوب نکلتی
وَالَّذِیْ خَبُثَ لَایَخْرُجُ اِلَّا	ہے اور جو خراب ہے اس کی پیداوار بہت کم
نَکِدًا کَذٰلِکَ نُصَرِّفُ	نکلتی ہے اسی طرح ہم دلائل کو طرح طرح
الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْکُرُوْنَ O (سورۂ	سے بیان کرتے رہتے ہیں ان لوگوں کیلئے
اعراف آیت:۵۸)۔	جو قدر کرتے ہیں۔

فائدہ نمبر:۳) پھر زمین کے رنگ بھی علیحدہ علیحدہ ہیں لال، سفید، کالا، خاکستری رنگ، غبار آلود، ہرا، باری تعالیٰ نے فرمایا:

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ	اور پہاڑوں کے بھی
بِيضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ	مختلف حصے ہیں سفید اور سرخ کہ
اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ	ان کی بھی رنگتیں مختلف ہیں اور بہت
سُوْدٌ O (سورۂ فاطر آیت: ۲۷)۔	گہرے سیاہ۔

جنگلات

فائدہ نمبر: ۴) اس کو نبات کے ذریعہ پھاڑ دیا جس کو فرمایا وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (سورۂ طارق آیت: ۱۲) پھٹنے والی زمین کی قسم۔ اور کہیں ارشاد ہے:

وَتَرَى الْاَرْضَ	اور اے مخاطب تو زمین کو
هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا	دیکھتا ہے کہ خشک ہے پھر جب ہم
الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ	اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی
وَاَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ	ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی خوشنما
بَهِيجٍ O (سورۂ حج آیت: ۵)۔	نباتات اگاتی ہے۔

دریا نہریں

فائدہ نمبر: ۵) زمین پانی کا خزانہ عامرہ ہے جو آسمان سے نازل ہوا ارشاد باری تعالیٰ:

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ	اور ہم نے آسمان سے
مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي	مقدار کے ساتھ پانی برسایا پھر ہم
الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ	نے اس کو زمین میں ٹھہرایا اور ہم اس
لَقٰدِرُوْنَ O (سورۂ مؤمنون آیت: ۱۸)۔	کے معدوم کر دینے پر قادر ہیں۔

اور کہیں فرمایا:

قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ	آپ کہد یجئے کہ اچھا یہ بتلاؤ
اَصْبَحَ مَآءُ کُمْ غَوْرًا	کہ اگر تمہارا پانی نیچے کو غائب ہی
فَمَنْ یَّأتِیْکُمْ بِمَآءٍ	ہوجاوے سو وہ کون ہے جو تمہارے
مَّعِیْنٍO (سورۂ ملک آیت:۳۰)۔	پاس سوت کا پانی لے آوے۔

فائدہ نمبر:٦) دریا نہریں ہیں اللہ پاک کا ارشاد ہے:

وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ	اور اس میں پہاڑ اور
وَاَنْهَارًا (سورۂ رعد آیت:۳)۔	نہریں پیدا کیں۔

(۷) پھر زمین کی طبیعت میں کیسی محبت وکرم ہے ایک دانہ لیکر کسقدر ردانے واپس کرتی ہے، سورۂ بقرہ میں اس کا بیان آیا ہے۔

کَمَثَلِ حَبَّةٍ	ان کے خرچ کئے ہوئے مالوں
اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ	کی حالت ایسی ہے جیسے ایک دانہ کی
کُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ (سورۂ	حالت جس سے سات بالیں جمیں ہر
بقرہ آیت:۲٦۱)۔	بال کے اندر سو دانے ہوں۔

(۸) اس میں حیات ہے مرنے کے بعد یعنی بنجر ہونے کے باوجود وہ زندہ ہو جاتی ہے ارشاد باری ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْ ااَنَّا	کیا انہوں نے اس بات پر نظر
نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَی الْاَرْضِ	نہیں کی کہ ہم خشک زمین کی طرف پانی

الْـجُـرُزِ فَـنُـخْـرِجُ بِـهٖ
زَرْعًـا تَـأْكُـلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ
وَاَنْفُسَهُمْ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ o
(سورۂ الم سجدہ آیت: ۲۷)۔

پہونچاتے ہیں پھر اس کے ذریعہ سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس سے ان کے مواشی اور وہ خود بھی کھاتے ہیں تو کیا دیکھتے نہیں ہیں۔

باغات

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاٰيَةٌ لَّهُـمُ الْاَرْضُ
الْـمَيْتَةُ اَحْيَيْـنَاهَا وَاَخْرَجْنَا
مِـنْهَـا حَبًّـا فَـمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ o
وَجَـعَـلْـنَـا فِيْهَـا جَنّٰتٍ مِّنْ
نَـخِيْـلٍ وَّاَعْـنَابٍ وَّفَجَّرْنَا
فِيْهَـــا مِـــنَ الْـعُيُــوْنِ o
لِيَـأْكُـلُـوْا مِـنْ ثَمَرِهٖ وَمَـا
عَـمِـلَتْـــهُ اَيْـدِيْهِـمْ اَفَلَا
يَشْـكُرُوْنَ o سُبْـحٰنَ الَّذِىْ
خَـلَـقَ الْاَزْوَاجَ كُـلَّهَـا مِمَّا
تُـــنْبِـــتُ الْاَرْضُ وَمِـــنْ
اَنْـفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ o
(سورہ یٰس آیت: ۳۳ تا ۳۶)۔

اور ایک نشانی ان لوگوں کیلئے مردہ زمین ہے ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس سے غلے نکالے سو ان میں سے لوگ کھاتے ہیں اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ لگائے اور اس میں چشمے جاری کئے تا کہ لوگ باغ کے پھلوں میں سے کھائیں اور اس کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا سو کیا شکر نہیں کرتے ، وہ پاک ذات ہے جس نے تمام مقابل قسموں کو پیدا کیا نباتات زمین کی قبیل سے بھی اور ان آدمیوں سے بھی اور ان چیزوں میں بھی جن کو لوگ نہیں جانتے۔

وَفِــي الْاَرْضِ	زمین میں ٹکڑے ہیں جوایک
قِطَعٌ مُّتَجٰوِرَاتٌ وَّجَنّٰتٌ	دوسرے کے برابر میں ہیں پڑوس میں
مِّــنْ اَعْـنَــابٍ وَّزَرْعٌ	ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں
وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ	ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن میں
صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ	بعض کی جڑ بعض سے ملی ہوئی ہیں
وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا	اور بعض ملی ہوئی نہیں ہیں ایک ہی پانی
عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ	سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ایک
اِنَّ فِــيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰــتٍ	دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں بلاشبہ اس
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ٥ (سورۃ رعد آیت:۴)۔	میں ان لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو سمجھ سے کام لیتے ہیں۔

(۱۱) اس میں قسم قسم کے حیوانات اور دواب ہیں مختلف رنگ مختلف صورتوں اور مختلف اشکال و ہیئت کے اور مختلف سائز کے اس طرف اشارہ ہے ارشاد باری ہے:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ	اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو
بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى	بلاستون کے بنایا تم ان کو دیکھ رہے ہو
فِــي الْاَرْضِ رَوَاسِــيَ اَنْ	اور زمین میں پہاڑ ڈال رکھے ہیں کہ وہ تم
تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ	کولیکر ڈانواڈول نہ ہونے لگیں اور اس میں
كُلِّ دَابَّةٍ (سورۂ لقمان آیت:۱۰)۔	ہر قسم کے جانور پھیلا رکھے ہیں۔

(۱۲) مختلف النوع ومتعدد قسم کے نباتات پھل پھول ہیں سبحان اللہ ہر ایک قدرت خالق اور مالک کی خوشبو پھیلا رہا ہے، اللہ اکبر، اوراپنے رب کی معرفت کی دعوت دے رہا ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے اے احمق انسان ہمیں دیکھ کرتو خوش ہوتا ہے پھر ہمارے بنانے والے کونہیں پہچانتا کتنا وہ خوبصورت اور حسین ہے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَاَنۡبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍ بَهِيۡجٍ (سورۂ ق آیت:۷)۔	اوراس میں ہر قسم کی خوشنما چیزیں اگائیں۔

ان کے الوان یعنی رنگوں کا مختلف ہونا ذائقوں کا الگ الگ ہونا خوشبوؤں کا الگ الگ ہونا پھر بعض کو انسان کی غذا بنایا اور بعض کو اس کے جانوروں کی غذا بنایا اور حکم فرمایا کھاؤ خود بھی اوراپنے جانوروں کو چراؤ۔

كُلُوۡا وَارۡعَوۡا اَنۡعَامَكُمۡ (سورۂ طٰہٰ آیت:۵۴)۔	خود کھاؤ اور اپنے مواشی کو چراؤ۔

زمین جملہ انسانوں، حیوانات کا مسکن ہے

وَلَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيۡنٍ ۝ (سورۂ بقرہ آیت:۳۶)۔	اورتم کو زمین پر چند دن ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ہے ایک میعاد معین تک۔
فَمُسۡتَقَرٌّ وَّمُسۡتَوۡدَعٌ (سورۂ انعام آیت:۹۹)۔	پھرایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اورایک جگہ چند دن رہنے کی۔

(۱۳) زمین سے انسانوں کیلئے مطعومات ماکولات ومشروبات کا انتظام فرمایا جن کے ذائقے مختلف ہیں۔

وَقَدَّرَ فِيهَآ اَقْوَاتَهَا	اوراس میں اس کی غذائیں
فِيٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ (سورۂ حم سجدہ آیت:۱۰)۔	تجویز کردی چار دن میں۔
وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي	اورکوئی جاندار روئے زمین
الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ	پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی
رِزْقُهَا (سورۂ ہود آیت:۶)۔	اللہ کے ذمہ نہ ہو۔

نیز زمین سے انسانوں کے کپڑے کا انتظام فرمایا پھر نباتیہ ہے یا حیوانیہ ہے اول جیسے اولی کتان اور تمام کپڑے اور حیوانی انداز کے جیسے بال، کھال، ریشم۔ اللہ کا ارشاد ہے:

(۱۴) زمین کوسب کیلئے کافی بنایا:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا	کیا ہم نے زمین کو زندوں
اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا (سورۂ مرسلات آیت:۲۵)۔	اور مردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنایا۔
کہیں فرمایا مِنْهَا	ہم نے تم کو اسی زمین سے
خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ	پیدا کیا اوراسی میں ہم تم کو لے جاویں
وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً	گے اور پھر دوبارہ اسی سے تم کو نکال
اُخْرٰى (سورۂ طٰہٰ آیت:۵۵)۔	لیں گے۔

زمین کے خزانے اور مذکورہ خزانوں کے علاوہ وہ احجار بھی ہیں جو مختلف کاموں میں آئے کچھ انگوٹھیوں کے فص ونگ بنتے ہیں اور کچھ عمدہ برتن، یاقوت احمر کو دیکھئے کتنا قیمتی ہے کوہ نور دیکھئے کتنا قیمتی ہے۔

کانیں سونے چاندی، تانبے، پیتل، کوئلہ کی کانیں اور دریاء سے نکلنے والی اشیاء عمدہ مچھلیاں دیگر حیوانات اور دیگر مادے جب ایک انسان ان سب چیزوں میں غور وفکر کرتا ہے تو اس کو صانع اور خلاق عالم کا پتہ چلتا ہے اور ہدایت حاصل ہوتی ہے، اسی پہاڑوں کے منافع عمدہ عمدہ پھل، خوبصورتی، اور قسم قسم کے درخت جو چھتوں کیلئے، حطب کیلئے اور دیگر ضروریات کیلئے کام میں آتے ہیں، ایک عاقل انسان کیلئے کیا ان سب میں عبرت وبصیرت نہیں ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِىَ وَاَنْهَارًا وَّمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ (سورۂ رعد آیت:۳)۔	اور وہ ایسا ہے کہ اس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا کئے۔

وقال اللہ تعالیٰ:

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرَاتٍ بِاَمْرِهٖ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (نحل آیت:۱۲ تا ۱۴)۔	اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند مسخر بنایا اور ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں بیشک اس میں عقل مند لوگوں کیلئے چند دلیل ہیں۔

زمین کی تواضع اس کا اصل کمال ہے ارشاد باری تعالیٰ:

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنَّکَ تَرَی الْاَرْضَ خَاشِعَۃً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْہَا الْمَآءَ اہْتَزَّتْ وَرَبَتْ اِنَّ الَّذِیْٓ اَحْیَاہَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰی اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (حم سجدہ آیت ۳۹)۔

اور منجملہ اس کی نشانیوں کے ایک یہ ہے کہ تو زمین کو دیکھتا ہے کہ دبی دبائی ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے جس نے اس زمین کو زندہ کردیا وہی مردوں کو زندہ کردے گا، بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور منجملہ اس کی قدرت وتوحید کی نشانیوں کے ایک یہ بھی ہے اے مخاطب تو زمین کو دیکھتا ہے دبی دبائی پڑی ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو ابھرتی ہے اور پھولتی ہے، بیشک وہ ذات عالی پاک جس نے زمین کو زندہ کردیا وہی مردوں کو زندہ کردے گا بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

روح البیان رص: ۲۶۷ رمیں خاشعۃ کا ترجمہ یابسہ کیا یعنی بالکل خشک جس میں کوئی گھاس نہیں ہوتا اطمینان سے پڑی ہوئی یعنی فرسودہ اور خشک شدہ یہ خشوع سے ماخوذ ہے جس میں تذلل کے معنیٰ ہیں زمین کو خیر وبرکت سے خالی ہو اس شخص سے تشبیہ دی ہے تو بالکل ذلیل وعاری اور خالی مراد ہو، اسی طرح زمین خشک بنجر قحط زدہ پڑی ہو پھر اس پر جب اللہ پاک نے پانی نازل فرمایا اس میں اہتزاز یعنی حرکت آ گئی گھاس اگ آیا اور وہ پھول گئی ربت (انتفحت) اور وہ پھٹ گئی نبات یعنی گھاس سے، ربت بمعنی زیادتی، تروتازگی ہے اب چاروں طرف ہریالی ہی

ہریالی ہے اور خوشنما منظر ہے بہت قدرت باری تعالیٰ کو سمجھانے کی طرف رہنمائی کرنے والی باتیں ہیں، یہیں سے یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ جس عظیم قدرت والے نے مردہ وبنجر زمین کو زندگی ہریالی اور خوشنمائی تروتازگی عطا فرمادی وہ مردہ انسانوں کو بھی دوبارہ حیات دینے پر قادر ہے ان کے اندر جان ڈالنا خالق، قادر تعالیٰ کیلئے کیا مشکل ہے۔

یہ مضمون اور بھی متعدد مقامات پر مذکور ہوا ہے، حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا:

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ	کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی
الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ	کہ ہم خشک زمین کی طرف پانی پہونچاتے
فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ	ہیں پھر اس کے ذریعہ سے کھیتی پیدا کرتے
اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ اَفَلَا	ہیں جس سے ان کے مواشی اور وہ خود بھی
يُبْصِرُوْنَ (سورۂ الم سجدہ آیت:۲۷)۔	کھاتے ہیں تو کیا دیکھتے نہیں ہیں۔

نیز فرمایا:

فَانْظُرْ اِلٰى اٰثٰرِ	سو رحمتِ الٰہی کے آثار دیکھو
رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ	کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مردہ
الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ	ہونے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے
ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى	کچھ شک نہیں کہ وہی مردوں کو زندہ
وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر
قَدِيْرٌ (سورۂ روم آیت:۵۰)۔	قدرت رکھنے والا ہے۔

آیت میں اشارہ ہے کہ اسی طرح باری تعالیٰ مردہ قلوب کو معرفت حق کے پانی سے ارض بشریت سے زندگی عطا فرماتے ہیں جبکہ خشک ہو جاتی ہے، دواعی معرفت واسباب محبت الٰہی کے فقدان کی وجہ سے، جیسا کہ رسول پاک ﷺ کی بعثت کی رحمت سے قلوب مردہ زندہ ہو گئے تر ہوئی باران سے سوکھی زمین یعنی آئے رحمت للعالمین۔

زمین کی وسعت

زمین کی وسعت کو بیان فرماتے ہوئے اللہ پاک فرماتے ہیں:

یَـا عِبَـادِیَ الَّـذِیۡـنَ	اے میرے ایمان دار
آمَـنُـوۡآ اِنَّ اَرۡضِـیۡ وَاسِـعَةٌ	بندو میری زمین فراخ ہے سو خالص
فَاِیَّایَ فَاعۡبُدُوۡنِ o کُلُّ نَفۡسٍ	میری ہی عبادت کرو ہر شخص کو موت
ذَآئِـقَةُ الۡـمَـوۡتِ ثُـمَّ	کا مزہ چکھنا ہے پھر تم سب کو ہمارے
اِلَیۡنَاتُرۡجَعُوۡنَo وَالَّذِیۡنَ آمَنُوۡا	پاس آنا ہے اور جو لوگ ایمان لائے
وَعَـمِـلُـوۡا الـصَّـالِـحَـاتِ	اور اچھے عمل کئے ہم ان کو جنت کے
لَـنُبَـوِّئَـنَّهُـمۡ مِـنَ الۡجَنَّةِ غُرَفًا	بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے
تَـجۡـرِیۡ مِـنۡ تَـحۡتِهَا الۡاَنۡهَارُ	نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی وہ ان
خَـالِـدِیۡـنَ فِیۡهَـا نِـعۡـمَ	میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، کام
اَجۡرُ الۡعَامِلِیۡنَo الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا	کرنے والوں کا کیا خوب اجر ہے
وَعَـلٰـی رَبِّهِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَo (سورۃ عنکبوت آیت: ۵۶ تا ۵۸)۔	جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر توکل کیا کرتے تھے۔

حیاتِ قلب ذکراللہ سے وابستہ ہے

اسی طرح جب قلوب مردہ ہوجاتے ہیں پھرابتلات وآزمائشوں سے ان کے اندرحرکت آتی ہے بعداس کے کہ ان کی مردہ زمین میں گناہوں کے نباتات اورمحرمات کے درخت اگ چکے تھے تو سچائی اورنورایمان کی برکت سے رحمت الٰہی کا باران ان کے اندرحیات نو پیدا کرتا ہے،اورصالحین اولیاء کی صحبت سے ہوتا ہے اورذکرمیں مسلسل لگنے کی وجہ سے، کیونکہ ذکراللہ حیات قلوب ہے اورصحبت صالحین نجات نفوس ہے (روح البیان رص:۲۶۸رج:۸)۔

حکایت کہتے ہیں کہ حضرت حاتم اصمؒ کے زمانہ میں ایک کفن چورتھا جس کا کام نبش قبورتھا اورکفنوں کی چوری کرنا بعدمیں اس نے ان کے ہاتھ پر سچی توبہ کرلی تھی،ایک بارحضرت حاتم اصمؒ نے اس سے پوچھا کہ تونے کتنی قبورکو پھاڑا ہےاس نے کہاتقریبا۷۰رہزارپوچھا کتنے سال میں کہنےلگا۲۰ر۳۰رسال میں یہ سنکرحضرت حاتم اصمؒ پر بے ہوشی طاری ہوگئی جب ان کو ہوش آیافرمایا کہ مسلمانوں کی قبریں یا کفارکی اس نے کہاصرف مسلمانوں کی پوچھااچھابتا کتنوں کوقبلہ رخ پایااس نے کہاصرف تین سوافرادکو باقی سب غیرقبلہ رخ، یہ سن کر پھران پرغشی طاری ہوگئی کیونکہ رقت کا بہت غلبہ تھا خوف خداوندی بہت زیادہ تھا اورہرشخص کا خوف اس کے حال معرفت کے اعتبار سے ہوتا ہےجس طرح اللہ پاک نے ایک نباش کوحاتم اصمؒ کی صحبت کی برکت سے زندگی عطا فرمائی اور پھراپنے آپ کو ذکروفکرمیں لگایا اسی لئے سب کیلئے یہ امر

ضروری ہے تب ہی حقیقی حیات حاصل ہوگی، رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا ذاکر کی مثال زندہ جیسی ہے اور جو ذکرنہیں کرتا ہے مثل مردہ ہے:

عن أبی موسیؓ قال:	حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت
قال رسول الله صلی الله علیه	ہے کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اس
وسلم مثل الذی یذکر ربه	شخص کی مثال جواپنے رب کو یاد کرتا ہے
والذی لایذکر مثل الحی	اوراس شخص کی مثال جواپنے رب کو یاد
والمیت (مشکوٰۃ شریف رص:۱۹۶رج:۱)۔	نہیں کرتا ہے زندہ اورمردہ کی طرح ہے۔

(۲) ایک ہجرت تو یہ ہے کہ اپناعلاقہ جہاں رہکر دین کے اعمال پر چلنا دشوار ہو ترک کیاجائے اور دوسری ہجرت یہ ہے کہ اعمال ترک کئے جائیں جن سے اللہ پاک نے منع فرمایا ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **المهاجر من هجر مانهاالله عنه** کہ مہاجر وہ ہے جوان باتوں کو چھوڑے جو اللہ پاک نے منع فرمائی ہیں لہذا ہم پر لازم ہے کہ ہم نفس کے وطن سے اور برے عمل کی عادت سے اور برے اخلاق کے علاقہ سے عالم حقیقت میں اوراچھے اعمال کی جانب اورعمدہ اخلاق کی طرف نکلیں تاکہ قرب ربانی زمین کی وسعت اورعنایت الٰہی کے مستحق بنیں اور عاقبت عمدہ پائیں اورعبادت کا راستہ اپنائیں (روح البیان رص:۱۵۱)۔

فائدہ: اس آیت مبارکہ میں ان ایمان والے بندوں سے کہا جارہا تھا جن کوان کے اوطان میں دین اسلام کے ارکان واحکام کی آزادی نہیں ہے جیسا کہ مکہ مکرمہ کے شروع دور میں فتح مکہ سے قبل ایمان والوں کو کفار مکہ کی جانب سے سخت

تکلیفیں پہنچائی جارہی تھی جیسا کہ اس دور میں ہندوستان میں اس حکومت کی جانب سے مسلمان نشانہ پر ہیں ہر وقت ظلم وستم ڈھانے کیلئے کفار ہند مسلمانوں پر تیار بیٹھے ہیں بہانہ تلاش کرتے ہیں، یہ کہا جارہا ہے کہ وہ وہاں سے ہجرت کر جائیں اللہ کی زمین وسیع ہے جہاں بھی جس کا موقع ہو وہ ہجرت کر جائے اور اللہ پاک کی عبادت کر کے دین اسلام پر قائم رہے اور دین کے سلسلہ میں صبر وہمت سے کام کرے اور اللہ پاک کی ذات پر ہی بھروسہ کرے نہ کہ کسی اور کے اوپر۔

ہجرت کے فضائل

ہجرت کا ثواب بہت زیادہ ہے، ایک حدیث شریف میں ہے کہ جو اپنے دین کی حفاظت میں بھاگے ایک علاقۂ ارض سے دوسرے علاقہ ارض اگر چہ ایک بالش ہی کیوں نہ ہو وہ جنت کا مستحق ہوگا اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت محمد ﷺ کا رفیق ہوگا کیونکہ ابراہیمؑ نے بھی دین کی خاطر ہجرت فرمائی تھی اور حضور مقبول ﷺ نے بھی اور بہت سے پیغمبروں نے، صحابہ کرامؓ اور اولیاء اللہ نے ہجرت فرمائی اور ہجرت کے فضائل کثیر ہیں۔

ایک جگہ فرمایا ہے:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ	اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں
سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِى	ہجرت کرے گا تو اس کو روئے زمین پر
الْاَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيْرَةً	جانے کی بہت جگہ ملے گی اور بہت
وَّسَعَةً وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ	گنجائش، اور جو شخص اپنے گھر سے اس

بَیْتِہٖ مُھَاجِرًا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ یُدْرِکْہُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا(سورۂ نساء آیت:۱۰۰)۔

(حدیث:۳)إنما الأعمال بالنیات میں ہے:
عن عمر بن الخطابؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إنما الأعمال بالنيات وإنما لامرئ ما نوى فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو امرأة يتزوجها فهجرته إلى ماهاجر إليه متفق علیہ(مشکوۃ شریف رص:۱۱رج:۱)۔

نیت سے نکل کھڑا ہو کہ اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کروں گا پھر اس کو موت آ پکڑے تب بھی اس کا ثواب ثابت ہو گیا اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اعمال کے نتائج نیتوں پر موقوف ہیں اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی نیت کی ہو، چنانچہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کیلئے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کیلئے ہی شمار ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا کیلئے ہو کہ وہ اسے پائے گا یا کسی عورت کیلئے ہو کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف شمار ہوگی جس کیلئے ہجرت کی ہو۔

پھر مزید اس کیلئے بشارت ہے کہ جنت کے بالا خانہ ملیں گے سبحان اللہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ بالا خانے اس کا بدلہ ہے کہ اس نے اپنا مکان راہ خدا میں چھوڑا تھا۔

ایمان وہجرت و جہاد پر بشارت

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَّهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (سورۂ انفال آیت:۷۴)۔

اور جو لوگ مسلمان ہوئے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے اپنے یہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں ان کیلئے بڑی مغفرت اور بڑی معزز روزی ہے (بیان القران)۔

وقال اللہ تعالیٰ:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (سورۂ توبہ آیت:۲۰)۔

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ترکِ وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا وہ درجہ میں اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں (بیان القران)۔

آسمان نشانی ہے

یہ عبادت باری کی چوتھی دلیل ہے جو یہاں مذکور ہوئی ہے، یعنی اللہ پاک کی اس لئے عبادت کرو کہ تمہارے فائدہ کیلئے اللہ پاک نے آسمان کو چھت بنایا ہے، یہاں علماء نے یہ بحث کی ہے کہ آسمان افضل ہے یا زمین، بعض علماء نے فرمایا کہ آسمان افضل ہے اور یہ دلائل دئے:

(۱) وہ فرشتوں کی عبادت گاہ ہے وہاں کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں رب العزت والجلال کی نافرمانی کی گئی ہو۔

(۲) حضرت آدمؑ کو وہاں سے خطاء کی وجہ سے نکالا گیا تو کہا گیا جنت سے اتر جاؤ میرے قرب وجوار میں نافرمان نہیں رہ سکتا ہے۔

(۳) آسمان محفوظ جگہ ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا وَهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ O (سورۂ انبیاء آیت:۳۲)۔	اور ہم نے آسمان کو ایک چھت بنایا ہے جو محفوظ ہے اور یہ لوگ اس کی نشانیون سے اعراض کئے ہوئے ہیں۔
(۴) تَبٰرَكَ الَّذِىْ جَعَلَ فِى السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا O (سورۂ فرقان آیت:۶۱)۔	وہ ذات بہت عالی شان ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے اور اس میں ایک چراغ اور نورانی چاند بنایا۔

جیسی بات زمین کے بارے میں نہیں آئی۔

بعض علماء نے فرمایا زمین افضل ہے اور یہ دلائل پیش کئے:

(۱) اللہ پاک نے ایک حصہ زمین تعریف فرمائی کہ وہاں برکات ہیں:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ○ (سورۂ ال عمران آیت:۹۶)۔

یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو مکہ میں ہے اس کی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے اور جہاں بھر کے لوگوں کا راہنما ہے۔

(۲) سُبْحٰنَ الَّذِىْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى الَّذِىْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ○ (سورۂ بنی اسرائیل آیت:۱)۔

وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندہ کو شب کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں کر رکھی ہیں لے گیا تا کہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلاویں، بیشک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں۔

(۳) ارض شام:

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِىْ بَارَكْنَا فِيْهَا○ (سورۂ اعراف آیت:۱۳۷)۔

اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کئے جاتے تھے اس سرزمین کے پورب پچھم کا مالک بنادیا اس میں ہم نے برکت رکھی ہے۔

(۴) تمام زمین برکت والی ہے:

وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ○ (سورۂ حم سجدہ آیت:۱۰)۔

اوراس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنادئے اوراس میں فائدہ کی چیزیں رکھ دی اور اس میں اس کی غذائیں تجویز کردی چاردن میں یہ پوری ہیں پوچھنے والوں کیلئے۔

(۵) وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ (سورۂ ذٰریٰت آیت:۲۰)۔

اور یقین لانے والوں کیلئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

(٦) اللہ پاک نے اپنے سب سے بڑے رسول کا مسکن زمین بنایا ایسے تمام انبیاء واولیاء کا مسکن وعبادت کی جگہ زمین ہے۔

آسمان کے فضائل

آسمان میں شمس وقمر اور نجوم ہیں جو اللہ پاک کی عظیم ترین نشانیاں ہیں اور قدرت باری تعالیٰ کو سمجھانے والے دلائل ہیں اوراس بات کو کہ اللہ پاک ہی عبادت کے لائق وسزاوار ہیں دوسرا کوئی نہیں کیونکہ وہی تنہا خالق ارض وسموات ہیں۔

طلوع اور غروب کی حکمت

سورج کا طلوع اور غروب ہونا ہے اگر یہ نہ ہوتا تو عالم کے معاملات باطل وبے کار ہوجاتے لوگ ان کے فوائد کے تحت زندگی گذار رہے ہیں سورج کے طلوع ہونے کے فوائد روشنی اور معاش کے جملہ معاملات ظاہر ہیں اور غروب میں بھی بہت

سے منافع سکون، راحت، ٹھہراؤ ہیں باری تعالیٰ ایک جگہ فرماتے ہیں:

اَلَـمْ یَـرَوْا اَنَّـا	کیا انہوں نے اس پر نظر نہیں کی
جَـعَـلْنَا الَّیْلَ لِیَسْکُنُوْا	کہ ہم نے رات بنائی تا کہ لوگ اس میں
فِیْـهِ وَالـنَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ	آرام کریں اور دن بنایا جس میں دیکھیں
فِـیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰـتٍ لِّقَوْمٍ	بھالیں بلاشبہ اس میں بڑی دلیلیں ہیں ان
یُّؤْمِنُوْنَ (سورۂ نمل آیت:۸٦)۔	لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

اگر غروب کا سلسلہ نہ ہوتا تو لوگوں کو جو مال و دولت کی حرص ہے وہ مسلسل کام پر مجبور کرتی، باری تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ فرمایا:

وَجَـعَـلْـنَـا الَّیْلَ	اور ہم نے رات کو پردہ کی
لِبَـاسًا o وَجَـعَـلْـنَـاالنَّهَارَ	چیز بنایا اور ہم ہی نے دن کو معاش کا
مَعَاشًا (سورۂ نبا آیت:۱۰،۱۱)۔	وقت بنایا۔

اگر غروب نہ ہوتا تو زمین اس قدر گرم ہو جاتی کہ جملہ وہ حیوانات جو زمین پر ہیں جل جاتے اور جملہ نباتات ہلاک ہو جاتی۔

باری تعالیٰ شانہ نے فرمایا:

اَلَـمْ تَـرَاِلٰی رَبِّکَ	کیا تو نے پروردگار پر نظر نہیں
کَیْفَ مَـدَّالـظِّـلَّ وَلَوْ شَـآءَ	کی کہ اس نے سایہ کو کیونکر پھیلا یا ہے
لَـجَـعَـلَـهٗ سَـاکِـنًـاثُمَّ جَعَلْنَا	اور اگر وہ چاہتا تو اس کو ایک حالت پر
الشَّـمْـسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًا o ثُمَّ	ٹھہرائے رکھتا پھر ہم نے آفتاب کو اس پر

قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا (سورۂ فرقان آیت:۴۵)۔ علامت مقرر کیا پھر ہم نے اس کو اپنی طرف آہستہ آہستہ سمیٹ لیا۔

لہذا حکمت الٰہی کے مطابق سورج ایک وقت میں طلوع ہوتا ہے اور ایک وقت میں غروب، بمنزلہ چراغ کے جو گھر والوں کو ضرورت کے مطابق روشنی دیتا ہے اور پھر اٹھا کر رکھ دیا جاتا ہے تاکہ آرام کریں اور ان کے راحت وآرام میں خلل نہ ہو، پس نور وظلمت کا یہ متضاد سلسلہ عالم کی صلاح اور نفع کیلئے ضروری ہے اسی کیلئے طلوع وغروب کا نظام ہے۔ اور ارتفاع شمس اور اس کے سلسلہ کو باری تعالیٰ شانہ نے فصول اربعہ کا سبب بنایا ہے، گرمی کے موسم میں حرارت شجر ونبات میں داخل ہوتی ہے اس سے پھل پیدا ہوتے ہیں اور ہوا لطیف ہوتی ہے بادل بارش کا موسم ہوتا ہے حیوانات کے ابدان مضبوط ہوتے ہیں کیونکہ ان کے باطن میں حرارت غریزیہ کافی حد تک داخل ہو جاتی ہے اور فصل ربیع میں طبیعتوں میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور وہ مواد جو گرمیوں میں پیدا ہو گیا تھا وہ ظاہر ہوتا ہے لہذا انباتات کا طلوع ہوتا ہے اور درختوں پر بہار آتی ہے اور وہ روشن ومنور ہو جاتے ہیں۔

اور سردی میں بدن کے فضول اجزاء تحلیل ہوتے ہیں زمین خشک ہو جاتی ہے اور تغیرات کا سلسلہ پھیلتا ہے اور موسمِ خریف میں خشکی اور ٹھنڈک دونوں منتقل ہوتی ہے بدنوں کے اندر آہستہ آہستہ اگر ایک ساتھ منتقل ہو جائے تو ابدان ہلاک وفاسد ہو جائیں (رازی/ص:۱۰۷/ج:۲)۔

چاند

چاند بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک عظیم الشان نشانی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

إن عـــائشة زوج	حضرت عائشہ زوجۂ نبی
النبی صلی الله علیه وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے
أخبرته أن رسول الله صلی	کہ رسول اللہ ﷺ نے جس دن
الله علیه وسلم صلی یوم	آفتاب کو گہن لگا نماز پڑھنے کیلئے
خسفت الشمس فقام فکبر	کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی ، پھر
فقرأ قراء ة طویلة ثم رکع	طویل قرات کی پھر طویل رکوع کیا
رکوعا طویلا ثم رفع رأسه	پھر اپنا سر اٹھایا اور سمع اللہ
فقال سمع الله لمن حمده	لمن حمدہ کہا اور کھڑے رہے
فقام کما هو ثم قرأ قراء ة	پھر طویل قرأت کی جو پہلی قرأت
طویلة وهی أدنیٰ من القرأة	سے کم تھی پھر طویل رکوع کیا جو
الأولیٰ ثم رکع رکوعا	پہلے رکوع سے کم تھا پھر طویل سجدہ
طویلا وهی أدنیٰ من الرکعة	کیا پھر دوسری رکعت میں اسی طرح
الأولیٰ ثم سجد سجودا	کیا جس طرح پہلی رکعت میں کیا تھا
طویلا ثم فعل فی الرکعة	پھر سلام پھیرا اور آفتاب روشن
الآخرة مثل ذلک ثم سلم	ہو چکا تھا، آپ ﷺ نے لوگوں کو

وقد تجلت الشمس فخطب الناس فقال: فی کسوف الشمس والقمر إنهما ایتان من ایات الله لایخسفان لموت أحد ولا لحیاته فاذا رأیتموها فافزعوا إلی الصلوٰة (بخاری شریف ص:۱۴۳ ج:۱)۔	خطبہ دیا فرمایا کہ کسوف شمس وقمر خدا کی دونشانیاں ہیں جو کسی کی موت وحیات کے باعث گہن میں نہیں آتے، جب تم یہ دیکھو تم نماز کیلئے دوڑو۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ چاند سے پھلوں کے اندر رنگ پیدا ہوتا ہے جبکہ سورج طباخ ہے تو چاند رنگریز ہے اور گٹھلیوں میں مغز اور گودا پیدا کرتا ہے اور اس میں جمال ومحبوبیت ہے جیسا کہ سورج میں جلال وہیبت کی شان ہے، نور دونوں میں ہے اگر روشنی میں سورج کا شاگرد ہے اور اس سے استفادہ کرتا ہے ایک دن کا بادشاہ ہے دوسرا رات کا بادشاہ ہے روشنی دیتا ہے مگر انسانوں کی راحت کا خیال بھی رکھتا ہے کیونکہ اس میں حسن وجمال اور محبوبیت کی شان ہے اسی لئے عام طور پر محبوبوں اور معشوقوں کی تشبیہ چاند سے دی جاتی ہے کس قدر لطف وکمال ہے، اللہ پاک نے شمس کو ضیاء اور قمر کو نور فرمایا ہے۔

جب لوگوں نے چاند کے سلسلہ میں معلوم کیا تو جواب میں فرمایا گیا ہے کہ اسی پر اوقات نماز، حج، صوم، کا مدار ہے ایسے دیگر احکام ومعاملات میں اس پر مدار ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (سورۂ بقرہ آیت:۱۸۹)۔	لوگ آپ سے چاندوں کے سلسلہ میں سوال کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ چاند انسانوں کیلئے اوقات معلوم کرنے اور حج کا وقت معلوم کرنے کا ذریعہ ہے۔

بیان القرآن میں حضرت اقدس تھانویؒ فرماتے ہیں قمری حساب سے اوقات کا انضباط اور انتظام سہل ہے بخلاف شمسی حساب کے لہذا شریعت نے بالاصالۃ قمری حساب پر احکام وعبادات رکھا ہے بلکہ بعض احکام میں وہ ہی حساب لازم واجب ہے جیسے حج، روزہ، رمضان، عیدین، زکوٰۃ، عدت، طلاق وغیرہ اور بعض احکام میں مستحب کا درجہ ہے اگر چہ دوسرے حساب سے بھی جائز ہے مگر اولی قمری حساب ہے۔

ستارے

اور آسمان میں بے شمار نجوم بنائے بلکہ آسمان کو نجوم سے مزین کر دیا چونکہ آسمان دنیا کی چھت ہے اور چھت روشن اور مزین ہے سبحان اللہ، علامہ حافظؒ نے کہا ہے کہ جب تو اس عالم میں غور کرے گا تو معلوم ہوگا کہ سارے عالم بمنزلہ ایک گھر ہے جس میں ضروریات زندگی کی تمام چیزیں رکھی گئی ہیں آسمان اس کی چھت بنایا گیا ہے زمین اس کا بستر وبچھونا ہے وہ پھیلایا گیا ہے اور ستارے اس کے چراغ ہیں اور انسان مالک گھر کی طرح ہے اس میں تصرف کرتا ہے اور نباتات وغیرہ ان کے منافع کیلئے ہیں اور حیوانات اس کے فوائد کیلئے بنائے گئے ہیں، یہ سب واضح دلیل ہے کہ اس عالم کا کوئی خالق ومالک ہے جس کی قدرت ہے کہ یہ سب چل رہا ہے اس کی حکمت بالغہ اس میں کارفرما ہے، نیز ستاروں سے اسفار میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ○ (سورۂ انعام آیت:۹۸)۔

اوروہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا کیا تا کہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں خشکی میں بھی اور دریا میں بھی رستہ معلوم کرسکو بیشک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کردئے ہیں۔

ستاروں کی اقسام

پھر ستارے تین قسم کے ہیں (۱) ہمیشہ غائب رہنے والے جو کبھی طلوع ہی نہیں ہوتے جیسے کواکب جنوبیہ، ہمیشہ طلوع رہنے والے جو کبھی غروب نہیں ہوتے جیسے کواکب شمالیہ، بعض وہ ہیں جو کبھی طلوع اور کبھی غروب ہوتے ہیں اور بعضے ایک جگہ رہتے ہیں وہ ثوابت ہیں اور بعض چلنے والے ہیں وہ سیارات ہیں، بعضے مشرقی جانب اور بعضے غربی جانب ہوتے ہیں (رازی رص:۱۰۹رج:۲)۔

عالم کا ایک طبقہ کواکب کی پرستش میں اس لئے لگ گیا کہ انہوں نے انہیں مدبرات عالم سعادت وشقاوت، راحت ومصیبت کا اصلی فاعل مان لیا چونکہ اور ستارے اکثر وبیشتر غائب رہتے ہیں تو ان کی جگہ بت بنالئے درحقیت یہ کواکب پرستی ہے حالانکہ یہ سب مخلوق خدا ہے نوکر کی طرح ہیں لائق عبادت خالق ومالک ہے نہ کہ نوکر وخادم، اور بعض جہال نے اپنے نیک لوگوں کی صورت پر بت تراش

لئے اور ان کو قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھ رہے ہیں یہ سب شرک ہے اور بعضے قبور اولیاء کو یہ بھی کھلا شرک ہے۔

پھلوں کو کھا کر عبادتِ الٰہی کرو

دلیل نمبر:۵) ایک دلیل یہاں یہ مذکور ہوئی ہے کہ اللہ پاک نے آسمان سے پانی نازل کیا اس سے پھل نکالے تا کہ تم کھاؤ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرو، امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی اشیاء کا تذکرہ فرمادیا تو اب یہ تذکرہ فرماتے ہیں کہ ہم نے زمین پر آسمان سے پانی برسایا تا کہ زمین کے پیٹ سے قسم قسم کے اثمار ونباتات وغیرہ تمہارے کھانے کیلئے پیدا فرمائیں اور تم کھاؤ اور غور کرو اور سمجھو کہ کون قادر مطلق ہے جو ہمیں یہ سب دیتا ہے اس کی عبادت میں مصروف ہو جاؤ یہ ایسا معاملہ ہے جیسا کہ مرد کا عورت سے نکاح ہوتا ہے اور اولاد ہوتی ہے اسی طرح آسمان کا گویا زمین سے نکاح فرمایا اور پانی اتارا اور اس کے پیٹ سے نسل انسانی کی طرح پھل وغیرہ پیدا فرمائے یہ اللہ پاک کی شان کا کمال ہے (رازی رص:۱۱۰رج:۲)۔

اللہ پاک نے یہ نظام کیوں بنادیا وہ تو اس کے بغیر بھی کھلا سکتے تھے؟۔

جواب: یہ سوال تو ہر جگہ ہوسکتا ہے صرف یہیں نہیں، بات یہ ہے کہ عادت اللہ یہی جاری ہے کہ نظام اسباب سے جوڑ دیا گیا ہے اور یہ سب بتدریج وترتیب ہے اس لئے تا کہ انسان کھیتی اور پھل وغیرہ تیار کرنے میں محنت سے کام لے محنت کا

عادی بنایا تاکہ اس کی سرکشی کم ہو اس کے باوجود اتنا سرکش ہے کہ دوسرے یہ جان لے کہ جب دنیا کے منافع عارضی بغیر محنت ومشقت کے حاصل نہیں ہوتے تو منافع اخرویہ جو اصل ہیں وہ کیسے بغیر محنت ومشقت کے حاصل ہوں گے۔

دوسرے یہ ہے کہ اگر بلا واسطہ عطا فرمادیتے تو قادر تعالیٰ کی طرف نسبت کا علم اس کو ظاہری طور پر ہوجاتا اور یہ تکلیف وابتلاء کے منافی ہے ثواب تو اس میں ہے کہ غور کرے اور قادر تعالیٰ کی معرفت تک پہنچے اپنے فکر کو کام میں لائے ،قوتِ خیالیہ صرف کرے اور مستحق عنایت بنے اسی لئے کہا گیا ہے کہ اگر اسباب کا سلسلہ نہ ہوتا تو کسی کو معرفت میں شک نہ ہوتا **لولاالاسباب لماارتاب مرتاب** (رازی رص:۱۱۱رج:۱)۔

شرک نہ کرو

اس سارے نظام تکوینی ،ارضی ،سماوی وغیرہ کو سمجھا کر باری تعالیٰ نے یہ سمجھایا کہ جب تم کو اور تمہارے بڑوں کو تخلیق کرنے والے، زمین کو پیدا فرمانے والے آسمان کو پیدا فرمانے والے، آسمان سے بارش نازل فرمانے والے، پھلوں کو پیدا کرنیوالے اللہ ہیں وہی تمہارے رب ہیں رب العالمین ہیں رب الارض والسموات ہیں تو پھر ان کی عبادت کرو کسی اور کو ان کی الوہیت میں اور ان کی عبادت میں شریک نہ کرو، نہ تو بے جان پتھروں کو اور نہ خود شمس ،قمر، نجوم کو ان کے فوائد کو دیکھ کر، فائدہ تو بارش سے بھی ہو رہا ہے تو کیا بارش کی عبادت کرو گے؟ یہ سب رازق وخالق نہیں اسباب ہیں، حالانکہ یہ سب مخلوق خدا ہیں اور خود محتاج ہیں اپنے وجود میں

اور نجات و بقاء میں اور خدا تعالیٰ کے حکم کے مامور ہیں بغیر امر الٰہی کے کوئی کچھ نہیں کرسکتا ہے، الغرض تخلیق بھی اللہ پاک ہی نے کیا سب کو اور سب پر ان کی حکومت چلتی ہے ان کا امر چلتا ہے:

اَلَا لَـہُ الْـخَلْقُ	یاد رکھو اللہ ہی کیلئے خاص ہے
وَالْاَمْـرُ تَبَـارَکَ اللّٰـہُ	خالق ہونا اور حاکم ہونا بڑی خوبیوں کے
رَبُّ الْـعٰـلَـمِیْنَ ○ (سورۃ اعراف آیت:۵۴)۔	بھرے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں۔

پھر دوسرا کیسے عبادت کے لائق ہوسکتا ہے؟ بلکہ آسمانوں اور زمینوں میں غور کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچو۔

آخری جمعہ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ
لاک ڈاؤن کی وجہ سے گھر میں رہے
افسوس صد افسوس اعمالِ بد کی سزا اللہ کی پناہ

آسمانوں اورزمینوں میں غور کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچو

قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ:

(۸)وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ o اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت:۱۶۴)۔	اللہ پاک کا ارشاد ہے: اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، وہ ہی رحمٰن اور رحیم ہے، بیشک آسمان وزمین کی تخلیق میں اور رات ودن کے آنے جانے میں اور ان کشتیوں میں جو دریا میں چلتی ہیں ایسی چیزوں کو لیکر جو لوگوں کو فائدہ دیتی ہیں اور اس میں جو کہ اللہ پاک نے پانی اتارا ہے آسمان سے پھر اس کے ذریعہ سے زندہ فرمادیا زمین کو اس کے بنجر ہونے کے بعد اور پھیلادئے ہر قسم کے جانور اور ہواؤں کے گھومنے میں اور ان بادلوں میں جن کو اللہ پاک نے آسمان اور زمین کے درمیان روک رکھا ہے عبرت کی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں۔

تشریح: ان مبارک آیات میں حق تعالیٰ جل شانہ نے تفصیل کے ساتھ اپنی قدرت کے دلائل کو واضح فرمایا ہے اور تمام انسانوں کو غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے۔

پہلی دلیل: آسمان کا نظام دیکھئے جو عقل کو حیرت میں ڈالنے والا ہے، کتنا لمبا چوڑا جبکہ آسمان اور درمیان میں کوئی ستون نہیں ہے، پھر ایک آسمان نہیں بلکہ اس طرح اوپر نیچے سات آسمان جن میں فرشتوں کے لئے راستے ہیں، جس کو دوسری جگہ سبع طرائق سے یاد فرمایا ہے، اے انسان! تو ہر وقت آسمان کو دیکھتا ہے پھر غور سے کام لیکر اللہ پاک کی قدرت وکمال تک نہیں پہنچتا ہے یہ کس قدر عجیب بات ہے جو ہر گز تیرے لائق نہیں ہے۔

دوسری دلیل: زمین کا وجود ہے، پانی پر پھیلی ہوئی یہ زمین کس قدر طویل وعریض ہے انسان کی ساری ضروریات اس میں موجود ہیں پھر یہ بھی ایک نہیں اوپر نیچے سات زمینیں اوران میں اللہ پاک کی بے شمار مخلوقات کا وجود کیا تیری آنکھوں کے لئے یہ عبرت اور بصیرت کا سامان نہیں ہے یہ کس قدر عجیب بات ہے۔

تیسری دلیل: رات ودن کا نظام دیکھو! کبھی رات آتی ہے کبھی دن آتا ہے، رات میں کتنے فائدے آرام وراحت کے اور دن میں کتنے فائدے اسبابِ معیشت حاصل کرنے کے ان سے تو فیضیاب ہو رہا ہے فائدہ اٹھا رہا ہے، پھر بھی ان کے خالق ومتصرف کو نہیں جانتا یہ کس قدر عجیب ہے۔

چوتھی دلیل: کشتیاں ہیں جو دریا میں پہاڑوں کی طرح چلتی ہیں بڑے بڑے اسٹیمر اور جہازوں کا سلسلہ جن سے ساری دنیا میں مال سپلائی ہوتا ہے پانی پر قائم ہے اور اس نظام سے عالم کے رہنے والوں کے لئے بے شمار فائدے وابستہ ہیں، اے انسان! تیرے لئے ان میں عبرت اور بصیرت کا سامان نہیں ہے کہ اللہ پاک کے دئے

ہوئے فائدے حاصل کرتا رہتا ہے پھر خود باری تعالیٰ کی معرفت اور عبادت سے محروم رہتا ہے یہ کس قدر عجیب ہے، غور وفکر سے کام لے اور اس خالق حقیقی کی اطاعت وعبادت میں اخلاص وتوحید کے ساتھ مشغول ہو جا تبھی کامیاب ہوسکتا ہے۔

پانچویں دلیل: بارش کا نظام ہے، بادلوں سے آسمانوں سے بارش کا اس طرح مسلسل اترنا اور زمین پر گر کر اس کو سرسبز وشاداب بنا دینا جس سے اس کی مردگی ختم ہوجائے گی اور پھل وپھول تمام غلہ جات، سبزیاں، ترکاریاں، ہری گھاس پیدا ہوجائیں جن سے انسان اور جانور کی زندگی چلتی ہے عجیب قدرتِ باری تعالیٰ کا مظاہرہ ہے، واہ رے انسان! اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو استعمال خوب کرتا ہے مگر پھر بھی ان کی قدرت پر ایمان نہیں لاتا اگر ایمان لاتا تو عبادت وتوحید کو اختیار کرتا جیسا کہ اس کے نیک مخلص بندے اختیار کرتے ہیں اور ہر وقت اپنے مولیٰ کی اطاعت میں مشغول ہوتے ہیں مگر تیرا اللہ پاک کی اطاعت وعبادت وتوحید سے اعراض کرنا کس قدر عجیب بات ہے۔

چھٹی دلیل: ہواؤں کا نظام: ہوا انسان کو نظر نہیں آتی انتہائی لطیف شئی ہے غایتِ لطافت سے نظروں سے اوجھل ہے مگر اس کا وجود محسوس ہوتا ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے، ہوا کبھی مغرب سے مشرق میں کبھی شمال سے جنوب میں کبھی اس کے برعکس چلتی ہے اور اس سے انسانوں، حیوانوں، درختوں اور جملہ نباتات کو غذا اور تقویت ملتی ہے، انسان کی زندگی میں ہوا اتنی ضروری ہے جس قدر پانی ضروری ہے، کیونکہ ہوا انسان کے اجزاءِ ترکیبیہ کا جزء ہے، انسان تو اللہ پاک کی اس نعمت سے کتنا فائدہ اٹھا رہا ہے پھر بھی اس کی اطاعت وبندگی اخلاص وتوحید کے ساتھ

کرنے میں کتنا وقت لگا تا ہے یہ سوچنے کا مقام ہے۔

ساتویں دلیل: بادل ہے جو زمین وآسمان کے درمیان مسخر ہے یعنی ٹھہرا ہوا ہے جو مختلف ٹکڑوں پر مشتمل ہوتا ہے اس کے مختلف ٹکڑے پہلے ایک دوسرے کے ساتھ جُڑتے ہیں پھر اوپر نیچے ہوکر وہ گھنا اور موٹا بن جاتا ہے پھر اللہ پاک کے حکم سے جہاں کا بھی حکم ہوتا ہے برستا ہے اس میں آگ بھی ہے اور پانی بھی ہے دونوں کا اجتماع عقل کو حیرت میں ڈالنے والا ہے۔

آٹھویں دلیل: اسی طرح زمین وآسمان میں جو اللہ پاک نے بے شمار جانور پھیلا دئے ہیں جن سے انسان قسم قسم کے فائدے اٹھاتا ہے بہت سے کھانے کے کام میں اور بہت سے سواری کے کام میں اور بہت سے دوسرے کاموں میں استعمال ہوتے ہیں، ان کا وجود بھی باری تعالیٰ کی کمالِ قدرت و وحدانیت کا بین ثبوت ہے، اے انسان! تو بھی عجیب ہے کہ ان سب سے فائدہ تو اٹھاتا ہے مگر خالق حقیقی کی معرفت وعبادت سے محروم ہے یہ کس قدر عجیب بات ہے۔

حضرت امام رازیؒ اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ میں بتلانا مقصود یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے وجود پر ان دلائل کے ساتھ استدلال کرنا چاہئے تاکہ ایمان محض تقلیدی نہ رہے بلکہ استدلالی اور حقیقی بن جائے۔

علامہ ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا سببِ نزول یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو آیت **اِلٰهکم الله واحد** کا نزول ہوا اس پر مکہ کے کفار نے کہا کہ تمام انسانوں کو ایک معبود کیسے کافی ہوسکتا ہے؟ اس پر یہ

آیت ان فی خلق السمٰوٰت والارض نازل ہوئی جس میں دلائل قدرت کا مکمل طور پرتذکرہ فرمایا گیا ہے (تفسیر فخرالدین رازیؒ ص۲۰۲ ج۲)۔

آیت بالا کے بعض فوائد

(۱) مذکورہ آیت کے ضمن میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہمارے لئے سب سے قریب چاند ہے پھر اس کے اوپر کرہ عطارد ہے پھر زہرہ پھر کرہ شمس ہے پھر مریخ ہے پھر مشتری ستارہ ہے پھر زحل ہے پھر ثوابت ہیں پھر فلک کرۂ اعظم ہے، اس کے بعد امام رازیؒ نے آسمانوں کی تحقیق میں اس مقام پر فلسفیانہ کلام فرمایا ہے جس کو اس موضوع سے دلچسپی ہو وہاں مطالعہ کرے۔

(۲) زمینوں کے احوال واختلاف اور احوال کے اسباب پر امام رازیؒ نے مستقل کلام کیا ہے اور بتایا ہے کہ زمین سے استدلال آسان ہے وجود صانع باری تعالیٰ پر۔

(۳) رات ودن کا اختلاف یعنی آنا جانا، یکے بعد دیگرے یا ان میں طول وقصر کے اعتبار سے یہ جو اختلاف پایا جاتا ہے یہ اماکنہ اور ازمنہ کے اختلاف کا نتیجہ ہے، کبھی دن بڑا اور رات چھوٹی اور کبھی اس کا برعکس، یہ عجیب معاملات غور وفکر کی چیزیں ہیں ان کے اسباب کی وضاحت امام رازیؒ نے فرمائی، لکھتے ہیں کہ رات اور دن کے احوال کا اختلاف شمس کی حرکات سے تعلق رکھتا ہے اور دنوں کا طویل ہونا کبھی راتوں کا طویل ہونا یہ موسموں کے ادل بدل ہونے کا نتیجہ وثمرہ ہے۔

پھر دن کا مصالحِ عباد کے حصول میں معاون ہونا بھی دلیل قدرتِ باری ہے، اسی طرح رات کے آغاز میں ساری مخلوق کا سونے پر متوجہ ومائل ہونا یہ ایسا ہے

جیسا کہ نفخۂ اولیٰ کے وقت مخلوق کا مرجانا اوران کا طلوع شمس کے اوقات میں یا طلوعِ فجر کے اوقات میں بےدار ہونا نفخۂ ثانیہ کے وقت اٹھ جانے کے مشابہ ہے۔

چھٹی دلیل: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہوا اور پانی اللہ پاک کے بڑے لشکروں میں سے ہیں اللہ پاک نے ان کے ذریعہ رحمتیں بھی بے شمار رکھی ہیں اور بڑے بڑے عذابات کا بھی یہی ذریعہ بنتے ہیں خدا کی پناہ، ابھی حال ہی میں بنگال میں رمضان میں طوفان آ گیا جس نے بڑی تباہی مچادی بڑا جانی و مالی نقصان کر دیا ایسے ہی سنامی طوفان نے بڑی بھاری تباہی مچائی تھی ایک بار اڑیسہ میں ایسا سیلاب آیا، سال گذشتہ بہار میں اس سے قبل آسام میں اور دیگر ممالک میں سیلابوں کی تباہ کن کاریاں اخبار میں بھری پڑی ہیں یہ سب عبرت کے واسطے ہے یہ سب طوفان نوح کے بچے ہیں، قوم ثمود پر ہواؤں کا عذاب کسقدر خطرناک آیا جس کو قرآن کریم نے دوسری جگہ بیان کیا ہے۔

مزید فوائد: اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اس کے سواء کوئی دوسرا معبود نہیں ہے وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، ساری کائنات کے انسانوں کو خطاب ہے یعنی مستحق عبادت بس وہی ہے اور کوئی دوسرا نہیں ہے وہ واحد ذات ہے ان کی ذات وصفات وکمالات وافعال میں کوئی شریک ومشیر نہیں ہے لا الٰـہ الا ھـو یہ وحدانیت کا اثبات ہے یعنی ان کے ساتھ اللہ ہونے میں کوئی شریک نہیں ہے، اور کوئی اس لائق نہیں ہے کہ اس کو خدا اور معبود کہا یا سمجھا جا سکے، بس وہی معبود ہے نہ کہ دوسرا اور کوئی، حقیقۃ وجود ان کا ہی ہے حی القیوم نے اپنے وجود اور حیات کے

سمندر کی چھینٹیں اس جہان پر برسائیں تو ان کو کچھ وجود وحیات حاصل ہو گیا مگر اصل حیات ووجود اسی کا ہے لہذا وہی **الحی القیوم** کہلانے کے لائق ہے اور بس، وہی رحمٰن ورحیم ہے تمام رحمتیں نعمتیں اسی کے پاس سے آتی ہیں پس گویا یہ ارشاد کہ وہی رحمٰن ورحیم ہے وحدانیت باری تعالیٰ کی ایک دلیل وحجت ہے۔

حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ اسم اعظم ان دونوں آیتوں میں ہے ایک تو یہ آیت دوسرے **اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم**۔

عالم آئینۂ جمالِ رب ہے

نیز یہ بھی فرمایا روح میں کہ **الھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو** یہ توحید باری کے سلسلہ میں نازل ہونے والی سب سے پہلی آیت ہے مرتبہ کے اعتبار سے یعنی باری تعالیٰ کی جانب سے سب سے اول مرتبہ اور قدیم درجہ توحید کا توحید ذاتی ہے اور ہماری طرف سے تو اول مرتبہ توحید کا توحید افعال ہے اور **الھکم الٰہ واحد** میں توحید ذاتی کا بیان ہے اور **الرحمن الرحیم** سے توحید صفاتی سمجھائی گئی ہے اور ان **فی خلق السموت** الخ سے توحید افعال کی تعلیم دی گئی ہے استدلالی طور پر، یعنی اس اشیاء کی تخلیق میں یہ حکمت بھی ہے کہ ہر چیز اللہ پاک کی آیات کی مظہر بن جائے جس میں غور وفکر کر کے انسان توحید باری اور معرفت الٰہی تک رسائی حاصل کر سکے کیونکہ یہ سارا عالم ایک آئینہ ہے جس میں حق تعالیٰ شانہ کا کمال وجمال جلال، نوال نظر آتا ہے اور انسان اس کا مشاہدہ کرتا ہے انسان کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں ہے جو اپنے

پروردگار کا جمال آئینہ عالم میں دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہواور انسان خود بھی ایک آئینہ ہے اپنے اندر بھی باری تعالیٰ کا جمال وجلال کا مشاہدہ کرسکتا ہے باری تعالیٰ شانہ نے اسی کوفرمایا **سنریھم آیتنافی الأفاق وفی انفسھم افلاتبصرون** o اورانسان معرفت حق کوظاہر کرنے والا ہے اسی لئے فرمایا **وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون ای یعرفون** ،لہذاانسان کی قدرومنزلت،معرفت باری شانہ پرموقوف ہے لہذا ایک ایمان والے بندہ پر لازم ہے کہ وہ ذکر حقیقی کو لازم پکڑے تاکہ مقصود اصلی تک رسائی حاصل کرسکے اور وہ توحید خالص ہے جس سے باطل کی ظلمت کا خاتمہ ہوتا ہے اور گردوغبار کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔

محبت الٰہی

اور یہ سب ایک مومن بندہ کو حاصل ہوگا محبت الٰہی کی بناپراور محبت الٰہی جب معتبر ہوگی جب اس میں شدت ہوگی اسی لئے فرمایا گیا ہے **والذین آمنوا اشد حبا للہ** کہ ایمان والوں کواللہ پاک سے بہت زیادہ محبت ہوتی ہے بخلاف کفار کے کہ ان کی محبت اپنے جعلی وفرضی بتوں کے ساتھ جن کو شیطان نے معبود بنایا ہوغرض ومطلب کی محبت ہوتی ہے جو مصیبت و پریشانی کے وقت ختم ہوجاتی ہے اور وہ ایک بت کو پھینک کر دوسرا تیسرا بنالیتے ہیں اور موقع پڑتا ہے تو اس کو بیچ کر اور اگر آٹے وغیرہ کا ہوتو ویسے بھی کھالیتے ہیں احمق لوگ ہیں لیکن ایمان والا اپنے رب حقیقی کے ساتھ والہانہ اور عاشقانہ محبت رکھتے ہیں،ایک عارفانہ شان رکھتے ہیں۔

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک قیامت کے دن حکم دیں گے کہ

جس نے اپنے آپ کو جلانے کیلئے تیار کیا تھا بتوں کو رب جان کر وہ بتوں کے ساتھ اپنے آپ کو جہنم میں گرادے اوران کے ساتھ رہے، یہ خطاب کفار کو ہوگا مگر وہ اس کے لئے تیار نہ ہوں گے کہ عذاب جہنم ہمیشہ کیلئے ہے پھر ایمان والوں کو مخاطب ہوکر فرمائیں گے انہیں کے سامنے اے ایمان والو اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تم جہنم میں داخل ہوجاؤ وہ یہ حکم پا کر تیار ہو جائیں گے، عرش کے نیچے سے ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا **والذین اٰمنوا اشد حباللہ** کہ واقعی ایمان والوں کو اپنے اللہ سے سب سے زیادہ محبت ہے بظاہر تو یہ ہے کہ ایمان والے اللہ سے محبت کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک اولا ان سے محبت کرتے ہیں پھر وہ محبت کرتے ہیں اور جس کی محبت کی گواہی خود باری تعالیٰ دیں اس کی محبت واقعی مکمل ہوتی ہے، ایک جگہ فرمایا رب تعالیٰ نے **ویحبھم ویحبونہ** کہ اللہ پاک ایمان والوں سے محبت فرماتے ہیں اور ایمان والے اللہ سے محبت کرتے ہیں اور جس میں محبت الٰہی کی استعداد وصلاحیت ازلی طور پر رکھی نہیں ہوتی اس کو بتوں اور شیطانوں کی محبت کی طرف پھر دیا جاتا ہے جبکہ کفار لات وعزیٰ اور دیگر بتوں کی محبت میں گرفتار ہیں اور جو اللہ پاک سے محبت کرتا ہے اللہ کے دشمنوں سے عداوت رکھتا ہے اور جو شخص ازلی طور پر اللہ پاک کی محبت کی استعداد رکھتا ہوگا عنایت الٰہی اس کو کھینچ لے گی اور اس پر حق تعالیٰ کی تجلی ہوگی، پھر یہ قلب پر محبت الٰہی کا انعکاس ڈالے گی اب وہ قلب دوسرے کے ساتھ وابستہ نہ ہوگا چونکہ اس میں شرکت حقیقیہ ناممکن ہے پس کفار اپنے معبودوں سے فانی نفساتی محبت کرتے ہیں اور ایمان والے اپنے رب سے حقیقی اور سچی اور دائمی ربانی محبت کرتے ہیں، اے اللہ آپ ہمیں محبت کی حقیقت اور یقین کی طاقت عطا فرما آمین۔

عارف باللہ مرشدی حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ فرماتے ہیں:

محبت ہی میں پنہاں دین و دنیا کی سعادت ہے

ترا آنا مرے احساس میں جانِ مسرت ہے
مگر جانا، ستم ہے، غم ہے، حسرت ہے، قیامت ہے
تری قربت میں پوشیدہ بہار کیفِ جنت ہے
تڑپنا ہجر میں تیرے محبت کی ضمانت ہے
محبت در حقیقت دوستو! فیضِ رسالت ہے
محبت ہی میں پنہاں دین و دنیا کی سعادت ہے
محبت جس کو حاصل، اس کو حاصل استقامت ہے
کوئی بھی حال ہو ہر حال ہی میں اس کو راحت ہے
کرم سے اپنے بخشی تو نے توفیقِ انابت ہے
یہ وہ دولت ہے، جو واللہ رشکِ صد کرامت ہے
مرا مقصود ان کی یاد ہے، ان کی اطاعت ہے
نہ بدنامی کا خطرہ اب نہ پروائے ملامت ہے
بہت ممکن ہے دریائے کرم اب جوش میں آئے
مری آنکھوں سے جاری ہر گھڑی اشکِ ندامت ہے
''شب تاریک بیم موج گردابے چنیں ہائل''
مبارک ہو اسے جو سالک راہ طریقت ہے

(عرفان محبت،ص:۱۲۴)

ایمان اورمحبتِ الٰہی

اللہ پاک کاارشاد ہے:

وَمِنَ النَّاسِ	اورلوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جواللہ
مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	کے علاوہ دوسروں کواپنا معبود بنا کر اللہ کے ساتھ
اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ	شریک ٹھہراتے ہیں اوران سے ایسی محبت کرتے
اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ	ہیں جیسی اللہ پاک سے ہونی چاہئے اور ایمان
حُبًّا لِّلّٰهِ (سورۂ بقرہ)۔	والے اللہ پاک سے بے حد محبت کرتے ہیں۔

تشریح: معلوم ہوا کہ ایمان کے ساتھ محبتِ خداوندی بہت ضروری ہے وہ بھی شدت والی محبت تب ایمان مکمل ہوگا، ایسی محبت ہونی چاہئے کہ اللہ کے راستہ میں جان، مال، عزت، وقت، اولاد سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جائیں، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس محبت کا نمونہ تھے۔

اسی طرح کا مضمون ایک اور جگہ ارشاد ہوا ہے:

اِنَّ فِىْ خَلْقِ	بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے
وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ	رات اور دن کے آنے جانے میں
لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ o	دلائل ہیں اہل عقل کیلئے جن کی حالت
الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا	یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے
وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ	ہیں کھڑے بھی، بیٹھے بھی، لیٹے بھی،

وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ o (سورۂ ال عمران آیت:۱۹۰)۔	اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا ہم آپ کو منزہ سمجھتے ہیں سو ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے۔

ایسے ہی ایک اور جگہ ارشاد باری ہے:

ذاکرین کی روحانی کیفیات

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ o اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ هَادٍo (سورۂ زمر آیت:۲۲تا۲۳)۔	سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام (کے قبول کرنے) کے لئے کھول دیا (یعنی اسلام کی حقیقت کا اس کو یقین آ گیا) اور وہ اپنے پروردگار کے (عطا کئے ہوئے) نور (یعنی ہدایت کے مقتضیٰ) پر (چل رہا) ہے (یعنی یقین لا کر اسی کے موافق عمل کرنے لگا) کیا وہ شخص اور اہل قساوت برابر ہیں (جن کا ذکر آگے آتا ہے) سو جن لوگوں کے

دل خدا کے ذکر سے (اس میں احکام و مواعید سب آ گئے) متاثر نہیں ہوتے (یعنی ایمان نہیں

لاتے) ان کے لئے (قیامت میں) بڑی خرابی ہے (اور دنیا میں) یہ لوگ کھلی گمراہی میں (گرفتار) ہیں (آگے اُس نور اور ذکر کا بیان ہے یعنی) اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام (یعنی قرآن) نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ (باعتبار اعجاز نظم وصحت معانی کے) باہم ملتی جلتی ہے (جو دلیل ہے معجز ہونے کی **اما بالنظم فظاهر واما بالمعنى فكما مر فى قوله تعالىٰ : وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافاً كَثِيْرًا** ۝ (سورۂ نساء آیت:۸۲)۔ اور جس میں سمجھانے کے لئے بعضی بعضی بہت ضروری بات) بار بار دہرائی گئی ہے۔ (**وهذا كقوله تعالىٰ :وَلَقَدْ صَرَّفْنَا الخ** جس میں باوجود فائدۂ تاکید ورسوخ مدعا کے قلب مخاطب میں ہر جگہ خالص خالص لطائف بھی مرعی ہوتے ہیں، جس سے تکرار محض نہیں رہتا اور مثانی ہونا دلیل ہے **كما قال** ہدایت پر مشتمل ہونے کی) جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں (یہ کنایہ ہے خوف سے گو قلب ہی میں رہے، بدن پر اثر نہ آوے اور گو وہ خوف عقلی وایمانی ہو طبعی وحالی نہ ہو) پھر ان کے بدن اور دل نرم (اور منقاد) ہو کر اللہ کے ذکر (یعنی کتاب اللہ پر عمل کرنے) کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں (یعنی ڈر کر اعمالِ جوارح واعمالِ قلب کو انقیاد وتوجہ سے بجالاتے ہیں اور) یہ (قرآن) اللہ کی ہدایت ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس کے ذریعہ سے ہدایت کرتا ہے (جیسا کہ خائفین کا حال ابھی سنا گیا) اور خدا جس کو گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں (جیسا کہ قاسین کا حال ابھی سنا گیا) (بیان القرآن سورہ زمر ص۲۱)۔

یہاں مزید چندفوائد ہیں۔

رحمت عالم کی عبادت کی ایک جھلک

فائدہ نمبر:۱) عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر اورعبیداللہ بن عمرؓ کے ساتھ حضرت صدیقہ عائشہؓ کی خدمت میں گیا میں نے سلام کیا حضرت صدیقہؓ نے پوچھا کہ یہ ساتھ میں کون ہیں میں نے بتایا فرمایا مرحبا پھر فرمایا بہت کم آتے ہیں یہ حضرات، ان حضرات نے فرمایا اس وجہ سے حکم یہی ہے: **زرغبا تزدد حبا** حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا چھوڑواس کو آپؓ ہمیں وہ بات بتائیے جو سب سے زیادہ عجیب ہو آپ کی نظر میں رسول اللہ ﷺ کی باتوں سے یہ سن کر رونے لگیں اور بہت زیادہ روئیں (یہ غالباً رحمت عالم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد) کا قصہ ہے پھر حضرت صدیقہؓ نے فرمایا کہ ان کے تو تمام معاملات ہی عجیب وغریب تھے، ایک رات کی بات ہے کہ وہ (رسول اللہ ﷺ) میرے پاس تشریف لائے اور میرے قریب آرام فرما ہوئے انتہائی محبت کے ساتھ (جو میرے ساتھ تھی) پھر فرمایا کہ عائشہ اگر تیری اجازت ہو تو میں رب کی کچھ عبادت کرلوں میں نے کہا اللہ کی قسم میں بھی آپ کے قرب ووصال کو بہت زیادہ چاہتی ہوں مگر میں آپ کو اس سے منع بھی نہیں کرسکتی ہوں، رسول اللہ ﷺ یہ سن کر گھر میں لٹکے ہوئے ایک پانی کے مشکیزے کی طرف اٹھ کر تشریف لے گئے اور وضوفرمایا پھر کچھ نمازیں پڑھیں اور زاروقطار رونے لگے اپنے رب کے حضور اتنا روئے کہ سارا بدن آنسوں سے تر ہو گیا یہاں تک کہ کچھ دیر آرام کرنے کیلئے داہنے ہاتھ کو رخسار کے نیچے رکھ کر لیٹ گئے مگر

روتے رہے یہاں تک کہ زمین بھی تر ہوگئی اتنے میں نماز فجر کیلئے بلال اطلاع کرنے آگئے انہوں نے دیکھا کہ رو رہے ہیں عرض کیا یا رسول اللہ کیوں روتے ہیں حالانکہ اللہ پاک نے آپ کا سب کچھ معاف کر رکھا ہے، فرمایا اے بلال تو کیا میں اپنے رب کا شکرگذار بندہ نہ بنوں، اور کیوں نہ روؤں کہ آج کی رات یہ آیت نازل ہوئی ہے:

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (روح البیان رص:۱۴۵رج:۲)۔

اسی طرح کا مضمون حضرت ابن عباس ؓ نے روایت کیا ہے (بخاری شریف)۔

تفکر عبادت سے افضل کیوں ہے؟

فائدہ نمبر:۲) بعض احادیث شریفہ میں فکر کو عبادت سے افضل فرمایا گیا ہے بلکہ یہاں تک کہ فرمایا گیا کہ ایک منٹ کا یہ تفکر فی خلق اللہ غور واعتبار برائے معرفت رب ۶۰ رسال کی عبادت سے بہتر ہے کیونکہ تفکر سے اللہ پاک تک رسائی ہوتی ہے اور عبادت سے ثواب تک اور جو براہ راست اللہ تک پہنچائے وہ افضل ہے۔

فائدہ نمبر:۳) تفکر عمل قلب ہے اور عبادت وطاعت عمل جوارح ہے اور قلب اشرف ہے جوارح سے لہذا اس کا عمل بھی اشرف ہوا عمل جوارح سے۔

عظمت ذکر وانواعِ ذکر

فائدہ نمبر:۴) پھر اس آیت میں ذکر اللہ کی عظمت بیان کی گئی ہے اور ذکر اللہ کے تین مراتب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے (۱) ذکر باللسان (۲) دوسرے تفکر بالقلب (۳) معرفت بالروح۔

ذکر لسانی کرتے کرتے انسان ذکر قلب تک پہنچتا ہے اور تفکر کی دولت حاصل

ہوتی ہے اور ذکر قلبی سے انسان ذکر روحی تک پہنچتا ہے اور مشاہدہ کے بعد کہتا ہے **رَبَّـنَـا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا**۔ ترجمہ: اے ہمارے رب آپ نے اس کو بیکار پیدا نہیں کیا۔

لہذا مومن پر لازم ہے کہ ذکرِ لسانی کو ہر حال میں لازم پکڑے تمام احوال میں ذکر کرتے ہوئے قلب ذاکر بن جائے پھر روح پھر اس کو یقین ومعرفت حاصل ہوجائے اور جہالت کی ظلمت سے نجات پاجائے اور نور معرفت سے منور ہوجائے، بعض علماء نے فرمایا **لا الــٰـه الا الـلـه** کے معنیٰ عوام کے اذہان میں یہ ہیں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور خواص کے یہاں یہ ہیں کہ کوئی محبوب نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اور اخص الخواص کے نزدیک یہ ہیں کہ یہ کوئی موجود نہیں سوائے اللہ پاک کے جو ہیں وہ سب بحر وجود باری کے بلبلے ہیں جو سمندر میں اٹھتے ہیں اور پھر سمندر میں شامل ہوجاتے ہیں، جب کوئی بندہ اس مقام تک پہنچ جاتا ہے تو وہ بحرشہود باری میں غرق ہوجاتا ہے اور کسی کو کچھ نہیں سمجھتا اور نہ اس کو کسی اور کا احساس باقی رہتا ہے یہ توحید کا اعلیٰ مقام ہے۔

توحید کے مراتب اربعہ

بعض علماء نے فرمایا کہ توحید باری تعالیٰ کے چار مراتب اور درجات ہیں:

(۱) صرف زبان سے کلمہ توحید کا اقرار کرے اور دل اس سے غافل ہو یا منکر ہو یہ منافق کی توحید ہے۔

(۲) دل سے بھی تصدیق کرتا ہو عقیدہ رکھتا ہو توحید کا اور زبان سے بھی اس کا اقرار واعتراف کرتا ہو یہ دوسرا مرتبہ ہے یہ عام مؤمنین کا مقام ہے۔

(۳) اس کا مشاہدہ بھی کرتا ہو نورِ الٰہی کے واسطہ سے کہ تمام اشیاء اس ایک واحد منتہا سے صادر ہوتی ہیں۔

(۴) سوائے ذات باری کے اور کسی کو حقیقی طور پر موجود نہ پاتا اور سمجھتا ہو حتی کہ اپنی ذات کو بھی، یہ صدیقین کا حال ہے اور یہ مقام توحید میں فنائیت کا مقام ومرتبہ ہے اول شخص موحد باللسان ہے یعنی صرف زبان سے، دوسرا شخص قلب سے بھی موحد ہے، تیسرا اس معنیٰ کر موحد ہے کہ ایک ہی ذات کو فاعل حقیقی اور متصرف اصلی سمجھتا ہے، اور چوتھا موحد ہے اس معنیٰ کر کہ اس کے علاوہ کو نہیں دیکھتا سمجھتا ہے، یہ انتہائی اونچے درجے پر ہے، اول دنیا کے ظاہری عذاب قتل وغیرہ سے بچتا ہے اسلامی حکومت میں کلمہ کی برکت سے، دوم آخرت کے عذاب سے بھی بچے گا، سوم وچہارم بلند ترین درجات بھی پائیں گے نجات کے ساتھ ساتھ، اول کی مثال اخروٹ کے اوپر چھلکے جیسی ہے، دوسرے کی نیچے کے چھلکے جیسی ہے اور تیسرے کی مغز جیسی اور چوتھے کی اس میں سے نکلنے والے تیل جیسی (روح البیان رص:۱۴۶رج:۲)۔

ایک بہترین عارفانہ دعا

آیت کے اخیر میں یہ بتایا گیا کہ وہ حضرات عارفین ذاکرین کاملین کس طرح دعا فرماتے ہیں:

رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ — اے ہمارے رب آپ نے اس کو

هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ — لایعنی پیدا نہیں کیا ہم آپ کو منزہ سمجھتے ہیں

فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ o
رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلَ
النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ وَمَا
لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ o
رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا
مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ
اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا
رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا
وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا
وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ o
رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَاوَعَدْتَّنَا
عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا
تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ
اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ
الْمِیْعَادِ o (سورۂ اٰل عمران
آیت:۱۹۱تا۱۹۴)۔

سو ہم کو عذاب دوزخ سے بچا دیجئے، اے ہمارے پروردگار بلا شبہ آپ جس کو دوزخ میں داخل کریں اس کو واقعی رسوا ہی کر دیا اور ایسے بے انصافوں کا کوئی بھی ساتھ دینے والا نہیں، اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہا ہے کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے پروردگار پھر ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے اور ہماری بدیوں کو بھی ہم سے زائل کر دیجئے اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دیجئے، اے ہمارے پروردگار اور ہم کو وہ چیز بھی دیجئے جس کا ہم سے اپنے پیغمبروں کی معرفت وعدہ فرمایا ہے اور ہم کو قیامت کے روز رسوا نہ کیجئے یقیناً آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

پھر ان کی قبولیت کا اعلان یہ کہہ کر فرمایا گیا ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ	سومنظور کیا ان کی درخواست کو
رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ	ان کے رب نے اس وجہ سے کہ میں کسی
عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ	شخص کے کام کو جو کہ تم میں سے کام
اُنْثٰی بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ	کرنے والا ہوا کارت نہیں کرتا خواہ وہ
فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا	مرد ہو یا عورت ہو تم آپس میں ایک
وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ	دوسرے کے جزو ہو، سو جن لوگوں نے
وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ	ترک وطن کیا اور اپنے گھروں سے
وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ	نکالے گئے اور تکلیفیں دئے گئے میری
عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ	راہ میں اور جہاد کیا اور شہید ہوگئے ضرور
وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ	ان لوگوں کی تمام خطائیں معاف کردوں
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ	گا اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل
ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ وَاللّٰهُ	کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری
عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝	ہوں گی، یہ عوض ملے گا اللہ کے پاس سے
(سورۂ آل عمران آیت: ۱۹۵)۔	اور اللہ ہی کے پاس اچھا عوض ہے۔

جنت کے بالاخانے کس کیلئے ہیں

لہٰذا مومن بندہ پر لازم ہے کہ ان بشارتوں کے حصول کیلئے دوڑے تا کہ ان لوگوں کے زمرے میں داخل ہوجائے جن کیلئے یہ وعدے فرمائے گئے ہیں۔

حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ ایک بار ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے ارشادفرمایا کہ کیا میں تم کو جنت کے بالا خانوں کے بارے میں نہ بتاؤں ہم نے عرض کیا ضرور فرمائیے، ارشادفرمایا کہ جنت میں ایسے بالا خانے ہوں گے جن کا ظاہر اندر سے اور اندر کا حصہ ظاہر سے نظر آئے گا اور اس میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور کان نے نہیں سنا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ بالا خانے کس کیلئے ہیں فرمایا جو سلام کو عام کرے اور کھانا کھلائے اور مسلسل روزہ رکھے اور راتوں کو نماز پڑھے جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔

عن علیؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن في الجنة لغرفا يرٰى ظهورها من بطونها وبطونها من ظهورها فقام إليه أعرابي فقال لمن هي يانبي الله قال هي لمن أطاب الكلام وأطعم الطعام وأدام الصيام وصلى لله باليل والناس نيام (ترمذی شریف رص:۹۷رج:۲)۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جنت میں ایسے کمرے ہوں گے جن کا اندرونی منظر باہر سے اور بیرونی منظر اندر سے نظر آئے گا، ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور عرض کیا وہ کس کیلئے ہوں گے یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے فرمایا جو اچھی باتیں کریں گے لوگوں کو کھانا کھلائیں گے، ہمیشہ روزے رکھیں گے اور رات کو جب لوگ سو جاتے ہیں تو اللہ کیلئے نمازیں پڑھیں گے۔

حضرت ابوبکر وراقؒ نے فرمایا کہ ہم نے چار چیزوں کو چار چیزوں میں پایا اللہ کی رضامندی کو اس کی اطاعت وفرمانبرداری کے اندر، رزق کی وسعت کو چاشت کی نماز کے اندر، دین کی سلامتی کو زبان کی حفاظت کے اندر، قبر کے نور کو رات کی نماز کے اندر پایا، اللہ پاک ہم سب کو ان باتوں پر عمل کی توفیق بخشے آمین یارب العالمین۔

۳۰؍رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ

(۹) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ	اے ایمان والو تم رکوع کیا
اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا	کرو اور سجدہ کیا کرو اور اپنے رب کی
وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا	عبادت کیا کرو اور نیک کام کیا کرو امید
الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ o	ہے کہ تم فلاح پاؤ گے اور اللہ کے کام
وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ	میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کوشش
جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰکُمْ وَمَا	کرنے کا حق ہے، اس نے تم کو ممتاز
جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ	فرمایا اور تم پر دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں
حَرَجٍ مِّلَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰهِیْمَ هُوَ	لی، تم اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر قائم
سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ	رہو اس نے تمہارا لقب مسلمان رکھا
وَفِی هٰذَا لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ	پہلے بھی اور اس میں بھی تاکہ تمہارے
شَهِیْدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا	لئے رسول گواہ ہوں اور تم لوگوں کے
شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ فَاَقِیْمُوا	مقابلہ میں گواہ ہوں سو تم لوگ نماز کی
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ	پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ
وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰکُمْ	ہی کو مضبوط پکڑے رہو وہ تمہارا کارساز
فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ	ہے سو کیسا اچھا کارساز ہے اور کیسا اچھا
النَّصِیْرُ (سورۂ حج آیت: ۷۷، ۷۸)۔	مددگار ہے۔

فائدہ: یہاں نماز کا حکم فرمایا گیا ہے بعض مفسرین نے فرمایا جیسے فقیہ

ابواللیث ہیں کہ پہلے صرف سجدہ ہوتا تھا بغیر رکوع کے اور بعض نے کہا کہ صرف رکوع ہوتا تھا بغیر سجدہ کے اس وجہ سے دونوں کا تذکرہ فرمایا گیا ہے مراد مکمل نماز ہی ہے، نماز اہم العبادات کے بعد واعبدوا ربکم میں تمام عبادات کا حکم دیا گیا ہے وہ عبادت مالی ہو یا بدنی یا دونوں سے مرکب ہو جیسے حج ہے کہ اس میں بدن اور مال دونوں کا استعمال ہے، پھر وَافْعَلُوا الْخَيْرَ میں اور بھی تعمیم کے ساتھ جملہ خیر وبھلائی کے کاموں کی ہدایت وتاکید فرمائی گئی ہے اس میں ہر قسم کی بھلائی اور خیر، نفلی عبادات صلہ رحمی، مکارم اخلاق سے تعلق رکھنے والی جملہ باتیں شامل ہیں، نوافل کے ذریعہ فرائض کی تکمیل ہے اور نوافل رب تعالیٰ کے دربار میں بندہ کا ایک ہدیہ ہے لہذا بندہ سے عمدہ ہدیہ اپنے رب کے دربار میں پیش کرنا چاہئے تاکہ کامیابی حاصل ہو اور کامیابی دوطرح کی ہے، دنیوی اور اخروی۔ دنیوی کامیابی وہ ہے جس سے انسان کی دنیا کا نظام عمدہ ہوتا ہے، مالداری، عزت، علم، اور اخروی کامیابی چار چیزیں ہیں (۱) بقاء بلا فنا، یعنی بقا ہی بقا ہو اس کے بعد زوال نہ ہو اور غنا ہی غنا ہو فقر وفاقہ نہ ہو اور ایسی عزت ہو کہ ذلت نہ ہو اور سب سے بڑی عزت باری تعالیٰ کی رضامندی کا حصول ہے جس کے بعد ناراضگی نہ ہو اور فوز عظیم جنت کا دخول ہے جس کو خود باری تعالیٰ شانہ نے متعدد جگہ قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔

مجاہدہ اور اعتصام باللہ کیا ہے

اس کے بعد آیت کریمہ میں جہاد اور اعتصام باللہ کا حکم فرمایا ہے یعنی مجاہدہ ظاہری دشمن سے ہو یا پوشیدہ دشمن شیطان سے ہو یا نفس سے ہو یہ تینوں اس آیت

میں داخل ہیں بلکہ نفس سے سب سے زیادہ سخت جہاد ہے، نفس کے ساتھ جہاد ومجاہدہ اس کے تزکیہ کی محنت ہے ادائیگی حقوق کے ساتھ اور حظوظ نفسانیہ کے ترک کے ساتھ اور قلب کا مجاہدہ غیر ضروری تعلقات کا ختم کرنا ہے اور مراقبات ہیں اور روح کا مجاہدہ اس کا باری تعالیٰ کی محبت میں فنا ہونا ہے تا کہ اس کے وجود کے ساتھ اس بندہ کا وجود بھی باقی رہنے والا بن جائے **وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ** کا یہی مطلب ہے، بعض اسلاف نے فرمایا ہے کہ اجتبائیت یعنی اللہ پاک نے تم کو منتخب فرمایا اپنے دین کیلئے اس کی نصرت کی خاطر نہ کسی اور کو، اور اجتبائیت سے مجاہدہ کی توفیق ہوتی ہے نہ مجاہدہ سے اجتبائیت آیت ہے، اور فرمایا کہ دین میں حرج نہیں رکھا، تنگی نہیں رکھی رخصتیں رکھی ہیں، قصر صلاۃ، تیمّم، افطار در مرض وسفر وغیرہ، بعض بزرگوں نے فرمایا کہ سیر الی اللہ میں اور وصول الی اللہ میں دشواری نہیں ہے، کیونکہ خود نہیں چل رہے بلکہ اللہ پاک کے چلانے سے چل رہے ہو وہی پہنچانے والے ہیں اپنے قرب تک ان کے قریب کرنے سے تم ان کے قریب ہوئے ہو ان کا تقرب سابق ہے تمہارے تقرب پر (روح البیان ص:۶۵/ج)۔

اور حدیث قدسی **وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیّ شِبْراً تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعاً** (اور جو میری طرف ایک بالشت آتا ہے میں اس کی طرف ایک ذراع کے بقدر بڑھتا ہوں) میں بھی یہی بیان ہوا کہ ان کا قرب بڑھا ہوا ہے یعنی بندہ کی ایک شبر پر (بالشت) وہ ایک ذراع یعنی ہاتھ کے بقدر آتے ہیں۔

اور اعتصام باللہ کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ پاک سے ہی اعانت و

نصرت طلب کرو نہ اور کسی سے اپنے معاملات میں اور جملہ کاموں میں یا مطلب یہ ہے کہ کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامو یہ درحقیقت اعتصام باللہ ہے جیسا کہ فرمایا:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعاً وَّلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا وَّكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ٥ (سورۃ ال عمران آیت:۱۰۳)۔	اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور باہم نا اتفاقی مت کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کو یاد کرو جبکہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈالدی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم لوگ دوزخ کے گڈھے کے کنارے پر تھے سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچادی، اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے احکام بیان کرکے بتلاتے رہتے ہیں تا کہ تم لوگ راہ پر رہو۔

کہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ و اور فرقوں کے اندر مت بٹو، وہ حبل اللہ کتاب وسنت ہے، ترمذی کی ایک روایت میں کتاب اللہ کو حبل اللہ المتین سے تعبیر کیا گیا ہے، بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اعتصام بحبل اللہ عوام کیلئے ہے اعتصام باللہ خواص کیلئے اور اعتصام بحبل اللہ اوامر کو مضبوطی سے پکڑنا ہے اور ممنوع وحرام کاموں سے اجتناب ہے اور اعتصام باللہ کا تعلق دل سے ہے کہ دل ماسوی اللہ سے خالی ہو جائے صرف وہی باقی ہو، اللہ پاک بہترین مولی ہیں اور بہترین مددگار ہیں۔

اپنے کام کیسے شروع کریں

بعض حضرات علمانے فرمایا کہ جب تم کوئی کام شروع کروتو پہلے اپنے رب سے اس عمل کی کامیابی کیلئے تضرع وابتہال سے دعا کرو۔

ایک شخص نے اپنے بھائی سے اپنی ضرورت وتنگی کی شکایت کی بھائی نے اس پر کہا کہ اے میرے بھائی اپنے رب کی تدبیر کے علاوہ کاارادہ مت کرولوگوں سے سوال نہ کرواپنی ضروریات کا بلکہ اس سے سوال کروجس کیلئے پیدا کئے گئے ہویعنی اللہ پاک سے، ایک بار سلمان بن عبدالملک بادشاہ بیت اللہ آیا وہاں اس کی ملاقات حضرت سالم بن عبداللہ سے ہوئی کہنے لگا کہ اپنی ضروریات بتاؤ ہم کچھ مدد کریں، فرمایا اللہ کے گھر میں کھڑے ہوکر غیر اللہ سے سوال کروں اس سے زیادہ گھٹیا بات کیا ہوگی، لہذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے جملہ کاموں میں اللہ پر بھروسہ کریں اوراس کی رضامندی کے حصول کیلئے محنت کریں ظاہرا بھی باطناً بھی اور یہ نہ کہیں کہ یہ معاملہ مشکل ہے کیونکہ اللہ پاک پرکوئی عمل مشکل نہیں ہے وہ مولیٰ ہیں اور بہترین مولیٰ ہیں اور بہترین مددگار ہیں (کذاروح البیان ص:٦٦/ج:٦)۔

ملة ابراہیم کیا ہے

حضرت ابن عطاءؒ نے فرمایا سخاوت، بذل اموال، حسن اخلاق، نفس سے خروج، اہل واولاد کا اللہ کی محبت وعشق میں ترک کرنا، ہجرت اس پر ذہاب الی اللہ تعالیٰ راہ خدامیں تکالیف شاقہ برداشت کرنا صبر وتحمل کرنا، دین کی اشاعت کرنا یہ سب دین ابراہیمی ہے جس کا یہاں بیان ہے، اللہ پاک ہمیں ان کونمونہ بنانے کی توفیق عطافرمائے آمین یارب العالمین۔

اوپر چونکہ کامیابی کے چند طریقے بیان ہوئے ہیں مزید تفصیل جاننے کیلئے سنئے !۔

(۱۰) اللہ پاک کا ارشاد عالی ہے: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ o الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ o وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ o وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ o وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ o اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ o فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ o وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ o وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ o اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ o الَّذِیْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ o (سورۂ مومن آیت:۱تا۱۱)۔

بالتحقیق ان مسلمانوں نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور جولغو باتوں سے برکنار رہنے والے ہیں اور جو اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں لیکن اپنی بیویوں سے یا اپنی لونڈیوں سے کیونکہ ان پرکوئی الزام نہیں ، ہاں جو اس کے علاوہ طلب گار ہوا یسے لوگ حد سے نکلنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

مذکورہ دس آیات کی فضیلت

فائدہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو سنا فرماتے تھے کہ جب نبی پاک ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو ہم لوگ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز سنتے تھے، اسی طرح ایک بار ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے وحی کا سلسلہ شروع ہوا جب وہ سلسلہ ختم ہوگیا ہم کچھ ٹھہرے رہے رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ فرمایا اور ہاتھ اٹھائے اور اس طرح دعا فرمائی: **اللھم زدنا ولا تنقصنا واکرمنا واثرنا ولا توثر علینا وارض عنا** پھر فرمایا آج مجھ پر دس ایسی آیات نازل ہوئی ہیں جو ان کے مطابق عمل کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا، پھر یہ آیات تلاوت فرمائی: **قد افلح المؤمنون الخ** (بغوی رص:۳۱ رج:۳)۔

کامیاب لوگ

قد افلح المؤمنون یعنی ایمان لانے والے تصدیق کرنے والے کامیاب وسعادت مند ہوگئے ہیں اور انہوں نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جنت میں جگہ پالی ہے، اس پر دلیل یہ ہے کہ جب اللہ پاک نے جنت عدن کو بنایا تو اس سے فرمایا بول وہ بولی **قد افلح المؤمنون الخ** اللہ پاک نے فرمایا مبارک ہو تو جنت کے بادشاہوں کی جگہ ہے یعنی فقرا، صابرین کی سبحان اللہ العظیم، دین دار نیک غریب لوگ، فقراء سے مراد مانگنے والے بد دین لوگ نہیں ہیں کہ وہ دین کو ضائع کرنے والے فاسق وفاجر جوا، سٹا، اسمیک، چرس، بھنگ جیسی نشیلی چیزوں کے عادی، نماز،

روزہ سے دور، جیسے ہمارے اس دور کے غریبوں کا حال ہے بلکہ فقراء مہاجرین، انصار اور خانقاہی صفت متقی سوال سے پرہیز کرنے والے روزہ، نماز، تہجد، ذکر وفکر، تلاوت، عبادت کرنے والے حضرات ہیں، **اللھم اجعلنا معھم**، اسے کہتے ہیں فقر صوفیا کی اصطلاح میں، یہ ہیں ایمان والے، متقی، نمازی حضرات جو انتہائی خشوع سے نمازیں پڑھتے ہیں جی لگا کر جم کر یاد خدا میں مصروف ہوتے ہیں ان پر خوف وخشیت کی کیفیت طاری ہوتی ہے دربار خداوندی کی حاضری کے موقع پر۔

خشوع وخضوع کیا ہے

امام بغویؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ خشوع کے معنیٰ میں اختلاف ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اخبات کرنے والے اللہ کے سامنے خود کو ذلیل کرنے والے، حضرت حسن وقتادہؒ نے فرمایا خدا تعالیٰ سے خائف رہنے والے (خائفون)۔

حضرت مقاتلؒ نے فرمایا متواضعون، تواضع وعاجزی، مسکین طبیعت لوگ امام مجاہدؒ نے فرمایا نگاہ پست رکھنے والے آواز آہستہ رکھنے والے اور خشوع کے مفہوم میں خضوع سے بہت قریب ہے مگر یہ خضوع کا تعلق بدن سے ہے اور خشوع کا تعلق قلوب وبصر کے ساتھ ہے آواز کے ساتھ ہے، باری تعالیٰ شانہ نے ایک جگہ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ، آوازیں رب کے سامنے پست ہوگئی، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ خشوع یہ ہے کہ دائیں بائیں متوجہ نہ ہو اور اپنی توجہ صرف اللہ کی طرف رکھے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ خشوع یہ ہے کہ نہ جانے کون داہنی جانب ہے اور کون بائیں جانب ہے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ

سے معلوم کیا نماز میں استقامت کے متعلق فرمایا کہ شیطانی عمل ہے جس کے ذریعہ شیطان کی روح اچک لیتا ہے، حضرت ابوذرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ فرمایا اللہ پاک بندہ پر متوجہ رہتے ہیں جب تک کہ بندہ نماز میں اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے پھر جب وہ ادھر اُدھر توجہ کر لیتا ہے تو اللہ پاک کی توجہ اس کی جانب سے ہٹ جاتی ہے، واقعی اللہ پاک کی ذات سے بہتر توجہ کے لائق کسی اور کی ذات ہو بھی نہیں سکتی ہے جس کی طرف توجہ کی جائے وہی سب سے اعلیٰ وافضل ذات ہے، لہذا بندہ کو ان کے ساتھ دل وجان سے مشغول ہونا چاہئے، نہ کسی اور کی طرف۔

حضرت عمرو بن دینارؒ نے فرمایا سکون واطمینان اور ایمان کی عمدہ ادائیگی کا نام خشوع ہے، علامہ ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ خشوع یہ ہے کہ تم اپنی نظر اس کی جگہ سے نہ ہٹاؤ، نماز میں جہاں نظر رکھنے کا حکم ہے وہیں رکھو، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ نماز میں آسمان کی جانب اپنی نظر اٹھاتے تھے یہ آیت نازل ہوئی اور ان کو سجدوں کی جگہ نظر رکھنے کا حکم فرمایا گیا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس عمل سے سختی سے منع فرمایا کہ کیا حال ہے ان لوگوں کا جو اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ نظر اچک لی جائے اگر باز نہ آئے، ہاں غیر نماز میں مکروہ نہیں ہے کیونکہ وہ دعاء کا قبلہ ہے اور نزول برکات کا عمل ہے (روح البیان ص:۶۷ ج:۶)۔

حضرت عطا فرماتے ہیں کہ خشوع یہ ہے کہ تم اپنے بدن سے نماز میں نہ کھیلو جیسے بعض داڑھی وغیرہ سے کھیلتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اپنی داڑھی سے کھیلتے دیکھا تو فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع (سکون واطمینان) ہوتا تو

اعضاءبھی پُرسکون ہوتے۔

حضرت ابوذر نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہوتو کنکریوں وغیرہ کوٹھیک ٹھاک نہ کرے کیونکہ اللہ کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے، اور کہا گیا ہے کہ خشوع ہمت وتوجہ کوغیر اللہ سے ہٹانے کا نام ہے۔

بیان القرآن میں حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں خشوع کی حقیقت سکون یعنی قلب کا بھی خیالات غیر کوقلب میں بالقصد حاضر نہ کرے اور جوارح کا بھی عبث حرکتیں نہ کرے اور اس کی فرضیت میں کلام ہے، صحت صلاۃ تو خشوع پر موقوف نہیں ہاں البتہ قبول صلاۃ اس پر موقوف ہے اور اس مرتبہ میں فرض ہے، اور جو اذکار، اوراد، تلاوت کرتا یا سنتا ہے اس میں غور وفکر کرنے کا نام ہے (بغوی رص:۳۰۳رج:۳)۔

خشوع کیسے پیدا ہوتا ہے

صاحب روح البیان نے تاویلات نجمیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ خاشعون کا مطلب ہے کہ ظاہر وباطن سے مشغول بحق ہوتے ہیں خوف وتذلل کی کیفیت کے ساتھ، ظاہر کا خشوع ایسے ہوگا جب نماز میں اس کا سر جھکا ہوگا اور آنکھ کا خشوع جب ہوگا جب آنکھ ادھر ادھر التفات سے ہٹا کر صرف اسی جگہ رکھے گا جہاں کا حکم ہے اور کان کا خشوع قرأت کا غور وفکر سے سننا ہے اور زبان کا خشوع قرأت ہے اور حضور فی القرأت کی کیفیت ہے اور سنجیدگی کے ساتھ قرأت ہے اور ہاتھوں کا

خشوع داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر غلام کی طرح باندھے کھڑے ہونا ہے اور پشت کا خشوع اس کا رکوع میں جھکانا ہے اور شرمگاہ کا خشوع اس کا جملہ برے خیالات سے روکنا ہے اور قدمین کا خشوع ان کا ان کے مقام پر جمانا ہے اور حرکت نہ کرنا ہے جس کو اللہ پاک نے ایک جگہ فرمایا وقوموا اللہ قانتین اللہ کیلئے کھڑے ہو جاؤ پرسکون انداز سے اور باطن کا خشوع، قلب کی گہرائی کے ساتھ مشغول ہونا ہے اس پر کہ تمام برے خیالات سے نفس کو پاک وصاف کرے اور ذکر کے ساتھ مشغول ہو اور دوام حضور کی کیفیت حاصل ہو جائے اور اللہ پاک کی عظمت ومحبت کے اندر مستغرق ہو کر رہے تاکہ رب کی تجلی جمال وجلال پڑے کسی بڑے آدمی نے کیا ہی خوب فرمایا کہ نماز کے آغاز سے بھی اپنے آپ سے بے زار ہو جائے تاکہ یار کا قرب وصال پائے سر کا خشوع مراقبہ ہے اور لطیفۂ روح کا خشوع محبت الٰہی ہے۔

لطیفہ

یار بے زار است از تو تا توئی — اول از خودخویش را بے زار کن
کرزتو یکذرہ باقی ماندہ است — خرقہ وتسبح باز نار کن
ترک خویش و ہر دو عالم گیرد — وذرۂ مندیش وچوں عطار کن

(روح البیان رص:٦٧رج:٦)

لغو وبیہودہ بات سے اعراض کرنا

دوسری صفت ایمان والوں کی اس جگہ یہ بتائی گئی ہے کہ وہ لغو سے اعراض کرتے ہیں یعنی لایعنی چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ بے توجہی برتتے ہیں،

چاہے وہ لغو کلام ہو یا لغو وفضول عمل ہو اور لغو کی پہچان یہ ہے کہ وہ کام اللہ کیلئے نہ ہو اور نہ اللہ کی طرف سے ہو تاویلات نجمیہ میں فرمایا کہ لغو ہر وہ فعل ہے جو اللہ کیلئے نہ ہو اور ہر وہ بات جو اللہ کی طرف سے نہ ہو بلکہ ہر وہ عمل اور قول جو اللہ پاک سے ہٹائے لغو ہے۔

امام قشیریؒ نے فرمایا کہ جو کچھ برائے خدا نہ ہو حشو ہے اور ہر وہ بات جو خدا تعالیٰ سے باز رکھے سہو اور جو کچھ برائے لذت نفس ہو لہو ہے اور جو کچھ خدا تعالیٰ سے نہ ہو لغو ہے اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے ہر وہ قول وفعل جو صحیح اور مطابق شرع نہ ہو لغو ہے (روح البیان رص:٦٧رج:٦)۔

حضرت عطا بن ابی رباح جو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے خاص شاگرد ہیں کہ حضرت الاستاذ نے فرمایا کہ لغو سے کفر وشرک مراد ہے یعنی وہ لوگ کامیاب ہیں جو کفر وشرک سے اعراض کرتے ہیں اور حسن بصریؒ نے فرمایا کہ مراد معاصی ہیں ان حضرات کی تعریف کی جا رہی ہے جو معاصی سے بچتے ہیں، علامہ زجاجؒ نے فرمایا ہر باطل اور غیر مناسب چیز لغو ہے اور کہا گیا کہ کفار سے فضول بحث اور معارضہ جاہلوں سے منھ مارنا لغو ہے، اسی کو فرمایا:

وَاِذَا مَـــــرُّوْا بِـالـلَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ (سورۂ فرقان آیت:٧٢)۔	اور اگر بیہودہ مشغلوں کے پاس کو ہو کر گذریں تو سنجیدگی کے ساتھ گذر جاتے ہیں۔

یعنی جب قبیح و نامناسب کلام سنتے ہیں تو گذر جاتے ہیں اس میں نہیں گھستے (بغوی رص:٣٠٢)۔

زکوٰۃ کا مقصود تزکیۂ نفس ہے

ایمان والوں کی ایک صفت یہ ہے کہ زکوٰۃ وصدقات دیتے ہیں ادا کرنے کو فعل سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ وہ بھی ایک کام ہی ہے اور کہا گیا ہے کہ مراد زکوۃ سے اس جگہ عمل صالح ہے یعنی وہ حضرات نیک عمل کرنے والے ہوتے ہیں (بغوی رص:۳۰۳رج:۲) اسی لئے بیان القرآن میں ترجمہ کیا گیا ہے جو اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں نماز اور زکوٰۃ کے درمیان لغو سے اعراض کی صفت کا بیان بہت زیادہ اس صفت کی اہمیت کی جانب اشارہ ہے تب بھی انسانیت کی تکمیل ہے اور زکوٰۃ سے صرف مال کا خرچ کرنا ہی مقصود نہیں ہے بلکہ مال ودولت کی محبت کم کرنا بھی مقصود ہے، تب ہی تزکیۂ نفس کا فائدہ حاصل ہوگا۔

رب العزت والجلال نے ایک جگہ ارشاد فرمایا:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ	آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ
صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ	دیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو
وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ	پاک وصاف کردیں گے اور ان کیلئے
عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ	دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کیلئے
سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ	موجب اطمینان ہے اور اللہ تعالیٰ خوب
عَلِيْمٌ O (سورۂ توبہ آیت:۱۰۳)۔	سنتے ہیں خوب جانتے ہیں۔

یعنی آپ ان لوگوں کے مال کا صدقہ لیجئے تا کہ ان کو طہارت وتزکیہ حاصل ہو جائے معلوم ہوا کہ مقصود زکوٰۃ تزکیۂ نفس ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فلاح تزکیۂ

نفس سے وابستہ ہے،فرمایا گیاقَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا جس نے نفس کا تزکیہ کیا وہ کامیاب ہے بلکہ متعدد قبیح قسموں کے بعد فرمایا ہے جس سے اس کی مزید اہمیت معلوم ہوتی ہے جبکہ بغیر قسم کے فرمانا بھی کافی ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان جو ہے۔

شرم گاہ کی حفاظت

ایک صفت ایمان والوں کی یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں یعنی حرام جگہ سے روکتے ہیں اور غلط مقام پر استعمال سے باز رکھتے ہیں، لفظ فرج مرد وعورت دونوں کے اعضاء مخصوصہ کو شامل ہے اور حفاظت فرج سے مقصود حرام ومکروہ عمل سے بچنا ہے (بغوی رص:۳۰۳رج:۳)۔

ہاں جس جگہ ان کو اجازت ہے جیسے بیوی اور پرانے دور میں باندی تو وہاں درست ہے یہ آیت مردوں کیلئے خاص ہے کیونکہ مالکہ عورت کا اپنے غلام سے اس طرح کا عمل ممنوع ہے بغیر شرعی طور پر نکاح کے اور وہ اس کی آزادی کے بعد میں ممکن ہے، الغرض مردوں کیلئے بیوی اور باندی سے فائدہ اٹھانا جیسا کہ پہلے زمانہ میں اکثر وعموماً ایسا ہوتا تھا اب بھی کوئی کرے تو اس کو معیوب جاننا آیت پاک کی رو سے غلط ہے جبکہ اللہ پاک سے اور آخرت سے غافل نہ ہو ورنہ اچھا نہیں۔

پس جو شخص بیویوں اور باندیوں کے علاوہ دوسرا راستہ غلط طور پر تلاش کرے گا وہ حد سے تجاوز کرنے والا ہوگا، سخت گناہ گار ہوگا اس آیت کے تحت علماء نے فرمایا کہ استمنا بالید مشت زنی کرنا حرام ہے بروز قیامت ایسے لوگ اس حال میں آئیں گے کہ ان کے ہاتھ حاملہ ہوں گے، حضرت سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ اللہ پاک کچھ لوگوں کو اسی

وجہ سے عذاب دیں گے کہ وہ اپنی شرم گاہوں سے کھیلا کرتے تھے (بغوی/ص:۳۰۳/ج:۳)۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو نکاح کی طاقت نہ ہو وہ روزہ رکھ لے کیونکہ مسلسل روزہ رکھنے سے شہوت کا خاتمہ ہوتا ہے مگر یہ کام نہ کرے، ارشاد فرمایا:

عن عبدالله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا معشر الشباب من استطاع منكم البأة فليتزوج فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء متفق عليه (مشکوۃ شریف/ص:۲۶۷/ج:۲)۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے نوجوانوں کے گروہ جو شخص تم میں سے جماع کے موجبات ولوازم یعنی مہر اورنان ونفقہ کی طاقت رکھتا ہو پس اس کو نکاح کرنا چاہئے، کیونکہ یہ نکاح اجنبی عورت پرنظر پڑنے سے نظر کو نیچا کرنے والا ہے اور شرم گاہ کو محفوظ کرنے والا ہے یعنی حرام کاری سے بچانے والا ہے، اور جو شخص تم میں سے جماع کے موجبات ولوازم کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کو روزہ رکھنا چاہئے پس روزہ اس کیلئے خصی کرنے کا فائدہ دیگا یعنی جس طرح خصی کرنے سے جوش شہوت کم ہوجاتا ہے اسی طرح یہ بھی شہوت کے جوش کو کم کرنے کا ذریعہ ہے۔

معلوم ہوا کہ شرم گاہوں کی حفاظت کا طریقہ نکاح کرنا ہے جو جملہ انبیاء ومرسلین کی سنت ہے۔

شرم گاہ کی حفاظت کی فضیلت

حرام کاری (زناء وغیرہ) سے بچنے والوں کا مقام ایک جگہ حدیث میں فرمایا کہ سات افراد کو عرش کا سایہ ملے گا ان میں ایک وہ شخص بھی ہوگا جس کو کسی حسین وجمیل عورت نے بلایا اپنی خواہش کی تکمیل کیلئے اوراس کیلئے موقع تھا کہ خود تیارتھی اوراس نے خدا تعالیٰ کے خوف سے اپنے آپ کو باز رکھا اور کہا کہ میں اللہ پاک سے ڈرتا ہوں۔

وعن أبي هُريرةَ قال: قَالَ رسولُ اللّٰهِ.صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظلهٖ يوم لاظلَّ إلا ظِلُّه إمامٌ عَادِلٌ وَشَابٌ نَشَأَفِي عبادةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُه مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ إِذَاخَرَجَ منه حَتى يعُودَ إِلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سات آدمیوں کواللہ تعالیٰ قیامت کے اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن پروردگار کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا (۱) ایک تو عادل مرد اور حکمراں (۲) وہ جوان جو اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں خرچ کرے (۳) وہ شخص جو ایک نماز پڑھ کر مسجد سے باہر آتا ہے تو جب تک دوسری نماز کیلئے مسجد میں واپس نہیں چلا جاتا اسکا دل برابر مسجد میں لگا رہتا

ورجلانِ تَحَابَّافِي
اللّٰهِ اِجْتَمَعَاعليهِ
وتَفَرَّقَا عليهِ ورجلٌ
ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِياً
فَفَاضَتْ عيناهُ ورجلٌ
دَعَتُه' اِمرأَةٌ ذاتَ
حَسَبٍ وجمالٍ فَقَالَ
اِنّی أَخَافُ اللّٰهَ ورجُلٌ
تَصَدَّقَ بِصَدَقةٍ
فَأَخْفَاهَا حَتى لاتَعلم
شمالهُ ماتُنفقُ يمينُهُ
(مشکوۃ المصابیح ص۶۸/ج/اول)۔

ہے (۴) وہ شخص جو خالص اللہ کیلئے ایک
دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اسی محبت پر اکھٹا
ہوتے ہیں اور اسی محبت پر جدا ہوتے ہیں
(۵) وہ شخص جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرتا ہے پھر
اسکی آنکھیں بہہ نکلتی ہیں یعنی تنہائی میں اللہ کو یاد
کرکے اللہ کے خوف سے روتا ہے (۶) وہ شخص
کہ اسکو مال وجاہ اور حسن وجمال رکھنے والی
عورت نے برے ارادہ سے بلایا تو اس شخص
نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۷) وہ شخص کہ
اس نے اللہ کیلئے کچھ خیرات کیا تو اس کو اتنا
پوشیدہ رکھا کہ اسکے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہیں
ہوا جو اسکے دائیں ہاتھ نے خرچ کیا۔

وہ تین افراد جو غار میں پھنس گئے تھے بارش سے بچ کر اوپر سے پتھر نے آ کر غار کا منہ ڈھانپ دیا اور وہ لوگ اندر بند ہو گئے ان میں ایک وہ شخص تھا جس نے موقع ہوتے ہوئے محض اللہ پاک کے خوف سے اپنے آپ کو بچایا اور اس عمل کو بارگاہ ربانی میں پیش کر کے دعا کی اور اس کی دعا قبول ہوئی۔ مکمل حدیث اس طرح ہے۔

غار والے تین اشخاص

عن ابن عمرَ عنِ النبیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. قالَ بَیْنَمَا ثلاثۃٌ نفرٍیتما شَوْنَ أَخَذَھُمُ الْمَطَرُ فَمَا لَوُا اِلیٰ غارٍ فی الجبلِ فانحَطَّتْ علی فمِ غَارِھِمْ صَخْرَۃٌ مِنَ الْجَبَلِ فأطبقتْ علیھم فقالَ بعضُھم لبعضٍ أنظروا أَعمالاً عَمِلْتُمُوْھَا لِلّٰہِ صالحۃً فَادعوا اللّٰہَ بھا لَعَلَّہٗ یُفَرِّجُھا۔ **فَقَالَ أَحَدُ ھُمْ:** أَللّٰھم إِنَّہٗ کَانَ لِیْ وَالِدَانِ شَیْخَانِ کبیرانِ ولی

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی قوم کا یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ تین آدمی ایک ساتھ کہیں چلے جا رہے تھے کہ راستہ میں سخت بارش نے انکو گھیر لیا وہ اس بارش سے بچنے کیلئے پہاڑ کے ایک غار میں گھس گئے اتنے میں پہاڑ سے ایک بڑا پتھر گر کر اس غار کے منہ پر آ پڑا اور ان تینوں کے باہر نکلنے کا راستہ بند کر دیا وہ تینوں اس صورتِ حال سے سخت پریشان ہوئے اور اس غار سے نکلنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آئی تو آپس میں کہنے لگے اب تم اپنے ان اعمال پر نظر ڈالو جو تم نے کسی دنیاوی فائدہ کی تمنّا اور جذبۂ نام ونمود کے بغیر محض اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کیلئے کئے ہوں اور ان اعمال کے وسیلہ سے خدا سے دعا مانگو شاید اللہ تعالیٰ ہماری نجات کا راستہ کھول دے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا، اے اللہ (تو خوب جانتا ہے کہ) میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میرے کئی چھوٹے چھوٹے بچے تھے اور میں بکریاں چرایا کرتا

صِبْيَةٌ صِغَارٌ كنت أرعى
عليهم فَإِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ
فحلبتُ بَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ
أَسْقِيهِمَا قَبْلَ وَلَدَيَّ وَإِنَّهُ
قد نآى بي الشجر فَمَا
أَتَيْتُ حتى أمسيتُ فَوَجَدْ
تُهُمَا قدنَامَا فحلبتُ
كما كُنْتُ أَحْلُبُ فجئتُ
بالحلابِ فَقُمْتُ
عِنْدَرُؤُسِهِمَا أَكرهُ أنْ
أُوقِظَهُمَا وَأَكْرَهُ أَنْ أَبْدَأَ
بالصِّبْيَةِ قَبْلَهُمَا والصبيةُ
يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ فلم
يزلْ ذٰلكَ دابي و دابهم
حتى طَلَعَ الْفَجْرُ فان كنتَ
تعلمُ اَنّي فعلتُ ذٰلك
ابتغاءَ وَجْهِكَ فَافْرِجْ

تھا کہ ان کے دودھ کے ذریعہ ان سب کے
پیٹ بھرنے کا انتظام کرسکوں، چنانچہ میں
جب شام کو اپنے گھر والوں کے پاس لوٹتا اور
بکریوں کا دودھ نکالتا تو اپنے ماں باپ سے
ابتداء کرتا اور انکو اپنی اولاد سے پہلے دودھ پلاتا
ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ (درخت مجھ کو)
دور لے گئے یعنی میں بکریوں کو چراتا چراتا
بہت دور نکل گیا یہاں تک کہ شام ہوگئی اور میں
گھر واپس نہ آسکا اور جب رات کے وقت گھر
پہنچا تو اپنے ماں باپ کو سوئے ہوئے پایا پھر
میں اپنے معمول کے مطابق دودھ سے بھرا ہوا
برتن لے کر ماں باپ کے پاس پہنچا اور اُن
کے سرہانے کھڑا ہوگیا کیوں کہ میں نے یہ
پسند نہیں کیا کہ ان کو جگاؤں اور نہ ہی مجھے یہ
گوارا ہوا کہ ان سے پہلے اپنے بچوں کو دودھ
پلاؤں جبکہ میرے وہ بچے میرے پیروں کے
پاس پڑے ہوئے مارے بھوک کے بلک

لَنَـــافُرْجَةً نَرَیٰ منهـا السَّـمَـآءَ فَـفَرَّجَ اللّٰهُ لَهُـمْ حتـــى يـــرونَ السَّـمَـآءَ ـ قَـــالَ الثَّـانِيْ: أَللّٰهُـمَّ اِنَّـهُ كَـانَـتْ لِيْ بِنْتُ عَمٍّ أُحِبُّهَا كَأَشَدِّ مَايُحِبُ الـرِّجَـالُ النِّسَـآءَ فَـطَلَبْتُ اِلَيْهَا نَفْسَهَا فَـأَبَتْ حَتى اٰتِيَهَـا بِـمائةِ دِيْنَارٍ فَسَعَيْتُ حتـى جَـمَـعْتُ مائةَ دِيْنَارٍ فَلَقِيْتُهَابِهَا فَلَمَّا قَـعَـدْتُ بينَ رِجْلَيْهَا قَـالَـتْ يَاعَبْدَاللّٰهِ اتّقِ الـلّٰهَ وَلاتَفْتَحِ الْخَاتَمَ فَـقُـمْـتُ عَـنْهَااَللّٰهُمَّ فَـاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اِنِّيْ

رہے تھے میں اور وہ سب اپنے حال پر قائم رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی!۔ پس اے خدا تو جانتا ہے کہ اگر میں نے یہ کام محض تیری رضا اور خوشنودی کی طلب میں کیا ہے تو میں اپنے اس عمل کا واسطہ دیکر تجھ سے التجاء کرتا ہوں کہ تو ہمارے لئے اس پتھر کو اتنا کھول دے کہ اسکی کشادگی کے ذریعہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اسکی دعا قبول فرمائی) اس پتھر کو اتنا سرکا دیا کہ ان کو آسمان نظر آنے لگا۔ دُوسرے شخص نے اس طرح کہا کہ اے اللہ میرے چچا کی ایک بیٹی تھی میں اسکو اتنا ہی زیادہ چاہتا تھا جتنا زیادہ کوئی مرد کسی عورت کو چاہتا ہے جب میں نے اس کو اپنے آپ کو میرے سپرد کرنے کی خواہش ظاہر کی تو اس نے یہ کہہ کر میری خواہش کو ماننے سے انکار کردیا کہ جب تک میں سو ۱۰۰/ر دینار اسکو پیش نہیں کردیتا میری جنسی خواہش پوری نہیں ہوگی ، پھر میں نے محنت ومشقت کرکے سو ۱۰۰/ر دینار فراہم کئے اور اُن دیناروں کو لیکر اسکے پاس پہونچا وہ اپنی شرط پوری

فَـعَلْـتُ ذٰلِکَ ابتـغـاءَ وَجْهِکَ فافْرِجْ لَنَا مِنهَا فَفَرَّجَ لَهُم فُرْجَةً ۔وَقَالَ الآخَرُ: أَللّٰهُمَّ اِنّی کُنتُ اِسْتَاْجَرْتُ أَجِیْرًابفرق أرزفلما قضیٰ عَمَلَهُ قَالَ أعْطِنِیْ حَقِّی فَعَرَضْتُ عَلَیْهِ اِلٰی ذٰلکَ البقرِ وراعِیْهَا فَقَالَ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلا تَهْزَأْبِیْ فقلتُ اِنّی لاأَهْزَأُبِکَ فَخُذْذٰلکَ البقرَ وَرَاعِیَهَا فَأَخَذَهُ فانْطَلَقَ بِهَا فَاِنْ کُنْتَ تعلمُ اِنّی فعلتُ ذٰلکَ ابتغاءَ وجهِکَ فافرجْ مَابَقِیَ فَفَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (متفق علیہ، مشکوۃ ص ۴۲۰ ج ۲)۔

ہوجانے پر میری خواہش پر راضی ہوگئی جب میں (جنسی فعل) کیلئے اسکی ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو وہ کہنے لگی کہ بندۂ خدا اللہ سے ڈر اور میری مہر امانت کوتوڑنے سے باز رہ یعنی اس نے مجھے خدا کا خوف دلاتے ہوئے التجاء کی کہ میری آبرو کو نہ لوٹ اور حرام طور پر ازالۂ بکارت کرکے میرے پردہ ٔناموس کو جو کسی کی امانت ہے تارتار نہ کریں یہ سنتے ہی خوفِ خدا کی وجہ سے اس کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا، پس اے خدا اگر توجانتا ہے کہ میرا یہ فعل تیری رضا اور خوشنودی کی طلب میں تھا تو میں اپنے اس عمل کے واسطہ سے تجھ سے التجاء کرتا ہوں کہ تو اس پتھر کو ہٹا کر ہمارے لئے راستہ کھول دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسکی بھی دعا قبول فرمائی اوراس پتھر کوتھوڑا اسا ہٹادیا۔

پھر تیسرے شخص نے کہا اے اللہ میں نے ایک مزدور کوایک فرق چاول پر مزدوری پر لگایا جب اس نے اپنا کام پورا کرلیا تو مطالبہ کیا کہ لاؤ میری اُجرت دو میں نے اسکی

اُجرت اسکو پیش کردی مگر وہ بے نیازی کے ساتھ اسکو چھوڑ کر چلا گیا پھر میں نے اُن چاولوں کو اپنی کاشت میں لگا دیا اور کاشت کرتا رہا یہاں تک کہ انہی چاولوں کے ذریعہ میں نے (خاصی پونجی بنالی اور اس کے ساتھ میں بیل اور اُن بیلوں کے چرواہے جمع کر لئے پھر ایک بڑے عرصہ کے بعد وہ مزدور میرے پاس آیا اور کہنے لگا خدا سے ڈر اور مجھ پر ظلم نہ کر اور میرا حق مجھ کو واپس دیدے، میں نے اس سے کہا ان بیلوں اور ان کے چرواہوں کے پاس جاؤ (ان پر قبضہ کرلو وہ سب تمہارا ہی حق ہے) اس نے کہا خدا سے ڈر اور میرے ساتھ مذاق نہ کر میں نے کہا کہ میں تم سے مذاق نہیں کر رہا ہوں جا کر ان بیلوں اور ان کے چرواہوں کو لے لو اسکے بعد اس نے ان سب کو اپنے قبضہ میں کیا اور لے کر چلا گیا!

پس اے خدا اگر تو جانتا ہے کہ میرا وہ عمل محض تیری رضاء وخوشنودی کی طلب میں تھا تو اسکے واسطہ سے التجاء کرتا ہوں تو یہ پتھر جتنا باقی رہ گیا ہے اسکو بھی سرکا دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسکی بھی دعا قبول فرمائی اور غار کے منہ کا باقی حصہ بھی کھول دیا۔

امانت داری اور ذمہ داری کی ادائیگی

ایک عمدہ صفت ایمان والوں کی یہ مذکور ہوئی ہے کہ وہ اپنی امانتوں اور عہد کا خیال رکھتے ہیں یعنی وہ ان تمام چیزوں کی رعایت وحفاظت کرتے ہیں ان کی ادائیگی ونگرانی کرتے ہیں جن پر حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے یا خلق کی جانب سے ان کو امانت دار اور ذمہ دار بنایا گیا، اس امانت میں سب سے اول توحید باری کا نمبر ہے جس پر سارے انسانوں سے عہد وعدہ قرار ومیثاق لیا گیا جس کا ذکر خدائے پاک نے اس

آیت میں بھی فرمایا ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ○ (سورۂ احزاب آیت:۷۲)۔

ہم نے یہ امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی سوانہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کردیا اوراس سے ڈرگئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا وہ ظالم ہے جاہل ہے۔

یہ توحید کا عہداورعبادت الٰہی کا وعدہ واقرارتھااس میں نماز،صوم،حج،زکوٰۃ، دیگر جملہ عبادات داخل ہیں،اورکہیں فرمایا:

وَاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ (سورۂ یٰسٓ آیت:۶۱)۔

اور یہ کہ میری عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۔

اورچاہے وہ امانت وذمہ داری ہوجو بندہ اوردوسرے بندوں سے کئے گئے وعدے ہیں اور جائز معاملات کی شکل میں ہوں لہٰذا عقود انسانیہ ودیعت اورتمام صنائع داخل ہیں ان سب کو پورا کرنا اس میں آگیا ہے، یعنی ایسے کام جو اجرت معاوضہ لیکر کئے جاتے ہیں ان کوٹھیک سے ادانہ کرنا گناہ ہے، وعدہ خلافی عہدشکنی اور غدّاری ہےاس سے ہزاروں درجہ بہتر ہے کہ آدمی پہلے ہی قبول نہ کرے، ایسے ہی جملہ عہدےاورذمہ داریوں کا حال ہے چاہے دینی ذمہ داریاں ہوں یا دنیوی نظام چلانے کی ذمہ داریاں ہوں۔

اعضاء وجوارح بھی امانت ہیں

تفسیر بغوی رص:۳۰۳ر میں دونوں قول ذکر کئے گئے ہیں ۔ شیخ محمد بن الفضل نے فرمایا کہ تیرے اعضاء وجوارح بھی اللہ پاک کی امانت ہیں ان کا صحیح اوردرست استعمال کر ورنہ خیانت کا مرتکب ہوگا ، اگر خلاف شرع کاموں میں استعمال کرے گالہذا آنکھ کی امانت داری کی ادائیگی کی شکل یہ ہے کہ حرام سے اس کو باز رکھے غیرمحرم پرنظر نہ ڈالے اور جہاں حکم ہوا ہے جیسے ارض وسموات وغیرہ ان میں عبرت کی نظر ڈالے اورکان کی امانت داری یہ ہے کہ کانوں کولغویات سے بچائے اور بے حیائی کے معاملات سننے سے بچائے ،جیسا کہ اس دور میں یہ سب باتیں عام ہیں ،موبائل وغیرہ پراور مجالس ذکراللہ میں حاضر رہے تا کہ کان ذکراللہ سے مانوس ہوں اورزبان کی بھی امانت ہے اس کی ادائیگی غیبت سے بہتان تراشی سے بچنا ہے اور مداومت ذکراللہ ہے اور ہاتھ بھی امانت ہے اس کی ادائیگی کی صورت یہ ہے کہ اس کو حرام عورت اور حرام شئے کی طرف نہ بڑھائے اور بھلے کام سے نہ روکے ، اور پاؤں بھی امانت ہیں اوران کی ادائیگی کی صورت یہ ہے کہ طاعات الٰہیہ کی طرف چلے اور معاصی سے بچے ایسے ہی منھ بھی ایک امانت ہے اوراس کی ادائیگی کی صورت یہ ہے کہ منھ سے حرام شئے نہ کھائے صرف حلال کا استعمال کرے اور قلب اللہ پاک کی خاص امانت ہے اوراس کی حفاظت کرنا یعنی حق پر قائم رہنا اوقات کے ساتھ ساتھ یہاں تک کہ اس کوصرف ذات باری تعالیٰ ہی میں سکون ملے اور وہ ان ہی کا مطلع ہواوران ہی کا مشاہدہ کرے یہ قلب کی امانت ہے (روح البیان رص:۶۹رج:۶)۔

اس کے بعد نمازوں کی محافظت ومواظبت کا ذکر فرمایا یہ بتانے کیلئے کہ جیسے خشوع ضروری ہے کیونکہ وہ روح صلاۃ ہے ایسے ہی مواظبت بھی واجب ہے (بغوی رص:۳۰۳رج:۳)۔

عظمتِ صلاۃ

اوربعض مفسرین نے فرمایا کہ آیت مقدسہ کے شروع اوراخیر میں ان باتوں کا بیان فرماتے ہوئے جوموجب فلاح مؤمنین ہیں اس طرف اشارہ ہے کہ نماز بہت ہی عظیم الشان عبادت ہے بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ محافظت صلاۃ میں جملہ شرائط وآداب،اوقات،مفروضہ اور جماعت کی پابندی بھی داخل ہے، چنانچہ جوشخص امام کے ٹھیک پیچھے ہوگا صف اول میں اس کو ۱۰۰رنمازوں کا ثواب اور داہنی طرف والوں کو ۷۵ر اور بائیں جانب والوں کو ۵۰راور باقی لوگوں کو ۲۵ نمازوں کا ثواب ملے گا۔اورصف اول میں نماز پڑھنے والوں کا اجر وثواب دوسروں سے زائد ہے، بعض علماء نے فرمایا مسجد میں پہلے آنے والے چاہے کہیں کھڑے ہوں اس میں شامل ہیں۔

جنت الفردوس

ایسے ہی کامل الایمان حضرات کے بارے میں فرمایا گیا ہے ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے اوراس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کبھی نہیں نکلیں گے۔

حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک شخص کے دوٹھکانے ہیں ایک ٹھکانہ جنت میں دوسرا جہنم میں،اگر کوئی مرگیا اور جہنم

میں داخل ہو گیا تو اہل جنت اس کے جنت کے ٹھکانہ کے وارث بن جاتے ہیں یہ ہے ارشاد باری کا مطلب۔اور امام مجاہدؒ نے فرمایا کہ ہر شخص کا ایک ٹھکانہ جنت میں ہوتا ہے اور ایک جہنم میں ہوتا ہے مومن اپنا ٹھکانہ جنت میں بناتا ہے اور جو ٹھکانہ اس کا جہنم میں ہے اس کو منہدم کر دیتا ہے کافر اس کے برعکس کرتا ہے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بناتا ہے اور جنت کا ٹھکانہ منہدم کر دیتا ہے اور بعض حضرات نے وارث ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ایمان والوں کا انجام کار معاملہ جنت تک پہنچتا ہے کہ وہ اس کو حاصل کر کے رہتے ہیں جیسا کہ میراث کا معاملہ وارث تک پہنچتا ہے۔اور ایسے لوگ جنت میں بھی ایک خاص جنت فردوس کے مقیم وساکن اور وارث ہوں گے اور جنت الفردوس اعلیٰ حصہ ہے سب سے عمدہ، اسی لئے روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم جنت کا سوال کرو تو اعلیٰ کا سوال کرو وہ جنت الفردوس ہے، بعض احادیث شریفہ میں یہ بھی آیا ہے کہ تین چیزوں کو حق تعالیٰ شانہ نے براہ راست اپنے مقدس ہاتھ سے بنایا (۱) آدمؑ (۲) توریت کو اپنے ہاتھ سے لکھا (۳) جنت الفردوس کو اپنے ہاتھ سے تیار کیا اور یہ بھی فرمایا کہ شراب پینے والے اور دیوّث و بے حیاء لوگ وہاں داخل نہ ہوں گے (بغوی،ص:۳۰۴،ج:۳)۔

جنت کی اقسام

تاویلات نجمیہ میں فرمایا کہ جنت الفردوس سب سے اعلیٰ مرتبہ ومقام کی جنت ہے جو بطور میراث باقی ہے ان لوگوں کی جن کے قلوب مردہ ہو چکے ہیں اس کو وہ لوگ پائیں گے جن کے قلوب زندہ تھے، بعض حضرات نے فرمایا کہ جنتیں تین قسم کی ہیں:

(۱) وہ جنت ہے جو خاص طور پر نابالغ بچوں کیلئے ہے جن کا انتقال بچپن میں ہوگیا، پیدائش سے ۶ رسال تک عرصہ میں ان میں جن کو اللہ پاک چاہے وہ وہاں رہے گا اور مجنون لوگ جو کچھ سمجھ بوجھ نہ رکھتے تھے اور اہل توحید میں سے کچھ لوگ اور اہل فترت میں سے جنہوں نے کسی پیغمبر کا زمانہ نہیں پایا وہاں رہیں گے۔

(۲) خاص مؤمنین کاملین کی جنت ہے جس کا یہاں تذکرہ ہے، بعض روایات میں آیا ہے کہ جنت الفردوس کی ایک اینٹ سونے کی ایک چاندی کی اور گارا تیز مشک اور سنگریزے ہیرے موتیوں کے اور اس میں تمام پھل عمدہ اور تمام خوشبوئیں عمدہ ہیں۔

(۳) جنت حسبِ اعمالِ صالحہ ہے اور چونکہ اعمال صالحہ میں تفاوت ہوتا ہے اس لئے یہاں بھی تفاوت مراتب ہوگا بعض بعض سے اوپر اور نیچے ہوں گے، اللہ پاک ہمیں جنت الفردوس کا وارث بناوے اور وہاں کی نعمتوں کا اور دوزخ تک پہنچانے والے جملہ اسباب واعمال سے ہماری حفاظت فرمائے آمین یارب العالمین (روح البیان رص:۱۷رج:۶)۔

یکم شوال ۱۴۴۱ھ

(۱۰) متقی اہل ایمان کو بشارت دیتے ہوئے باری تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ	بے شک خدا سے ڈرنے والے
جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ o اُدْخُلُوْهَا	باغوں اور چشموں میں ہوں گے تم ان میں
بِسَلَامٍ اٰمِنِيْنَ oوَنَزَعْنَا	سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو، اور ان
مَافِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ	کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کردیں
اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ	گے کہ سب بھائی بھائی کی طرح رہیں گے،

مُّتَقَابِلِيْنَo لَايَمَسُّهُمْ	تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے،
فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَاهُمْ مِنْهَا	وہاں ان کو ذرا بھی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ
بِمُخْرَجِيْنَ oنَبِّئْ عِبَادِيْ	وہ وہاں سے نکالے جاویں گے، آپ
اَنِّيْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُo	میرے بندوں کو اطلاع دیدیجئے کہ میں
وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَالْعَذَابُ	بڑی مغفرت اور رحمت والا بھی ہوں، اور
الْاَلِيْمُo (سورۂ حجر آیت:۴۵تا۵۰)۔	یہ کہ میری سزا دردناک سزا ہے۔

تقوی کے تین مراتب

تقویٰ تین قسم کا ہے (۱) محارم سے بچنا اس میں کفر وشرک اور جملہ معاصی آ گئے کہ اوامر الٰہیہ کی تعمیل و بجا آوری کرنا ہے (۲) دنیا سے اور اس کی شہوت وخواہش سے بچنا آخرت کو اختیار کرنے کے ساتھ (۳) جملہ ماسوی اللہ سے بچنا اللہ پاک کی ذات وصفات میں مشغول ومصروف ہوکر، پہلا درجہ عوام اہل ایمان کا ہے اور دوسرا خواص کا اور تیسرا درجہ اخص الخواص کا ہے۔

فائدہ: یہاں اس جگہ آیتِ کریمہ میں متقین کیلئے بشارت دی گئی ہے کہ جنت میں ان بہترین چشموں میں ہوں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ اس حال میں کہ تم پُر امن ہو، اور وہ حضرات جو ایمان، عمل صالح، تقویٰ وپرہیز گاری اختیار کئے ہوئے تھے نہایت پُر امن طریقے سے رہیں گے کسی قسم کا کوئی خوف نہ ہوگا، سلامتی دار آخرت اور امن الٰہی کے مستحق ہوں گے، خود حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ تمہارا رب آج تم کو سلام کرتا ہے، سلام ہو تم پر اللہ رحمٰن ورحیم کی جانب سے جیسا کہ

دوسری آیت میں ہے سلام قولا من رب الرحیم،اوران کے دلوں کےاندر جو دنیا کے اندرایک دوسرے سے غل یعنی دشمنی وعداوت ورنجش تھی وہ وہاں نکالی جائے گی اور وہ بھائی بھائی بن جائیں گے،اور جنت کے یہ چشمے ہر ہر شخص کیلئے ہوں گے،عمدہ باغات اوران کے چشمے رواں دواں ہوں گے بہترین دودھ کے، بہترین شہد کے، بہترین پانی،بہترین شراب کے۔

ساری تزکیہ نفس کی محنت کا خلاصہ یہی ہے کہ انسان کے اندر سے مجاہدہ ومحنت کے راستہ توبہ واستغفار کے دروازے سے توفیق ربانی کی برکت وتعاون سے یہ اوصاف ذمیمہ نکل جائیں اور مزکی ومجلی ہوجائے اورآخرت میں متقین میں شامل ہوجائیں۔

عن أبی هریرةؓ قال: قال	حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں
رسول الله صلی الله علیه وسلم	کہ نبیﷺ نے فرمایا جنت میں
أول زمرة تلج الجنة صورتهم	داخل ہونے والے پہلے گروہ کے
علی صورة القمر لیلة البدر لا	چہرے چودھویں کے چاند کی مانند
یبصقون فیها ولا یمتخطون ولا	ہوں گے وہ لوگ نہ تھوکیں گے نہ
یتغوطون آنیتهم فیها من	ناک سنکیں گے اورنہ ہی انہیں
الذهب وأمشاطهم من الذهب	حاجت کا تقاضہ ہوگا ان کے برتن
والفضة ومجامرهم ولا	سونے کے ہوں گے اور کنگھیاں
یتغوطون آنیتهم فیها من	سونے چاندی کی ، جبکہ ان کی
الذهب وأمشاطهم من الذهب	انگیٹھیاں اگر کی لکڑی سے سلگائی

والفضة ومجامرهم من	جائیں گی ان کا پسینہ مشک ہوگا اور پھر
الاولوة ورشحهم المسک	ہر شخص کیلئے دو بیویاں ہوں گی جو اتنی
ولکل واحد منهم زوجتان	حسین ہوں گی کہ ان کی پنڈلیوں کا
یری مخ سوقهما من وراء	گودا تک گوشت کے اوپر سے نظر آئے
اللحم من الحسن	گا ، ان کے درمیان نہ کوئی اختلاف
لااختلاف بینهم ولا تباغض	ہوگا اور نہ ان کے دلوں میں بغض ، نیز
قلوبهم قلب رجل واحد	ان کے دل ایک شخص کے دل کی طرح
یسبحون الله بکرة وعشیا	ہوں گے جو صبح وشام اللہ کی تسبیح کرتے
(ترمذی شریف رص:۸۰ر)۔	رہیں گے۔

یسبحون الله بکرة وعشیا بکرۃ وعشیا درحقیقت جنت میں نہ ہوگی شمس وقمر نہ ہونے کی وجہ سے یعنی بقدر ان اوقات کے۔

جنت میں ذکر الٰہی بمنزلہ سانس کے ہوگا

اور یہ تسبیح وتقدیس مکلّف ہونے کی بنا پر نہ ہوگی بلکہ الہامی طور پر اور شکرانہ کے طور پر ہوگی کیونکہ قلوب اللہ پاک کی حقیقی معرفت سے اور معرفت ومحبت سے بھرے ہوں گے اور رویت باری تعالیٰ سے مشرف ہوں گے اور نعمتوں کے سمندر میں غرق ہوں گے اس قدر مسرت وخوشی وشادمانی کا عالم ہوگا کہ ہر ہر سانس تسبیح وتقدیس باری تعالیٰ شانہ کے ساتھ نکلے گا، چنانچہ ایک روایت میں فرمایا گیا ہے:

عن جابرٍ عن	حضرت جابرؓ سے روایت ہے
رسول الله صلى الله عليه	کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد
وسلم إن أهل الجنة	فرمایا جنتی جنت میں کھائیں پئیں گے
ياكلون فيها ويشربون ولا	مگر نہ وہ تھوکیں گے اور نہ پیشاب
يتفلون ولا يبولون	وپاخانہ کریں گے اور نہ ان کی ناک بہے
ولايتغوطون ولايمتخطون	گی، صحابہ کرامؓ نے سوال کیا کہ کھانے کا
قالوا فما بال الطعام قال	کیا بنے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا
جشاء ورشح كرشح	فقط ڈکار آئے گی اور پسینہ بہے گا جو
المسک يلهمون التسبيح	خوشبو میں کستوری کے مانند ہوگا ان کو
والتحميد كما تلهمون	تسبیح اور حمد القاء کی جائے گی جیسا کہ
النفس (مشکوۃ شریف ص:۴۹۶، ج:۲)۔	تمہارا سانس جاری رہتا ہے۔

جنتی کیسے ہوں گے

وعن النبى صلى	حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ
الله عليه وسلم قال لو أن	حضور ﷺ سے یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ
مايقل ظفر ممافى الجنة	جنت کی چیزوں میں سے ایک ناخن سے
بدا لتزخرفت له مابين	بھی کم مقدار دنیا میں ظاہر کردی جائے تو
خوافق السموات والأرض	آسمان وزمین کے کناروں تک ہر چیز

ولــو أن رجــلا مــن أهــل	روشن ہوجائے اوراگراہل جنت میں سے
الـجنة اطلع فبدا أساوره	کوئی شخص دنیامیں جھانکے اور اس کے
لـطـمـس ضوء الشمـس	کنگن ظاہر ہوجائیں تو سورج کی روشنی
كـمـا تـطـمـس الشمـس	اس طرح ماند پڑجائے جس طرح
ضــوء الــنـجـوم (ترمذی شریف رص:۸۰،ج:۲)۔	ستاروں کی روشنی سورج کی روشنی سے ماند پڑجاتی ہے۔

جنت کی چار نہریں

اللہ پاک نے دوسری آیت میں فرمایا:

(۱۱)مَثَلُ الْجَنَّةِ	جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا
الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِیْهَا	جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں
اَنْهَارٌمِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ آسِنٍ	بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جن میں
وَاَنْهٰـــرٌ مِّــنْ لَّبَــنٍ لَّــمْ	ذرا تغیر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں
یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌمِّنْ	جن کا ذائقہ بدلہ ہوا نہ ہوگا اور بہت سی نہریں
خَمْرٍلَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ	ہیں شراب کی جو پینے والوں کو بہت لذیذ
وَاَنْهٰرٌمِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى	معلوم ہوں گی اور بہت سی نہریں شہد کی
وَلَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ	جو بالکل صاف ہونگی اوران کیلئے وہاں ہر
الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ	قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی
رَّبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِی	طرف سے بخشش ہوگی ، کیا ایسے لوگ ان

الــنَّــارِ وَسُـقُـوْا مَـآءً	جیسے ہوسکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے
حَـمِيْـمًـافَـقَطَّعَ اَمْعَآءَ	اور کھولتا ہوا پانی ان کو دیا جاوے گا سو وہ ان کی
هُـــــمْ O(سورۂ محمد آیت:۱۵)۔	انتڑیوں کوٹکڑے ٹکڑے کرڈالے گا۔

عن عبادةبن الصامت	حضرت عبادہ بن الصامتؓ
ان رسـول الله صلى الله عليه	نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا
وسـلـم قــال فـى الجنة مـائة	ہے،فرمایا کہ جنت میں ۱۰۰ /درجے ہیں
درجة مابين كل درجتين كما	ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ
بيـــن الســـمـــاء والأرض	ہے جیسا کہ آسمان وزمین کے درمیان
والـفـردوس أعـلاهــا درجة	ہے اور فردوس سب سے اعلیٰ درجہ کی
ومـنهــا تـفـجــر أنهـارالجنة	جنت ہے ، وہیں سے جنت کی چار
الأربـعة ومـن فـوقهــا يـكون	نہریں جاری ہوتی ہیں اس کے اوپر
العرش فإذا سالتم الله فاسالوه	عرش ہے جب اللہ پاک سے جنت
الفردوس (ترمذی شریف/ص:۷۹/ج:۲)۔	مانگوتو فردوس مانگو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشادفرمایا کہ مجھے امید ہے کہ میں اور حضرت عثمان،طلحہ،زبیرؓ انہیں میں سے ہوں گے ، اور ایسے بہت سے لوگ ہوں گے جن کے دلوں میں ایک دوسرے سے نفرت ، کینہ،عداوت بھری تھی۔

صاحب روح البیانؒ نے کیا ہی عمدہ بات فرمائی کہ اس آیت پاک میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ حسد وعداوت بشری اوصاف وتقاضے ہیں نفس امّارہ کی وجہ سے

یہ بات ذمیمہ پیدا ہوتی ہیں اور بغیر اللہ پاک کے نکالے نہیں نکلتی، حضرات صوفیا کرام ان سب بری عادتوں کے خروج کے طریقے اور سلیقے سکھاتے ہیں اور محنت ومجاہدہ اسی کیلئے کراتے ہیں اور توبہ واستغفار کا راستہ تلقین فرماتے ہیں۔

جنت کی نہریں فردوس بریں سے نکلیں گی

عن معاذ بن جبل أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من صام رمضان وصلى الصلاة وحج البيت لاأدرى أذكرا لزكاة أم لا الا كان حق على الله أن يغفرله إن هاجر في سبيل الله أومكث بأرضه التي ولدبها قال معاذ ألا أخبربها الناس فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذرالناس يعملون فإن في الجنة مائة درجة مابين كل درجتين كما بين السماء والأرض والفردوس	حضرت معاذ ابن جبلؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے حج کیا مجھے یاد نہیں کہ آپ ﷺ نے زکوٰۃ کا ذکر کیا یا نہیں تو اس کا اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اس کی مغفرت کریں خواہ وہ ہجرت کرے یا جہاں پیدا ہوا ہو وہیں رہے، معاذ نے عرض کیا، کیا میں لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سنا دوں؟ فرمایا لوگوں کو عمل کرنے کیلئے چھوڑ دو کیونکہ جنت میں سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان اور جنت الفردوس جنتوں میں سب سے اعلیٰ

أعلى الجنة وأوسطها وفوق ذلك عرش الرحمن ومنها تفجر أنهار الجنة فإذا سألتم الله فاسألوه الفردوس (ترمذی شریف،ص:۹۷،ج:۲)۔

اور درمیان میں ہے اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے جنت کی نہریں بھی اسی سے نکلتی ہیں، لہٰذا اگر تم اللہ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔

فائدہ: بعض عارفین نے فرمایا کہ عارف کا دل شجر طوبی کے تحت ہوتا ہے جس کی جڑ ثابت و مضبوط ہوتی ہے اور شاخیں آسمان میں ہوتی ہیں اور اس کے منبع قلب سے انابت کا پانی اور سینہ سے صفائی اور شفافیت کا دودھ اور صنمخانہ شر سے محبت ربانی کی شراب اور روح کی گود سے مودت وشفقت کا شہد نکلتا ہے اور بعض عارفین نے یہ بھی فرمایا کہ آب اشارہ ہے حیات دل کی جانب اور دودھ فطرت اصلیہ کی جانب اور شراب محبت الٰہی کا جوش ہے اس کی لذت اور عسل مصفی (خالص شہد) حلاوت تقرب باری تعالیٰ ہے (روح البیان،ص:۵۰۷،ج:۸)۔

اس سے کلام الٰہی کی ترتیب کا بھی پتہ چلتا ہے کہ پہلے پانی کی نہر پھر دودھ کی پھر شراب کی پھر شہد کی نہر کا تذکرہ کیا گیا کیونکہ حیات قلب علم سے حاصل ہوتی ہے پھر فطرت سلیمہ کی صفائی وشفافیت ظاہر ہوتی ہے پھر سالک ترقی کر کے دنیا کی محبت سے رحمٰن کی محبت میں پہنچتا ہے پھر مزید ترقی کر کے مقام قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے (روح البیان،ص:۵۰۷،ج:۸)۔

ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والوں کے لئے بشارت

اللہ پاک کا ارشاد عالی ہے:

(۱۲) وَبَشِّرِ	اور اے ہمارے حبیب محمد ﷺ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا	آپ بشارت سنادوان لوگوں کو جو ایمان
الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ	لائے اور اچھے اعمال کرتے ہیں کہ ان کے
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا	لئے ایسے باغات ہوں گے جن کے نیچے
الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا	سے نہریں جاری ہوں گی اور جب ان کو پھل
مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا	کھانے کے لئے دئے جائیں گے وہ کہیں
هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ	گے اس سے پہلے بھی ایسے ہی پھل ملے تھے
قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا	اور ان کو ایک جیسے پھل ملیں گے اور ان کے
وَّلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ	واسطے ان بہشتوں میں بیویاں ہوں گی
مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا	صاف پاک کی ہوئی اور وہ لوگ ان بہشتوں
خٰلِدُوْنَ (سورۃ البقرہ آیۃ ۲۵)۔	میں ہمیشہ کو بسنے والے ہوں گے۔

تشریح: ان آیات مبارکہ میں بڑی بشارت ہے اعمال صالحہ کرنے والوں کے لئے جنت میں دوام وخلود اور ہر قسم کی نعمتیں جن کا تصور دنیا میں بادشاہوں اور نوابوں کو بھی نہیں ہوسکتا ہے وہ ادنیٰ سے ادنیٰ جنتی کو حاصل ہوں گی ایمان اور اچھے اعمال کی برکت سے شاندار باغات ہوں گے اور محلات عجیب وغریب طرز کے ان کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور خوبصورت ازواج ہوں گی انتہائی خوبصورت حیاء دار بھی وفا شعار بھی اور حیض ونفاس اور دیگر گندگیوں سے پاک وصاف بھی۔

فائدہ: اس آیت مبارکہ میں ایمان کے ساتھ عمل صالح پر بشارت سنائی گئی ہے وعملوا الصالحات فرمایا اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بشارت کا استحقاق دو امر کا مجموعہ ہے، ایک ایمان دوسرا عمل صالح، ایمان اساس و بنیاد ہے اور عمل صالح اس پر بمنزلہ تعمیر کے ہے اور جس بنیاد پر تعمیر نہ ہو مکان وغیرہ کی خالی پلاٹ بنیاد بھرا ہوا پڑا ہو اس کا کیا فائدہ اس سے کوئی نفع اس وقت نہ ہوگا جب تک اس پر کچھ کام کی چیز نہ بنے گی نہ تو مالک نے اس کو فروخت کیا اور کسی نے خریدا تو کسی کے کام رہنے وغیرہ ضروریات میں نہ آئے گا، اسی طرح جنت کی طلب بغیر نیک عمل کے بے وقوفی ہے اور بے وقوف لوگوں کا کام ہے اللہ پاک نے نیک عمل کو ایمان کے ساتھ جنت میں داخلہ کا سبب قرار دیا ہے، اگر چہ داخلہ محض ایمان کی بنا پر ہوگا مگر نیک عمل ایمان کی تکمیل ہے، اسی لئے روایات میں آیا ہے کہ ایمان بغیر نیک عمل کے اس درخت کی طرح ہے جو صرف تنا تنا ہو شاخیں نہ ہوں، تو شاخیں بغیر تنہ کے قائم رہ سکتی ہیں اور نہ تنا ہی فقط شاخوں اور پھل پھول کے بغیر کارآمد ہوگا اسی لئے فرمایا گیا بعض روایات میں ایمان بغیر عمل کے قبول نہ ہوگا اور نہ عمل بغیر ایمان کے قبول ہوگا، مجمع الزوائد میں یہ روایات ذکر فرمائی گئی ہیں، عمل صالح ہی سے ایمان کا نور بڑھتا ہے اور قلب مؤمن منور و روشن ہوتا ہے جنت تک پہنچنے سے قبل بہت سی گھاٹیاں ہیں ان کو طے کرتے ہوئے وہاں تک پہنچا جائے گا سب سے پہلی گھاٹی ایمان کی گھاٹی ہے اس میں سب سے بڑا خطرہ اس بات کا ہے کہ وہ ختم نہ ہو جائے سلب نہ کرلیا جائے اور یہ ایمان کے بغیر نہ رہ جائے، اللہ کی پناہ ایسی حالت

سے ان گھاٹیوں سے بآسانی وسہولت گذر جانے کیلئے نیک عمل اخلاص کے ساتھ ضروری
ہے اسی لئے شیطان مردود کا سب سے بڑا زور اس پر صرف ہوتا ہے کہ ایمان سے انسان
محروم ہو جائے اگر ایمان مل گیا و عمل صالح سے اس کو محروم کر دیا جائے اور اگر نیک عمل
کر لیا بھی گیا تو اب اس کو اخلاص وللّٰہیت سے محروم کر دیا جائے اور اگر اخلاص بھی کچھ آیا
تو وہ باقی نہ رہے اسی لئے بزرگوں نے فرمایا کہ اخلاص سب سے زیادہ اہم اور مشکل امر
ہے، پہلے حضرات اخلاص سیکھنے کیلئے اپنے بزرگوں کے پاس وقت لگایا کرتے تھے اور
اعمال صالح کے ساتھ ساتھ ان کے اندر اخلاص کیسے پیدا ہو اس کی مشق ومحنت کرتے
تھے، حضرت عثمان ذوالنورینؓ سے وعملوا الصالحات کی تفسیر میں اس جگہ یہی مروی ہے کہ
وہ لوگ جو اپنے اعمال خالص اللہ پاک کیلئے کرتے ہیں جیسا کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے
فلیعمل عملا صالحاً ای خالصا عن الریا، یعنی ایسا عمل کرو جو ریا کاری سے خالی
ہو، حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ عمل صالح وہ ہے جس میں یہ باتیں ہوں (۱) علم (۲) نیت
(۳) صبر (۴) اخلاص (بغوی/ص:۵۶/ج:۱)۔

جنت کی آٹھ اقسام ہیں

جنت دار ثواب ہے اور وہ بہت سی جنتوں پر مشتمل ہے، عمل صالح کرنے
والوں کے درجات کے اعتبار سے ہر ایک طبقہ کیلئے اللہ پاک نے جنت بنائی ہے، جنت
کی آٹھ قسمیں ہیں، ایک دارالجلال والجمال ہے اس کی جملہ اشیاء نور کی بنی ہوئی ہیں،
وہاں کے شہر، محلات، گھر، اور برتن اور بالا خانے (علیین) دروازے، درجات عالیہ

سافلہ، زیورات الغرض وہاں کی ہر شئے نورانی ہے سبحان اللہ العظیم۔

دارالقرار وہاں کی ہر چیز مرجان جیسے عمدہ اور خوشنما پتھروں کی بلکہ موتیوں کی ہے۔

دارالسلام وہاں کی ہر چیز یاقوت احمر کی ہے جنت عدن وہاں کی ہر شئے زبرجد سے بنی ہوئی ہے اور وہ جنت کی خاص جگہ خاص مقام ہے، بیان سے باہر ہے۔

جنت الماوی سرخ سونے کی ہے اس کی جملہ اشیاء سونے کی ہیں۔

جنت الخلد چاندی کی ہے اس کی تمام اشیاء چاندی سے تیار کردہ ہیں۔

جنت الفردوس عمدہ موتیوں سے تیار کی گئی ہے اور اس کی دیواریں ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی اور ایک اینٹ یاقوت کی اور ایک اینٹ زبرجد کی اور اس کا ملبا جس سے اینٹوں کو جوڑا جاتا ہے درمیان میں رکھا جاتا ہے مشک دار مٹی کا اور محلات یاقوت کے اور بالا خانے عمدہ لولؤ کے اور دروازے سونے اور زمین چاندی کی اور سنگریزے مرجان کے اور عام مٹی مشک کی اور نبات زعفران جیسی خوشبو وعنبر کی مہک رکھنے والے اور جنت النعیم تمام زمرد کی اس کی ہر شئے زمرد کی، بعض نے فرمایا کہ مومن جب جنت میں داخل ہوگا تو ستر ہزار باغ دیکھے گا اور ہر باغ میں ستر ہزار درخت ہوں گے اور ہر درخت پر ستر ہزار پتّے ہوں گے اور ہر پتے پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوگا اور لکھا ہوگا کہ امت گنہگار معاف کرنے والا رب (کذافی روح البیان ص:۵۰۸/ج:۹) ان کے تذکرے قرآن کریم کی متعدد آیات میں آئے ہیں۔

جنت کے درختوں کی کیفیت

عن أبی سعید الخدریؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی الجنة شجرة یسیر الراکب فی ظلها مائة عام لایقطعها قال وذلک الظل الممدود (ترمذی شریف ص:۸۷ ج:۲)۔	حضرت ابوسعید خدریؓ رسول خدا ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جنت میں ایسے درخت ہیں کہ کوئی سوار اس کے سائے میں سو سال تک بھی چلتا رہے تو بھی اس کا سایہ ختم نہ ہو اور یہی ظل ممدود ہے جو قرآن پاک میں مذکور ہے۔
عن أبی ہریرةؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم إنہ قال إن فی الجنة شجرة یسیر الراکب فی ظلها مائة عام (ترمذی شریف ص:۸۷ ج:۲)۔	حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سایہ میں ایک سوار سو سال تک چلتا رہے۔
عن أبی ہریرة رضی اللہ عنہ قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما فی الجنة شجرة إلا وساقها من ذهب (ترمذی ص:۹۷ ج:۲)۔	حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں کوئی درخت ایسا نہیں جس کا تنا سونے کا نہ ہو۔
عن أبی ہریرةؓ قال: قلنا یا رسول اللہ مالنا إذا کنا عندک	حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ جب ہم آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں تو ہمارے دل نرم

رقت قلوبنا وزهدنا
وكنا من أهل الأخرة فإذ
أخرجنا من عندك
فأنسينا أهالينا وشممنا
أولادنا انكرنا أنفسنا
فقال رسول الله ﷺ
لو أنكم تكونون إذا
خرجتم من عندي كنتم
على حالكم ذلك
لزارتكم الملائكة في
بيوتكم ولو لم تذنبوا
لجاء الله بخلق جديد كي
يذنبوا فيغفر لهم قال قلت
يارسول الله مم خلق
الخلق قال من الماء قلت
الجنة مابناؤ ها قال لبنة من
فضة ولبنة من ذهب
وملاطها المسكا لاذفرو

اور دنیا سے بیزار ہوتے ہیں اسی طرح ہم
اہلِ آخرت میں ہوتے ہیں لیکن جب آپ
کے پاس سے جاتے ہیں اور اہل واولاد میں
مشغول ہوتے ہیں تو ہماری حالت بدل جاتی
ہے ، آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم لوگ اسی
حال میں رہو جس میں میرے پاس ہوتے
ہو تو فرشتے تمہاری زیارت کے لئے
تمہارے گھروں تک آئیں گے اور اگر تم
لوگ گناہ کرنا چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کو
پیدا کردے تاکہ وہ گناہ کریں اور اللہ انہیں
معاف کرے ، کہتے ہیں میں نے عرض کیا
یارسول اللہ مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا
فرمایا پانی سے ، میں نے پوچھا جنت کس
طرح سے بنی ہے فرمایا اس طرح کہ ایک
اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی اس کا گارا
مشک ، کنکریاں موتی اور یاقوت کی اور مٹی
زعفران ہے جو اس میں داخل ہوگا وہ کبھی
تکلیف محسوس نہیں کرے گا ہمیشہ اس میں

حصباء ها اللؤلؤ والياقوت وتربتها الزعفران من يدخلها ينعم لايبأس ويخلد لايموت ولاتبلى ثيابهم ولا يفنى شبابهم ثم قال ثلث لايرد دعوتهم الإمام العادل والصائم حين يفطر ودعوة المظلوم يرفعها فوق الغمام ويفتح لها أبواب السماء ويقول الرب تبارك وتعالیٰ وعزتي لأنصرنك ولو بعد حين (ترمذی/ص:۹۷/ج:۲)۔

رہے گا اسے کبھی موت نہیں آئے گی، پھر جنتی کے کپڑے کبھی پرانے نہیں ہوں گے اور ان کی جوانی کبھی ختم نہیں ہوگی، پھر آپ نے فرمایا تین آدمیوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے، عادل حاکم، روزہ دار جب روزہ افطار کرنے لگے، اور مظلوم کی بددعا، چنانچہ جب مظلوم بددعا کرتا ہے تو اس کیلئے آسمان کے دروزاے کھول دئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے میری عزت کی قسم میں ضرور تمہاری مدد کروں گا اگرچہ تھوڑی دیر بعد ہی کروں۔

راقم السطور کی والدہ ماجدہ کا خواب

ایک بار میری والدہ ماجدہؒ نے اپنا خواب بیان فرمایا تھا کہ میں نے دیکھا ایک بہت بڑا میدان ہے اور مجھے پانی کی تلاش ہے اس کی تلاش وطلب میں میں حیران ہوں اتنے میں ایک بہت بڑا درخت نظر آیا اس کے نیچے ایک مٹکا رکھا ہے اور ایک طرف سے حضور پاک ﷺ تشریف لارہے ہیں، آپ ﷺ کی زیارت کی اس قدر خوشی ہوئی اور شوق ہوا کہ پانی پینا بھول گئی اور حضور انور ﷺ نکلے تشریف لے جارہے ہیں اور میری آنکھیں دیکھتی

رہ گئیں اور کوئی کہہ رہا ہے کہ درخت طوبیٰ ہے۔ایک مدت گذر گئی اس بات کو انہوں نے بیان فرمایا آج لکھتے وقت تو ان کے انتقال کو بھی چار سال کا عرصہ ہونے کو آیا ہے، اللہ پاک ان کے درجات بلند فرمائے اوران کو جنت کے باغات کی سیر کرائے آمین یارب العالمین۔

والدہ ماجدہ مرحومہ کا وصال حضرت والد صاحبؒ سے دس سال کے بعد ہوا اس درمیانی عرصہ میں میری والدہ مرحومہ کے اذکار و اوراد کی کیفیت عروج پر تھی اس درمیان میں انہوں نے ایک دن اپنا خواب ذکر فرمایا تھا کہ آج تو تمہارے والد صاحب کو دیکھا اور بہت بڑے بڑے گارڈن ہیں ہرے بھرے خوبصورت وہاں ہیں اور میں نے ان سے کہا کہ آپ گھر نہیں آئے فرمایا اللہ پاک نے ہمیں یہ شاندار گارڈن دئے ہیں اور جو چلا جاتا ہے واپس نہیں آتا کہتے ہوئے دور چلے گئے یہ سب وہی بشارتیں ہیں جو ایمان و عمل پر دی گئی ہیں، کبھی کبھی باری تعالیٰ جنت کی اشیاء کو خواب میں دکھا دیتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا خواب

حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ کا قصہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ بڑے مزے لیکر سنایا کرتے تھے کہ جنت میں گھوم رہے ہیں عمدہ عمدہ بڑے بڑے محلات کا نظارہ کر رہے ہیں اجازت لیکر اندر داخل ہو گئے سارا محل بہت روشن ہے ہر طرح سے ،ایک کنارہ میں اندھیرا ہے پوچھا یہاں اندھیرا کیوں ہے بتایا گیا کہ آج کل مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اللہ پاک سے تین لاکھ روپئے مانگ رہے ہیں اللہ پاک نے فرمایا یہاں سے لیکر جا کر دیدو،خواب سے بیدار ہوئے تنبہ ہوا دعا کرنی شروع کی یا اللہ نہ مجھے تین لاکھ چاہئیں نہ تین ہزار نہ تین روپے اگر میری جنت توڑ

توڑ کر یہاں بھیجدی گئی تو میرا تو بہت بڑا نقصان ہو جائے گا۔

رسول پاک ﷺ کا خواب

ایک بار رسول خدا ﷺ نے خواب میں جنت کا مشاہدہ فرمایا اور وہاں ایک شاندار محل دیکھا اور اس محل کے اندر ایک حور وضوء کر رہی تھی بتایا گیا کہ حضرت عمر کا محل ہے آپ ﷺ کو یہ سنکر غیرت آئی کہ میں دوسرے کے محل میں کیوں داخل ہوں آپ ﷺ نے یہ خواب حضرت عمرؓ کے سامنے ذکر فرمایا تو جب انہوں نے یہ سنا تو رونے لگے اور عرض کیا یا رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان پھر میں آپ پر غیرت کرتا، بخاری شریف رص: ج:۲رمیں یہ خواب مذکور ہے۔

نہروں کے فائدے

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ان عمدہ باغات کے اندر نیچے نہریں جاری ہوں گی، اگر کوئی یہ سوال کرے نیچے سے نہریں کیسے جاری ہوں گی جواب یہ ہے کہ جیسے جاری نہروں پر کنارے کنارے درخت ہوتے ہیں اور باغات ہوتے ہیں ہم بہت سے مقامات پر اس کا نظارہ کرتے ہیں پارکوں کے اندر گارڈنوں میں اور باغات کے درمیان درمیان ایسے ہی وہاں ہوں گے جب پانی عمدہ نہریں جاری ہوتی ہیں تو طبیعت میں کسقدر خوشی اور نشاط ہوتا ہے سرور دوبالا ہو جاتا ہے اسی لئے ہر جگہ باغات کے ساتھ ساتھ باری تعالیٰ شانہ نے جاری نہروں کا تذکرہ فرمایا سبحا اللہ العظیم کیا کہنا۔

اور یہ بہترین وہی جاری نہریں ہوں گی پانی، دودھ، شہد، لذیذ شراب کی جس

کوشراب طہورفرمایا، دنیوی منحوس شراب سے اس کا کیا تعلق ورشتہ جس کا پینا، پلانا، لانا، لے جانا، بنانا، بیچنا سب حرام وممنوع ہے، جب پانی پئیں گے پانی کی نہروں سے تو تازہ حیات محسوس کریں گے اور جب دودھ پئیں گے تو اپنے بدن میں تروتازگی اضافہ وبڑھوتری کی کیفیت محسوس کریں گے اور جب شہد پئیں گے تو ہر طرح کی شفا وصحت پائیں گے اور جب شراب طہور پئیں گے تو فرحت ولذت کی کیفیت پائیں گے جس سے سارے غم دور ہو جائیں گے (روح البیان رص:۸۳رج ا)۔

جنت کے چشمے

اہل جنت کواللہ پاک عزوجل شانداراورلذیذ اشیاء سے سیراب کریں گےان کے علاوہ کہیں کافور جیسی خوشبو دار نہر ہوگی، کہیں انجیل کا چشمہ ہوگا اور کہیں سلسبیل کا چشمہ ہوگا اور رحیم مختوم کا چشمہ ہوگا اور یہ سب بواسطہ ملائکہ کرام اور خدام جنت کے ہوگا اور ایک خاص قسم کی شراب خود بھی بلاواسطہ پلائیں گے جس کوفرمایا: **وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا** (روح البیان رص:۸۳)۔

جنت کے پھل

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوا هٰذَا الَّذِىْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ○ (سورۂ بقرہ آیۃ ۲۵)۔	جب ان کو پھل کھانے کے لئے دئے جائیں گے وہ کہیں گے اس سے پہلے بھی ایسے ہی پھل ملے تھے اور ان کوایک جیسے پھل ملیں گے۔

اور جب جب ان کو کھانے کیلئے کوئی پھل ملے گا کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو اس سے قبل بھی ہمیں ملا تھا یعنی جو ہم نے دنیا میں کھائے تھے یہ پھل ان جیسے ہی ہیں، جنت کے پھل دنیا کے پھل کی طرح اس لئے بنائے گئے ہیں تا کہ ان کو دیکھ کر طبیعت ایک دم مائل ہو جائے کیونکہ ان پھلوں سے وہ پہلے مانوس رہ چکے ہیں تو شکل اور رنگ کا اتحاد دیکھ کر یہ کہہ اٹھیں گے اور ان کو ایک جیسے عمدہ رنگ اور مزہ والے پھل دئے جائیں گے جس کو فرمایا **واتوابه متشبها** مگر جب کھائیں گے تو ہر ایک پھل کا ذائقہ پہلے والے سے زیادہ عمدہ اور لذیذ تر محسوس کریں گے اور پھل بھی بڑے بڑے ہوں گے اور اگر پھل ایک کھایا جائے گا دوسرا اس جگہ آجائے گا اور ٹہنی اس قدر بڑی ہوگی اس وقت دنیا کی مخلوق اگر کھائے تو سب کا پیٹ بھر جائے (روح البیان رص:۸۴)۔

اور کہا گیا ہے کہ جنت کے پھل رنگ میں ایک دوسرے سے مشابہ ہوں گے اور ذائقہ و مزے میں بالکل مختلف ہوں گے لہذا جب ایک پھل کے بعد دوسرا پھل ان کو دیا جائے گا تو یہ سمجھیں گے کہ یہ تو پہلے والا ہی ہے (بغوی رص:۵۶)۔

جنت کی حوریں

وَّلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَO (سورۂ بقرہ آیۃ ۲۵)۔	اوران کے واسطے ان بہشتوں میں بیویاں ہوں گی صاف پاک کی ہوئی اور وہ لوگ ان بہشتوں میں ہمیشہ کو بسنے والے ہوں گے۔

حدیث شریف میں ہے:

لكل رجل منهم	یعنی ہر جنتی کی دو بیویاں ایسی
زوجتان على كل زوجة	ہوں گی جن میں سے ہر ایک پر ستر ستر
سبعون حلة يرى مخ سوقهن	جوڑے ہوں گے جنت کے پھر بھی ان
دون لحومها ودمائها	کی پنڈلیوں کا گودا گوشت ، خون
وحللها (بغوی،ص:۵۷)۔	، کپڑوں کے اندر سے ظاہر ہوگا۔
عن أنس بن	حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ
مالکؓ قال: قال رسول	رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر جنت کی
الله صلى الله عليه وسلم	حوروں میں کوئی ایک عورت (حور)
لو أن امرأة من نساء أهل	دنیا میں جھانک لے تو ساری دنیا چمک
الجنة اطلعت على الأرض	جائے اور ساری فضاء درمیان کی عمدہ
لأضأت مابينهما ولملات	خوشبوؤں سے بھر جائے اور جنت کی
مابينهما ريحا ولنصيفها	حور کا روپٹا جو اس کے سر پر ہوتا ہے وہ
على راسها خير من الدنيا	بھی دنیا اوران تمام چیزوں سے بہتر
ومافيها (بغوی،ص:۵۷)۔	ہے جو اس کے اندر ہیں۔

حضرت عکرمہؒ حدیث کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ اہل جنت رجال ونساء مرد وعورتیں ۳۳/سال کی عمر کے ہوں گے اوران کے قد وقامت ۶۰/ذراع کے بقدر حضرت آدمؑ کے قد کے مطابق مکمل نوجوان جرد، مرد، کحلی، بے داڑھی مونچھ، امرد، سرمگیں آنکھیں ستر ستر جوڑے پہنے ہوئے نہ تھوکیں گے نہ ناک نکالیں گے نہ کوئی اور

تکلیف دہ چیز ہوگی ہر دن ان کا جمال وحسن زیادہ ہی ہوگا جیسا کہ دنیا میں ہر دن بوڑھے اور کمزور ہوتے تھے وہاں ایسا کچھ نہ ہوگا نہ جوانی ختم ہوگی نہ کپڑے پرانے ہوں گے۔

چونکہ لذات حسیہ کا اکثر دار ومدار مطاعم، مشارب، اور مساکن ومناکح پر سمجھا جاتا ہے کہ کھانا پینا عمدہ ہو اور مکانات عمدہ ہوں اور بیویاں ہوں اور نو جوانی وخوبصورتی کا دور ہو اور یہ سب مستقل طور پر ہمیشہ کیلئے ہو وہ سب جنت میں ہوگا اس کا بیان وارد ہوا ہے قرآن وحدیث میں (روح البیان ص:۸۴)۔

مگر یہ سب نعمائے جنت بغیر صبر وتقویٰ حاصل نہ ہوں گی

عن أنس أن رسول الله	حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ
صلى الله عليه وسلم قال حفت	رسول خدا ﷺ نے فرمایا جنت تکلیفوں
الجنة بالمكاره وحفت النار	اور مشقتوں کے ساتھ گھیری گئی ہے جبکہ
بالشهوات (ترمذی شریف ص:۸۳رج:۲)۔	دوزخ کا احاطہ شہوات نے کیا ہوا ہے۔
عن أبي هريرة عن	حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ
رسول الله صلى الله عليه	حضور ﷺ نے فرمایا جب اللہ تبارک
وسلم قال لما خلق الله	وتعالیٰ نے جنت ودوزخ بنائی تو جبرئیلؑ
الجنة والنار أرسل جبرئيل	کو جنت اور اس میں موجود چیزیں
إلى الجنة فقال انظر إليها	دیکھنے کیلئے بھیجا وہ گئے اور دیکھ کر واپس
وإلى ما أعددت لأهلها	لوٹے اور عرض کیا اے اللہ! تیری عزت
فيهاقال فجاء ها فنظر إليهاوإلى	کی قسم جو بھی اس کے متعلق سنے گا اس

مـاأعدالله لأهلها قال فرجع إليه قال فوعزتک لایسمع بها أحد إلا دخلهــا فــأمـر بهـا فحفت بـالمكاره فقال ارجع إليهافانظر إلـى مـاأعددت لأهلها فيها قال فـرجـع إليهـا فـإذا هي قدحفت بــالـمـكــاره فرجع إليـه فقـال فـوعــزتـک لـقد خفـت أن لا يـدخـلهـا أحـد قال اذهب إلى الـنار فانظر إليها وإلى ماأعددت لأهـلهــا فيهــا فـإذاهي يركب بـعـضـهـا بـعضا فرجع إليه فقال فـوعـزتـک لايسـمـع بهـاأحد فيـدخـلهــا فــأمـربهـا فحفـت بــالشهـوات فقـال ارجع إليهـا فرجع إليها فقال فوعزتک لقد خشيـت أن لا ينجو منها أحد إلا دخلها (ترمذی شریف/ص:۸۳/ج:۲)۔

میں داخل ہو جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے تکلیفوں سے گھیر نے کا حکم دیا اور جبرئیل کو دیکھنے کیلئے بھیجا وہ دیکھ کر واپس آئے اور عرض کیا اے اللہ! تیری عزت کی قسم مجھے اندیشہ ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہ ہو سکے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ اب دوزخ اور اس میں موجود عذاب کو دیکھو انہوں نے دیکھا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ پر چڑھا ہوا ہے چنانچہ واپس آئے اور عرض کیا اے اللہ! تیری عزت کی قسم اس کا حال سننے کے بعد کوئی اس میں داخل نہیں ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے شہوات سے گھیر نے کا حکم دیا اور دوبارہ جبرئیل کو بھیجا اس مرتبہ وہ لوٹے اور عرض کیا اے اللہ تیری عزت کی قسم مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے کوئی شخص نجات نہیں پا سکے گا اور داخل ہو جائے گا۔

ایمان والوں کو روزہ کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱۳) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت:۱۸۳)۔

اے ایمان والو تم پر روزہ (رمضان) کا فرض کیا گیا ہے جیسا کہ فرض کیا گیا تھا تم سے پہلے والوں پر تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

تشریح: تفسیر الوسیط میں علامہ واحدی نیشاپوریؒ لکھتے ہیں کہ مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ میں صیام سے مراد رمضان المبارک کے روزے ہیں اور ابتدائے اسلام میں دسویں محرم کا روزہ فرض تھا اور ہر ماہ کے تین دن کے روزے فرض تھے، جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو ان کی فرضیت منسوخ ہو گئی البتہ ان کا استحباب اب بھی باقی ہے، اس کی احادیث میں فضیلت بھی آئی ہے نیز یہ معلوم ہوا کہ روزے صرف تمہارے اوپر ہی فرض نہیں ہوئے بلکہ تم سے پہلے اہل کتاب یہود و نصاریٰ پر بھی فرض تھے، اگر چہ کیفیت اور زمانہ کا فرق ضرور تھا اور بعض حضرات نے فرمایا آدمؑ سے لیکر آپ ﷺ تک تمام امتوں نے روزہ رکھا ہے اور روزوں سے مقصود تم کو متقی و پرہیزگار بنانا ہے کہ عارضی طور پر جائز اور مباح افعال سے دور رکھ کر ممنوع اور حرام کاموں سے ہمیشہ کے لئے بچانا مقصود ہے اور ایک ماہ اس کی مشق Training ہے (کذا فی البحر ص ۹۷ ج ۲)۔

فوائدِ صوم

صوم کثیر العبادۃ الفوائد عبادت ہے، جس میں روحانی فوائد کے ساتھ ساتھ دیگر اور بھی فوائد ہیں، اجمالی طور پر فوائد لکھے جاتے ہیں۔

(۱) نفس پر عقل کو غلبہ اور کنٹرول ہوتا ہے۔ جو بہت بڑا فائدہ ہے، پورا قرآن وحدیث درحقیقت اسی چیز پر زور دیتا ہے کہ انسان کی عقل کو پاکیزگی حاصل ہوجائے اور نفس مغلوب ہوجائے، روزہ میں یہ بات بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے، چونکہ روزہ قوۃ شہویہ اور غضبیہ کو مغلوب کرتا ہے جو زیادہ کھانے پینے سے اور خرافات سے پیدا ہوتی ہے، انسان کی طبیعت میں بہترائی اور خوبی پیدا ہوتی ہے صفتِ ملکوتیت یعنی فرشتوں کی صفات اس میں جلوہ گر ہوتی ہیں، اللہ پاک کا قربِ خاص حاصل ہوتا ہے، چونکہ انسان اللہ کی محبت میں اپنا کھانا پینا اور دیگر وہ خواہشات جن کی تکمیل جائز بھی تھی یعنی اپنی بیوی سے ملاقات کرنا اپنی خواہشات کی تکمیل کیلئے اس کو بھی چھوڑ دیتا ہے تو ناجائز خواہشات کا کیا سوال، وہ تو پہلے ہی سے ممنوع اور حرام ہے۔

(۲) قوتِ عاقلہ میں زیادتی ہوتی ہے۔ جب قوتِ شہویہ اور غضبیہ مغلوب ہوگئی تو قوتِ عاقلہ میں اضافہ ہونا ظاہر ہے اور عقل اپنا کام پورا کرنے لگتی ہے یعنی وہ کام جس سے انسان کی نجات کا تعلق ہے، نمازوں کا اہتمام، تراویح کا اہتمام، تلاوت کا اہتمام، ذکر اللہ کا اہتمام، زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا اہتمام، دوسروں کی خیرخواہی اور ہمدردی کا خیال پیدا ہوتا ہے، اور اسی طرح دیگر اچھے خیالات اس کی طبیعت میں پیدا ہوتے ہیں، جن کی طرف احادیث شریفہ میں نشان

دہی کی گئی کہ یہ صبر کا مہینہ ہے، غم خواری کا مہینہ ہے، انہیں اچھے اعمال اور حسنات کی وجہ سے برکات نازل ہوتی ہیں، ظاہری برکات بھی نازل ہوتی ہیں اور باطنی برکات بھی، جس کو فرمایا کہ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔

(۳) بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ظاہر ہے جب عقل میں اضافہ ہوا تو اس کی دینی بصیرت اپنا پورا کام کرنے لگتی ہے جو اب تک قوتِ شہویہ اور غضبیہ کے نیچے چھپی رہی تھی اب اس کو اپنا پورا کام کرنے کا موقع ملجا تا ہے، اس کی فراستِ باطنی بصیرتِ روحانی بڑھ جاتی ہے اور وہ چیزیں جو اب تک اس کو نظر نہیں آ رہی تھیں نظر آنے لگتی ہیں، اور اس کی سمجھ بوجھ ترقی کر جاتی ہے، جہاں پہلے اس کو جو چیزیں سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں اب سمجھ آ رہی ہیں۔

(۴) اپنی عاجزی وانکساری کا خیال پیدا ہوتا ہے۔روزہ میں ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان کو اپنی مسکنت اور تواضع اور انکساری اور عبدیت منکشف ہوتی ہے کہ میں اتنا عاجز ہوں، اور یہ خیال انسان کو عروج بخشتا ہے جیسا کہ اس پر بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں کہ جو شخص تواضع اختیار کرتا ہے اللہ پاک اس کو بلندی عطا فرماتے ہیں اور جو شخص کہ اپنے آپ کو تکبر کے طور پر فخر کے طور پر دوسروں سے آگے بڑھاتا ہے تو اللہ پاک اس کو پست کر دیتے ہیں۔

(۵) خدا عزوجل کے جلال کا تصور پیدا ہوتا ہے۔کیونکہ روزہ ایک جلالی عبادت ہے، چنانچہ بہت سوں کی طبیعت روزوں میں اس کا اثر دکھاتی ہے اس لئے اس کو احساس ہونا چاہئے کہ اللہ کا جلال بہت عظیم ہے اور اس کی ہیبت بہت زیادہ ہے ہمیں

ان کے سامنے اپنی تمام کیفیات کوٹھنڈا رکھنے کی ضرورت ہے اور جلالِ الٰہی کے استحضار کی ضرورت ہے، یہ بات بھی روزہ میں پیدا ہوتی ہے۔

(٦) ملائکۂ کرام سے مشابہت پیدا ہوتی ہے۔اس لئے کہ ملائکہ کرام نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ ان کو استنجے وغیرہ کی ضرورت پیش آتی ہے، اسی طرح روزہ رکھ کر ایک طرح سے ملائکہ کرام سے مشابہت بھی پیدا ہوتی ہے، کیونکہ کچھ وقت کیلئے بندہ بھی کھانے پینے سے رک جاتا ہے اوراس میں اس کو عبادات کرنے کا خوب موقع حاصل ہوتا ہے۔

(٧) قربِ خداوندی حاصل ہوتا ہے۔ظاہر ہے جب وہ رات میں سحری کے لئے اٹھتا ہے اور روزہ کی نیت کرتا ہے اسی وقت سے اس کو توجہ الی اللہ حاصل ہوتی ہے اور بہت دفع وہ اپنے آپ کو تہجد میں تلاوت میں، دعا میں، توبہ واستغفار میں مصروف رکھتا ہے اور یہ چیزیں انسان کو اللہ پاک کے قریب کرنے میں بہت بڑے اثرات رکھتی ہیں۔

(٨) انسانی ہمدردی کا خیال پیدا ہوتا ہے۔انسان کو انسان کی ہمدردی رکھنا کس قدر ضروری ہے، اس پر قرآن وسنت کے واضح نصوص دلالت کرتے ہیں، قطعِ نظر اس کے وہ انسان جس کے ساتھ آپ ہمدردی کرنا چاہتے ہیں صاحبِ ایمان ہو عام انسان بھی ہمدردی کا مستحق ہے انسانیت کے ناطے اسلئے کہ ایک انسان دوسرے انسان کا بھائی ہے، سب ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، اللہ پاک نے فرمایا: **یا ایھاالناس انا خلقنکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء** اے انسانو ہم نے تم کو ایک ہی جان یعنی آدمؑ کے ذریعہ وجود بخشا پھر ان سے ان

کا جوڑا پیدا کیا اوران سے بہت سے مرداورعورت پیدا ہوئے ،اس لئے اوپر جا کر ہر انسان ایک دوسرے کا بھائی ہوجاتا ہے ،تو اخوت کا تقاضہ ہے کہ آپس میں محبت ومودّت ہوجس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ اس کی ضرورت میں انسان کام آئے ، اس کا مسلک ،اس کا مذہب ،اس کا عقیدہ ،اس کی فکر ،اس کا کلچر ،اس کا رنگ ،اس کا حسب نسب ،اس کا وطن وغیرہ نہ دیکھیں ،یہی انسانیت کا مقتضیٰ ہے ،اس صفت کواجاگر کرنا یہ روزہ کاایک اہم مقصد ہے۔

(۹) اطاعت امر الٰہی میں فنائیت کی شان پیدا ہوتی ہے۔روزہ کی برکت سےایک مومن کےاندراطاعتِ الٰہی میں اورعبادتِ الٰہی میں ایک محویت واستغراق کی کیفیت اورانہماک کا جذبہ فنائیت کی شان بھی پیدا ہوتی ہے ،جس کی وجہ سے وہ اللہ پاک کے رضاوالے اعمال کی جانب بہت تیزی کے ساتھ لپکتا ہےاور دوڑتا ہےاس میں گویا ایک اسپرٹ پیدا ہوگئی طاعات کی لائن پر دوڑنے کے لئے چلنے کیلئے یہ اسپرٹ اس کےاندرروزہ نے پیدا کی اوررمضان شریف کےمبارک ماحول نے اس میں اپنا بھرپورکردار پیدا کیا ،جولوگ مساجد میں گاہے گاہے آتے تھےاورنماز تلاوت وغیرہ سے دورنظرآتے تھے اب وہ بیوت الرحمٰن کونماز سے تلاوت سے تسبیحات سے اوردیگراعمالِ حسنہ سے مزین کرتے ہوئےنظرآتے ہیں ،سبحان اللہ یہ کیا شان ہے حق تعالیٰ کی جس نے مومنین کےاندراس کیفیت کو پیدا کیا ،اگر یہ کیفیت انسان اپنے اندر اچھی طرح جذب کرلےتوکس قدرعروج پر پہنچ جائےتو کیا کہنا۔

(۱۰) صبر کی صفت پیدا ہوتی ہے۔جیسا کہ حدیث پاک میں اس مہینہ کوصبر کا

مہینہ فرمایا گیا کہ انسان اس میں روزہ رکھ کر ایک صبر کی کیفیت حاصل کرنے کا خوب موقع ہوتا ہے، یعنی صوم اور صبر بہت قریب قریب ہیں اور جس طرح صبر کا ثواب سوائے اللہ کے اور کسی کو معلوم نہیں اسی طرح صوم کا ثواب بھی سوائے باری تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں، چنانچہ صبر کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **انما یوف الصٰبرون اجرھم بغیر حساب**، اسی طرح فرمایا گیا اس حدیث میں جس کو رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے روایت کیا **الصوم لی وانا اجزی بہ** کہ روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا عوض دونگا، ظاہر ہے کہ اللہ پاک جب خود اجر دیں گے اپنی شان کے مطابق عنایت فرمائیں گے، نیز روزہ ایسی عبادت ہے جو سوائے اللہ کے اور کسی کے لئے نہیں ہوسکتی ہے۔

(۱۱) روحانی ترقی ہوتی ہے۔ جسمانی اور شہوانی کیفیات کی کمی سے روحانی ترقی ہونا ایک واضح بات ہے اور روح ہی انسان میں اصل ہے، روحانی بالیدگی اور ترقی کا ہر شخص خواہاں ہوتا ہے اور ایمان والے حضرات اس کو بہت اہم سمجھتے ہیں، کیونکہ روحانی ترقی سے انسان کی دینی ترقی وابستہ ہے جس سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

(۱۲) نعمتوں پر شکر کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔ روزہ میں جب انسان کو اللہ پاک کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں جن میں ظاہری نعمتیں ہیں اور معنوی نعمتیں بھی ہیں جن کا ایمان والے اپنے اپنے طور پر مشاہدہ کرتے ہیں تو اس پر انتہائی فرحت ومسرت محسوس کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں ان کو اللہ کے شکر کی توفیق ہوتی ہے، جسکی طرف حدیث شریف میں اشارہ ہے: **للصائم فرحتان** کہ روزہ دار کے لئے بوقتِ افطار دوخوشیاں

ہیں ایک افطار کی اور دوسرے لقاء رحمٰن کی، ظاہر ہے کہ یہاں دونوں خوشیوں کا بیان واقع ہوا، ایک اس خوشی کا جو مادی، ایک حقیقی خوشی کا جو بہت اہم ہے یعنی لقاء رحمٰن جس کی ہر مومن تمنا کرتا ہے کہ وہ اللہ پاک سے اس حالت میں ملاقات کرے کہ اللہ پاک اس سے راضی ہوں، یہی اس کی سب سے بڑی چاہت ہے۔

(۱۳) تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔روزہ کا مقصود ہی انسان کو متقی بنانا ہے کہ انسان روزہ رکھ کر منہیات سے ممنوعات سے معصیتوں سے احتراز کرے تبھی اس کا روزہ حقیقت میں روزہ ثابت ہوگا، چنانچہ حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ اللہ پاک کواس کے روزہ کی کوئی ضرورت نہیں جو گناہ نہ چھوڑے اوران چیزوں سے احتراز نہ کرے جن چیزوں کواللہ پاک نے حرام اورممنوع قرار دیا ہے کیونکہ محض کھانا پینا چھڑوانا مقصودِالٰہی نہیں ہے بلکہ اصل مقصودتو انسان کو متقی بنانا ہے، چنانچہ جہاں روزہ کی فرضیت کا اعلان کیا وہیں باری تعالیٰ شانہ نے روزہ کے مقصود کو بھی واضح فرمادیا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: **یا ایها الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون** کہ اے ایمان والو! ہم نے تم پر روزہ فرض کیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا تھا تا کہ تم متقی بن جاؤ، معلوم ہوا کہ مقصود ہی تقویٰ ہے اوراسی سے انسان اللہ پاک کا قرب حاصل کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ **ان اکرمکم عندالله اتقاکم** کہ تم میں سب سے زیادہ باعزت وہ انسان ہے جو متقی ہو، ایک جگہ فرمایا گیا **ان اولیاہ الا المتقون** کہ اللہ پاک کے دوست ہی متقی حضرات ہیں، قرآن پاک کے نزول کا مقصود بھی یہی ہے کہ انسان کو تقویٰ حاصل ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے **ذلک الکتاب لا**

ریب فیه هدی للمتقین بے شک یہ کتاب جس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے متقیوں کیلئے ہدایت ہے اور بے شمار آیات اس پر شاہد ہیں۔

(۱۴) اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ اخلاص اعمال صالحہ کی روح اور جان ہے، اخلاص کے بغیر اعمال صالحہ اللہ پاک کے نزدیک قبولیت حاصل نہیں کر سکتے ہیں، میرے شیخ ومرشد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ کا شعر ہے

عمل کی روح ہے اخلاص یہ نہ جب تک حاصل ہو
نہیں آئے گی ایمان وعمل میں تیرے تابانی

قرآن کریم میں اللہ رب العزت والجلال اخلاص کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:**وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین له الدین حنفاء ویقیموا الصلاۃ ویؤتوا الزکوٰۃ وذلک دین القیمة** (سورۂ بینہ)۔

ترجمہ:اور نہیں حکم دیا گیا تھا ان کو مگر اس بات کا کہ وہ اللہ پاک کی عبادت اخلاص سے کریں، خالص خداوند قدوس کو مانتے ہوئے صرف ان کی طرف متوجہ ہو کر تمام باطل مذاہب سے ہٹ کر اور کنارہ کش ہو کر، اور اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ نمازوں کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی گذشتہ انبیاء اور صالحین کا دین تھا (تفسیر مظہری)۔

فائدہ: حضرت علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے جب اس بات کا حکم فرمایا ہے کہ عبادت خالص اللہ رب العزت والجلال کیلئے ہونی چاہئے ان کی رضاءمندی کا حصول مقصد ہونا چاہئے تو جو شخص عبادت اخلاص کے ساتھ نہیں کرے گا تو گویا اس نے اللہ پاک کے حکم کی تعمیل نہیں کی، کیونکہ مامور بہ اخلاص تھا اور وہ اس کی عبادت میں موجود نہیں

ہے بلکہ جواس نے کیا ہے وہ مامور بہ کے علاوہ کام کیا ہے، لہذا وہ قبول کیسے ہوسکتا ہے، کیونکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: **أنا أغنى الشركاء عن الشرك فمن عمل عملاً أشرك معى فيه غيرى فهو الذى أشرك به و أنا برىءٌ منه،** یعنی کہ میں تمام شرکت کرنے والوں میں سب سے زیادہ بے نیاز ہوں جب کوئی عمل کرتا ہے اور اس میں میرے ساتھ دوسرے کو بھی شریک کر لیتا ہے تو میں اس سے بری اور بیزار ہو جاتا ہوں (کذا فی ضوء المنیر ۶/۴۲۶) امام بیہقیؒ قدس سرہ نے شعب الایمان میں یہ روایت اس طرح ذکر فرمائی ہے **عن أبى سعيد بن أبى فضالة الأنصارى و كان من الصحابة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول إذاجمع الله الأولين و الآخرين يوم القيامة ليوم لا ريب فيه نادى مناد من كان أشرك فى عمل لله أحداً فيطالب ثوابه من عنده فإن الله أغنى الشركاء عن الشرك** (بیہقی ۵/۳۳)۔ لہذا ثابت ہو گیا ہے کہ اخلاص کے بغیر اعمال صالحہ کے قبول ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا ہے، کیونکہ اخلاص اعمال صالحہ کی روح اور جان ہے۔

(۱۵) اللہ پاک کے خوف کا حصول ہوتا ہے۔ اور باری تعالیٰ کا خوف ہی انسان کو برائیوں سے روکتا ہے، درحقیقت انسان کو اللہ کی اطاعت پر کھڑی کرنے والی دو چیزیں ہیں، یا تو باری تعالیٰ شانہ سے امید وابستہ ہو یا اس کا خوف ہو اور ایمان نام ہی ہے اس کیفیت کا، چنانچہ فرمایا گیا کہ ایمان خوف اور رجاء کے درمیان کا نام ہے تبھی انسان اللہ کی طرف دوڑ کر چلتا ہے کبھی شوق میں اللہ کی اطاعات اور عبادات کرتا ہے اور کبھی خوف سے معصیتوں سے بچتا ہے اور اسی طرح سے انسان آہستہ آہستہ منزل مقصود

پر پہنچ جاتا ہے، چنانچہ ایک روایت میں خدا تعالیٰ کے خوف سے رونے کی فضیلت اس طرح بیان کی گئی ہے۔

عن أبی هريرةؓ قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا يلج النار رجل يبكی من خشية الله حتی يعود اللبن فی الضرع ولا يجتمع غبار فی سبیل الله ودخان جهنم(ترمذی شریف،ص:۵۷)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ فرمایا حضرت اقدس رسول اللہ ﷺ نے جہنم میں داخل نہ ہوگا وہ شخص جو اللہ پاک کے خوف وخشیت سے روتا ہو یہاں تک کہ دودھ لوٹ جائے اپنے تھن میں۔اور جمع بھی نہیں ہوسکتا ہے غبار جو اللہ کے راستہ میں لگا ہو اور جہنم کا دھواں۔

اس حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ پاک کے خوف سے رونے کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ یہ رونا اللہ پاک کی نظر میں اس قدر وقیع اور پیارا ہے کہ اس رونے پر اللہ پاک جہنم کو اس کیلئے ممنوع الداخلہ فرمادیتے ہیں اور یہ شخص جنت کا مستحق ہوجاتا ہے، اور اس بات کو رحمت عالم ﷺ نے تشبیہ دیکر سمجھایا کہ جیسے دودھ کا واپس تھن میں لوٹنا مشکل ہے ایسے ہی اس کا جہنم میں داخلہ ممنوع ہے، اس کو شیخ ومرشد حضرت اقدس مولانا محمد احمد صاحبؒ نے فرمایا:

تسلی ہم گنہگاروں کو بھی ہوگی حاصل
یہ آنسو ہیں ندامت کے بجھادیں گے جہنم کو

گویا حضرت کا یہ شعر اس حدیث شریف کا خلاصہ ہے۔

دوسری بات یہ فرمایا کہ راہِ خدا کا غبار اور جہنم کا دھواں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے، خوفِ خداتعالیٰ ہی سعادتوں کا مخزن ہے، جیسا کہ شاعر نے کہا:

قلت اری السعادة جمع ماله ولكن التقى هو السعيد

وتقوى اللّٰه خير الزاد ذخراً وعند الله لا تقى مزيد

ترجمہ: میں نہیں سمجھتا ہوں کہ سعادت مندی مال کو جمع کرنا ہے بلکہ متقی ہی سعادت مند ہے اور اللہ کا تقویٰ بہترین ذخیرہ ہے جو زادِ راہِ آخرت ہے اور اللہ کے نزدیک متقی کیلئے مزید برکات ہیں۔

(۱۶) رضائے باری تعالیٰ ثابت ہوتی ہے۔ یہی روزہ کا بلکہ جملہ اعمال کا بلکہ ایک مومن کی حیات کا حقیقی مقصد ہے اور اس کی بڑی منزل ہے اور اس کی تمام تمناؤں کی آخری تمنا اس کی تمام محنتوں کا خلاصہ اور نتیجہ اسی کا حصول ہے اور اللہ کی رضا کیلئے ہی وہ ہر وقت دعا کرتا ہے، روزہ میں رضائے باری تعالی کا حصول آسان بن جاتا ہے جو کام مشکل ہو رہا تھا وہ اللہ کے فضل سے آسان ہو گیا اور رضا حاصل کرنے کا ایک عمدہ ترین موقع مومن کے ہاتھ آ گیا اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے جس کو فرمایا گیا ورضوان من الله اكبر کہ اللہ کی خوشنودی سب سے بڑی نعمت ہے اور رحمت ہے اور فضیلت وبرکت ہے اور تمام سعادتوں کی سعادت ہے اور اسی پر نجات موقوف ہے اور اسی کیلئے انبیاء علماء، صلحا کی ہدایات ہیں اور توجہات ہیں، اللہ پاک ہم سب کو یہ چیزیں نصیب فرمائے اور اپنی نامرضیات سے بچائے، روزہ میں اللہ کی مرضیات کا خیال رکھنا اور نہ مرضیات سے بچنے کا خیال رکھنا اس کو روزہ کی روح کہا جاسکتا ہے، اگر یہ چیز

موجود ہے تو روزہ، روزہ ہے ورنہ وہ محض بھوک و پیاس اور ایک قسم کی تکان ہے۔

ایمان اور دعاء

قال اللہ تعالیٰ:

(۱۴) وَاِذَا	اور جب آپ سے میرے بندے
سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ	میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی
فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ	ہوں، قبول کر لیتا ہوں دعاء کرنے والے کی دعا
دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ	جب وہ مجھ سے دعاء کرتا ہے، سو ان کو چاہئے
فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ	کہ میرے احکام کو قبول کیا کریں اور مجھ پر
وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ	یقین رکھیں امید ہے کہ وہ لوگ اس طرح فلاح
یَرْشُدُوْنَ (سورۂ بقرہ)۔	حاصل کر سکیں گے۔

تشریح: ان آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بندوں کو دعاء کرنے کی ترغیب دی ہے اور اپنے قرب کو بتایا ہے کہ وہ بندوں کے بہت قریب ہے بندوں کی دعاء ان کی درخواست قبول فرماتے ہیں لہذا بندوں کو چاہئے کہ اللہ پاک کے احکام کی تعمیل کریں اور انہی پر بھروسہ رکھیں کہ اللہ پاک ضرور جزائے خیر عطا فرمائیں گے طاعت قبول کریں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہود نے کہا کہ ہمارے رب ہماری دعائیں قبول کیسے کرتے ہیں کیسے سنتے ہیں جب کہ آپ لوگوں کا کہنا ہے ہمارے اور آسمان کے درمیان پانچسو برس کی مسافت ہے اور پھر ہر آسمان سے دوسرے آسمان کا

فاصلہ ایسا ہی ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آیت کا سببِ نزول یہ ہے کہ بعض لوگوں نے حضور اکرم ﷺ سے کہا کہ ہمارے پروردگار ہمارے قریب ہیں یا دور ہیں اگر قریب ہیں تو آہستہ پکارلیا کریں اگر دور ہیں تو زور زور سے پکارلیا کریں۔تب یہ آیت نازل ہوئی اس میں بتلایا گیا کہ اللہ پاک بہت قریب ہیں قبول کرنے کے اعتبار سے یا جاننے کے اعتبار سے اور کہا گیا ہے کہ قریب ہیں اپنے نیک بندوں پر انعام واحسان کرنے کے اعتبار سے (کذا قال الامام القرطبی رص ۳۰۸رج ۲)۔

معلوم ہوا کہ ایمان والوں کو کثرت سے دعاء کا اہتمام کرنا چاہئے کہ دعاء مؤمن کا ہتھیار ہے اور اللہ پاک کو دعاء کرنا بیحد پسندیدہ ہے اور وہ دعاء کرنے سے بیحد خوش ہوتے ہیں اور نہ کرنے سے ناراض ہوتے ہیں، ایک روایت میں دعاء کو عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے کیونکہ دعاء میں تواضع اور عاجزی کی انتہائی شکل پائی جاتی ہے کہ انسان ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہے یہ صورت رب جلیل کو بہت زیادہ پسندیدہ ہے۔دعاء قبول کب ہوتی ہے؟ حضرت شیخ سہیل بن عبداللہ تستری نے فرمایا کہ دعاء کی سات شرطیں ہیں:

(۱) تضرع، عاجزی، رونا، گڑگڑانا (۲) خوف، ڈر کی کیفیت کا ہونا (۳) رجاء وامید کی کیفیت کا ہونا (۴) مداومت وہمیشگی کیساتھ دعاء کرنا (۵) خشوع وخضوع کے ساتھ دعاء کرنا (۶) عموم یعنی سب کے لئے اگرچہ پہلے اپنے لئے کرے مگر دوسرے کی نفی نہ کرے (۷) اکلِ حلال کا استعمال کرنا۔

ابن عطاء فرماتے ہیں کہ دعاء کے کچھ ارکان ہیں کچھ اسباب ہیں کچھ خاص اوقات ہیں۔

ارکانِ دعاء: یہ ہیں! دعاء کرتے وقت دل حاضر ہو نرم ہو اللہ کے سامنے عاجزی خشوع وخضوع کی کیفیت ہو۔

بازوئے دعاء: یہ ہیں! سچ بولتا ہو، کھانا حلال ہو، لباس صحیح ہو، اوقات دعاء ہوں یعنی آخری شب اور نمازوں کے بعد کے اوقات زیادہ دعاء کے قبول ہونے کے اوقات ہیں ''فَلْيَسْتَجِيبُوْا لِيْ '' کا ترجمہ ابورجاء الخراسانی نے کیا ہے کہ مجھ ہی سے دعاء کیا کریں، ابن عطیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یعنی دعاء کی قبولیت کی درخواست بھی کرے۔

اسباب دعا: یہ ہیں! درودشریف و باری تعالیٰ کی حمد وثنا بھی دعاء میں ہو اور بعض علماء نے فرمایا کہ شرائط چار چیزیں ہیں: (۱) جب تنہا ہو تو دل برائیوں سے محفوظ ہو (۲) زبان لوگوں کے ساتھ صحیح استعمال کرے غلط استعمال سے محفوظ رکھے (۳) آنکھ کو غلط دیکھنے سے بچائے (۴) پیٹ کو حرام غذاء سے بچائے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ہماری دعاء کیوں قبول نہیں ہوتی؟ فرمایا اس لئے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا مگران کی اطاعت کامل نہیں کی۔ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا مگران کی سنتوں پر عمل نہیں کیا۔ تم نے قرآن کریم کو پہچانا مگراس پر عمل نہیں کیا۔ تم نے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھائیں مگران کا شکرادا نہیں کیا۔ تم نے جنت کو جانا مگراعمال صالحہ کے ذریعہ اس کو تلاش نہیں کیا۔ جہنم کو جانا مگراس سے فرار کی راہ اختیار نہیں کی۔ شیطان کو جانا مگراس کے ساتھ جنگ نہیں کی بلکہ اس کی

موافقت کی۔موت کو جانا مگراس کے لئے تیاری نہیں کی۔مردوں کو دفن کیا مگرعبرت نہیں پکڑی۔اپنے عیوب کو چھوڑ کر دوسروں کے عیوب میں مشغول ہوگئے۔پھر دعاء کی قبولیت کی امید رکھتے ہو یہ عجیب بات ہے (قرطبی ص۳۱۲ ج۲)۔

اسلام میں مکمل داخلہ مطلوب ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱۵)یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ	اے ایمان والواسلام میں
آمَنُوا ادْخُلُوْافِی السِّلْمِ کَآفَّةً	پورے پورے داخل ہوجاؤاورشیطان
وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطَانِ	کےنشانات قدم پرمت چلو، بےشک
اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْن o فَاِنْ	وہ تمہاراکھلا دشمن ہےاگر پھسل گئے بعد
زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَاجَآءَ تْکُمُ	اس کے کہ تمہارے پاس واضح دلائل
الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ	آچکے ہیں تو جان لواللہ غالب ہیں اور
حَکِیْمٌ (سورۂ بقرہ آیت ۲۰۸)۔	حکمت والے ہیں۔

تشریح: علامہ واحدی نیشاپوریؒ ''الوسیط'' میں لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے اصحاب کے سلسلہ میں نازل ہوئی اور ہوا یہ تھا کہ جب یہ لوگ نبی کریم ﷺ پر ایمان لا چکے اور شریعت مطہرہ پر عمل کرنے لگے تو ایک دفعہ ان لوگوں کے خیال وذہن میں اپنے پرانے دین یہودیت کے بعض احکامات پرعمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا کیونکہ یہ پہلے اس دین پر قائم تھے یہ سوچ کر انہوں نے سنیچر (Saturday) کے دن کی تعظیم شروع

کردی اور اونٹوں کا گوشت اور دودھ اپنے اوپر حرام وممنوع قرار دیدیا تو دوسرے مسلمانوں نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ کیا طریقہ ہے مسلمان ہونے کے بعد اب دوسرے مذہب پر عمل نہیں کیا جاسکتا، انہوں نے کہا کہ ہم دونوں پر عمل کرنے کا خیال رکھتے ہیں اور یہ بات نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھی گئی تو اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی اس میں ان کو اس طرز عمل سے باز رہنے کا حکم دیا گیا اور یہ کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور یہ کہ ایسا خیال شیطانی خیال ہے وہ آہستہ آہستہ اس طرح ایمان اور ہدایت سے دور کرنے کی سازش کر رہا ہے وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

دیکھو تمہارے پاس قرآن کریم کے ذریعہ ہدایات، مواعظ، اور مکمل نظامِ زندگی آچکا ہے اس کے بعد اگر تم کسی اور دین و مذہب کو اختیار اور پسند کرو گے اس میں تمہارے لئے سخت نقصان و خطرہ ہوگا، اللہ پاک انتقام لیں گے اور وہ غالب ہیں ان سے تم کو کوئی نہیں بچا سکے گا اور جو نظام انہوں نے دیا ہے وہ انتہائی حکمت و مصلحت پر مبنی ہے کیونکہ وہ اس نظام کو نازل کرنے والا حکیم ہے۔

سورۂ نور میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا	اے ایمان والو! تم شیطان
لَاتَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطٰنِ	کے قدم بقدم مت چلو اور جو شخص
وَمَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّیْطٰنِ	شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے تو وہ بے
فَاِنَّهٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ	حیائی اور نامعقول ہی کام کرنے کو کہے

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ	گا اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوتا
وَرَحْمَتُهٗ مَازَكٰى مِنْكُمْ مِنْ	تو تم میں سے کوئی کبھی بھی پاک وصاف
اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ	نہ ہوتا اور لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے
مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ	پاک وصاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب
عَلِيْمٌ○ (سورۂ نور آیت:۲۱)۔	کچھ سنتا سب کچھ جانتا ہے (بیان القرآن)۔

فائدہ: اس آیت کریمہ نے اول آیت کی تشریح کر دی ہے کہ شیطان کے خطوات یعنی نقوش قدم اس کے منصوبے اس کے پلان کیا ہیں تو اس جگہ وضاحت آ گئی ہے کہ جملہ بے حیائی کے کام اور جملہ منکرات قبائح اعمال وافعال اور اس قسم کی سب باتیں پھیلانا جن کے ذریعہ فحش بے حیائی بے شرمی فسق وفجور اور رب تعالیٰ شانہ کی نافرمانیوں والے کام وجود میں آتے ہیں، منکرات یہ ہیں شیطانی خطوات یہ ہیں، اس کا پلان یہ ہے اس کے منصوبے یہ ہیں، ان باتوں کا یہ حکم کرتا ہے اور ترغیب دیتا ہے اور ان باتوں کی نشر واشاعت میں مشغول رہتا ہے اور یہ بھی پورا ایک نیٹ ورک ہے اور اس کے لئے بھی ایک بہت بڑا میدان ہے بہت سے افراد ہیں بہت سی تنظیمیں اور جماعتیں ہیں جو منکر اعمال کفر وشرک بدعات وخرافات اور بے حیائی والے معاملات پھیلاتے ہیں اس لئے اخبارات ٹیلی ویژن، موبائل، اور ہر قسم کا میڈیا اس کے پاس موجود ہے، قرآن کریم نے اس پورے نظام کو خطوات شیطانی کا نام دیا ہے جو اس جال میں پھنسا وہ خراب وتباہ ہو گیا **اللهم احفظنا من كل بلاء الدنيا وعذاب الآخرة**۔

جنت میں داخلہ کے لئے امتحان ہوگا

رحمٰن تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَمْ حَسِبْتُــمْ اَنْ	کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ویسے
تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا	ہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی
يَاْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ	تمہارے اوپر گذشتہ لوگوں جیسی باتیں نہیں
خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ	آئی ہیں ان کو فقر و غربت سے اور مصیبت
الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ	سے دوچار ہونا پڑتا تھا اور مختلف بلاں اور
وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ	پریشانیوں سے جھڑجھڑا دئے گئے یہاں
الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	تک کہ رسول اور ایمان والے کہنے لگے
مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ	اللہ تعالیٰ کی نصرت کب آئے گی، خبردار!
نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۔	اللہ کی نصرت قریب ہے۔

تشریح: علامہ واحدی نیشا پوریؒ حضرت عطاءؒ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ ہجرت فرما کر تشریف لے آئے تو چونکہ بہت سے حضرات بلا مال و دولت خالی ہاتھ آگئے تھے اور اپنا سارا مال و جائیداد مکہ معظّمہ میں کفار کے قبضہ میں چھوڑ کر آگئے تھے اس لئے ان پر شروع کا وقت بہت سخت گذرا۔ ادھر یہ ہوا اور اِدھر یہ ہوا کہ مدینہ طیبہ میں رہنے والے خبیث یہود اپنی شرارت کر رہے تھے اور نبی کریم ﷺ کے خلاف مکمل سازش کر رہے تھے تو اللہ پاک نے قلوب

کی راحت کے لئے سمجھانے اور تسلی دینے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی کہ دیکھو تم ابھی سے گھبرا گئے ہو حالانکہ تم سے پہلے ایمان والوں کو بھی قسم قسم کی تکالیف اور آزمائش سے گذرنا پڑا ہے، فقروفاقے، مصیبت وبھوک کی شدت اور دوسری سختیاں انہوں نے بھی برداشت کی تھیں حتیٰ کہ اس دور کے نبی اور ایمان والے پکار اٹھے کہ یا اللہ تیری نصرت کب آئے گی، تب اللہ پاک نے فرمایا کہ عنقریب نصرت آنے والی ہے، لہذا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، اس آیت سے موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لئے بڑی تسلی کا سامان ملتا ہے۔

یہ کیفیت جہاں اور انبیاءؑ پر گذری سید عالم ﷺ پر بھی گذری غزوۂ احزاب کے موقع پر اس قدر شدت کی حالت گذری کہ صحابہ کرامؓ کو صبر کرنا مشکل ہو گیا اور بہت زیادہ پریشان ہوئے اور گھبرائے اور نصرت باری کے طلب گار ہوئے اس کی شدت کا نقشہ اللہ پاک نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:

اِذْجَآءُوْكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ○ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ○ (سورۂ احزاب آیت:۲۱)۔	جبکہ وہ لوگ تم پر آچڑھے تھے اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے کی طرف سے بھی اور جبکہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں اور کلیجے منھ کو آنے لگے تھے اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے اس موقع پر مسلمانوں کا امتحان کیا گیا اور سخت زلزلہ میں ڈالے گئے۔

(١٦) يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّـقُـوااللّٰـهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَـاهِـدُوْا فِـيْ سَبِيْلِـهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O (سورۂ مائدہ آیت:۳۵)۔

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کیا کرو اور اس کی راہ میں جہاد کیا کرو تا کہ کامیابی سے سرفراز ہو جاؤ۔

وسیلہ اعمال صالحہ ہیں

مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک کے عذاب سے ڈرو اور معصیتوں سے بچو اور اپنے لئے اللہ پاک کے ثواب اور قرب کو پانے کیلئے اعمال صالحہ کو وسیلہ بناؤ وسیلہ وہ چیز جس کو ذریعہ بنایا جائے کسی تک پہنچنے کا یہاں اللہ پاک تک پہنچنے کا وسیلہ بنانے کا حکم وارد ہوا ہے۔

تفسیر سعدی رص:۲۸۶رج:۲رمیں لکھتے ہیں کہ قرب الٰہی اور اس کے پاس نزدیکی تلاش کرو ،اللہ پاک کی محبت چاہو اور یہ جب حاصل ہوگا جب فرائض قلبیہ: محبت الٰہی اور خوف الٰہی اور اللہ پاک سے امید، انابت اور توکل علی اللہ اختیار کرو گے اور عبادات بدنیہ: نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرو گے اور قرأت قرآن اور ذکر اللہ میں مصروف رہو گے اور خلق خدا کے ساتھ طرح طرح کے احسان کرو گے یعنی جس کے پاس علم ہے وہ علم تقسیم کرے جس کے پاس مال ہو وہ مال تقسیم کرے جو اپنے عہد و مرتبہ کے ذریعہ فائدہ پہنچا سکتا ہو وہ اس راستہ سے فائدہ پہنچائے اور جب بدن سے دوسروں کی خدمت کرسکتا ہو تو اللہ کی مخلوق کو اپنے بدن سے نفع پہنچائے اور بندگان خدا کی خیر خواہی میں لگے کیونکہ اللہ پاک کو وہی بندہ پسند ہے جو ان کی مخلوق پر مہربان ہو

اوران کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ہو اسی لئے حدیث پاک میں فرمایا گیا **ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء** تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا پس یہ سب اعمال تقرب عنداللہ کا وسیلہ اور ذریعہ اور سبب ہیں۔

اور اعمال صالحہ عبادت خالق وخدمت مخلوق کے ذریعہ اللہ کا مقرب بنتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ پاک کا محبوب بندہ بن جاتا ہے اور جب اللہ پاک کا پیارا بن جاتا ہے تو اس کے جملہ اعضاء مرضیات الٰہیہ کے مطابق کام کرتے ہیں اب اس کا سننا، بولنا، چلنا، دیکھنا، پکڑنا سب اللہ کیلئے ہوتا ہے اور باری تعالیٰ اس سے کام لیتے ہیں وہ بندہ اللہ پاک کا رسہ آلہ اور نمائندہ خاص بندہ بن جاتا ہے اور اس کی دعا قبول ہوتی ہے ویسے بھی وہ اعمال جو خالص اللہ کیلئے کئے جاتے ہیں ان کو وسیلہ بنا کر دعا قبول ہوتی ہے، معلوم ہوا اعمال صالحہ مخلصہ وسیلہ قرب الٰہی ہیں جیسا کہ ایک غار میں پھنس نے والوں نے اپنے اپنے اعمال صالحہ کے ذریعہ دعا کی تھی اور نجات پائی تھی جیسا کہ بخاری شریف کے حوالہ سے حدیث صفحہ نمبر: پر بھی آئی ہے۔

تفسیر سعدی میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اللہ پاک نے ان عبادات میں جو ذریعہ ہیں قرب الٰہی کا صرف جہاد مع الکفار کو ذکر کیا ہے کیونکہ وہ سب سے زیادہ مشکل اور دشوار امر دینی ہے جو اس پر قادر ہوگا وہ دوسری عبادات پر بطریق اولیٰ قائم ہوگا، معلوم ہوا کہ یہ قسم عبادات میں سے افضل اور عظیم تر ہے (تفسیر سعدی ۲۸۶، ج:۲)۔

وسیلہ جنت کا اعلیٰ مقام ہے

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وسیلہ جنت عدن میں ایک اعلیٰ مقام

ہے جوصرف اللہ کے سب سے بڑے رسول رحمت عالم ﷺ کیلئے مقرر ہے، اسی لئے حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ میرے لئے اللہ پاک سے وسیلہ کا سوال کرو کہ وہ جنت میں ایک مرتبہ ہے جوصرف ایک بندہ کو ملے گا اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا، اسی لئے اذان کے بعد کی دعا میں یہ دعا تعلیم دی گئی ہے **اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلاۃ القائمۃ آت محمدا الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ** جو شخص یہ دعا پڑھے گا اس کیلئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری سفارش ضرور ہوگی یہ تفسیر حضرت عطاءؒ سے مروی ہے، بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ یہ مقام اعلیٰ وسیلہ جوصرف رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہوگا آپ کیلئے اس کا ملنا امت کی دعا پر موقوف ہے، اللہ پاک نے اس جگہ یہ بتا دیا کہ سب ایک دوسرے کے سہارے کے محتاج ہیں سوائے میرے سبحان اللہ، حتیٰ کہ میرا محبوب بھی **صلی اللہ علیہ وسلم الف الف مرۃ بقدر کل ذرۃ۔**

صاحب روح البیان رص: ۳۸۸ رج: ۲ ر پر فرماتے ہیں کہ مقام وسیلہ امت کی دعا پر موقوف رکھا گیا ہے ایک حکمت الٰہیہ کے تحت جو مخفی ہے اس دعا کی برکت سے اللہ پاک کی سعادت حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے اور یہ کہ ہم خیر امت ہیں جس کے ذریعہ اللہ پاک نے سلسلہ ختم کر دیا نہ اب کوئی نبی ہوگا نہ اور کوئی امت ہوگی اور آپ ﷺ اب سب کیلئے کافی ہیں جو قیامت تک ہوں گے، آپ ﷺ کے طفیل اس امت کا بھی عنداللہ ایک مقام و مرتبہ ہے جو اس بات سے واضح ہوتا ہے کہ وسیلہ کا ملنا اس امت کی دعا پر موقوف رکھا گیا ہے اس وجہ سے ہمیں اس کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے پیارے رسول ﷺ

کیلئے دعا کریں تا کہ وہ آپ کو مل سکے **وھذامن باب الغیرۃ الالٰھیہ۔**

کامیابی کیلئے چار باتیں ضروری ہیں ان مذکورہ کاموں پر کامیابی کا دارومدار ہے **لعلکم تفلحون**، کس چیز میں کامیابی ہے صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ اللہ پاک تک وصول میں کامیابی ہو جائے اور فوز حقیقی تک پہنچائے آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ فلاح و کامیابی چار چیزوں میں ہے (۱) ایمان جس کے ذریعہ انسان ظلمات کفر سے بچتا ہے اور یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ نور الٰہی کے چھینٹے اس کی خلقت کے ابتدا ہی سے اس پر واقع ہوتے ہیں (۲) دوسرے تقویٰ جہاں سے اخلاق مرضیہ پیدا ہوتے ہیں اور یہ تقویٰ اعمال شرعیہ کا منبع اور سرچشمہ ہے جس کے ذریعہ انسان معاصی کی ظلمت سے خلاصی پاتا ہے (۳) وسیلہ کی تلاش جس کے ذریعہ ایک مومن بندہ اپنے وجود کی ظلمت سے اور اس کے اوصاف سے نجات پاتا ہے (۴) جہاد فی سبیل اللہ جس کے ذریعہ انسان کو ذات باری تعالیٰ کمال فنائیت کا مقام حاصل ہوتا ہے اور جملہ ظلمات سے نکال کر اپنے وجود کی ظلمت سے شہود باری کے نور میں پہنچ کر کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

اب آیت کے معنیٰ یہ ہوئے کہ اے ایمان والو جن کو نور الٰہی حاصل ہوا ہے اللہ پاک سے ڈرو یعنی اپنے اخلاق ذمیمہ تبدیل کرو **وابتغوا الیہ الوسیلۃ** وسیلہ پکڑو ان اوصاف کے فناء کرنے میں اور اللہ کے راستہ میں محنت کرو اپنے وجود کو وجود باری میں فنا کرو تا کہ کامیابی ملے، معبود حقیقی کی جانب سے مقصود پا کر (کذافی التاویلات النجمیہ)۔

صاحب روح البیان یہ بھی لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ اس بات کی بھی صراحت کرتی ہے کہ اللہ پاک کے وصول کیلئے وسیلہ ضروری ہے، وسیلہ کے بغیر کام نہیں بن

سکتا ہے اور وہ وسیلہ علماء حقیقت اور مشائخ طریقت ہیں جن کے رئیس انبیاء ومرسلین ہیں وہ پہلے درجہ کے حضرات ہیں بعد میں ان کے نقش قدم پر شریعت اور طریقت کی رہبری کرنے والے اور حضرات ہیں۔

ضرورتِ مرشد

حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں:

قطع ایں مرحلہ بے ہمرہیٔ خضر مکن ظلماتست بترس از خطر گمراہی

نفس کے ساتھ عمل صالح کرنے میں بھی خطرہ ہی خطرہ ہے اور وہ عمل صالح جب کسی مرشد ولی صالح کے کہنے سے اور اس کی نگرانی میں ہوگا مرشد طریقت کی ہدایت کے مطابق ہوگا اس میں خطرہ نہیں اس سے حجابات کے دور ہونے میں اور نفس سے پاکیزگی میں تعاون ملے گا اور وہ عمل طالب کو رب الارباب تک پہنچائے گا ورنہ گمراہی کا خطرہ رہے گا۔

نفس نتواں کشت الاّ ظلِّ پیر دامن آں نفس کش راسخت گیر

شیخ ابوالحسن شاذلی کی ایک حکایت

شیخ ابوالحسن شاذلیؒ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا ایک دوست ایک پہاڑ کی غار میں اللہ پاک کی طلب میں داخل ہوئے تاکہ وصول الی اللہ کیلئے مجاہدہ ومحنت کرسکیں، چنانچہ ہم نے وہیں ایک زمانہ قیام کیا اور آپس میں ہم کہتے رہے کہ عنقریب کامیابی وکامرانی حاصل کرلیں گے، ایک دن ہمارے پاس ایک شخص بڑی زبردست

ہیبت وجلال والا آیا ہم نے اس کے چہرہ اور حالات سے جان لیا کہ یہ شخص اولیاء اللہ کے گروہ میں سے ہے ہم نے اس کو سلام کیا اور حال دریافت کیا اس نے کہا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو یہ سوچ کر عبادت کر رہے ہیں کہ کل یا پرسوں کامیاب ہو جائیں گے اور جلدی ہی فتح ونصرت ہاتھ آئے گی ، اے نفس پرست لوگوں اللہ پاک کی اخلاص کے ساتھ عبادت کرو اور جلدی نہ کرو ہم نے اس کلام سے جان لیا کہ اللہ پاک کی طرف سے ہمیں ایقاظ ہے تنبیہ کی گئی ہے ہم نے اس کیفیت سے توبہ واستغفار کیا اور پھر اپنے کام میں لگ گئے اور الحمدللہ کچھ مدت بعد کامیاب ہوئے وصول الی اللہ سے سرشار ہوئے ، لہذا معلوم ہوا کہ تمام غیر ضروری تعلقات ہر طرف سے ختم کرنا ضروری ہے تاکہ سالک الی اللہ کو حقیقت حال منکشف ہو۔

حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں

خدائی دوست نکردیم عمر مال دریغ　　　　که کار عشق زما ایں قدر نمی آید

بغیر مرشد کامل اور رہبر صادق کے اگر وصول الی اللہ ہو جایا کرتا تو لاکھوں حضرات مشائخ اولیاء اللہ سے کیوں وابستہ ہوتے اور ان کی خدمت میں مجاہدہ کرتے انہوں نے راز حقیقت کو خوب سمجھا اور اپنے مشائخ پر مر مٹے اور ان کے اشارہ پر قربان ہوئے اور خانقاہوں میں وقت گذار کر منزل مقصود کو پہنچے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کے خادم

معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ اخبار امت ، صلحاء کی محبت ایک شرف عظیم اور سعادت عظمیٰ ہے کہتے ہیں کہ شیخ بایزید بسطامیؒ کا ایک مرید خادم مغربی شخص تھا منکر

نکیر کے سوال وجواب کی بات چل رہی تھی وہ بولا کہ منکر نکیر ہم سے سوال کریں گے لوگوں نے کہا تجھ کو کیسے پتہ ہے کہنے لگا کہ میرے مرنے کے بعد میری قبر پر بیٹھ جانا یہاں تک کہ تم یہ بات سن لو، جب اس خادم کا انتقال ہوگیا لوگ اس کی قبر پر بیٹھے اور منکر نکیر آئے اور اس سے پوچھ تاچھ کی لوگوں نے سنا کہ وہ کہہ رہا ہے میں نے اتنے زمانہ بایزید کا جھولا اپنی گردن پر اٹھایا ہے مجھے کیا سوال کرنے آئے ہو، منکر نکیر چلے گئے اور اس کو کچھ نہ کہا یہ سب باتیں اہل اللہ کی برکت سے مستبعد نہیں ہیں۔

متقی حضرات ہی عبادالرحمٰن ہیں جواللہ کو پیارے ہیں

جن کا تذکرہ خالق ارض وسموات نے اس طرح فرمایا ہے:

(۱۷)وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوا سَلَامًاo وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًاo وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا کَانَ غَرَامًاo اِنَّهَا سَآئَتْ	اور رحمٰن کے خاص الخاص بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر عاجزی کے ساتھ (متواضعانہ انداز سے) اور جب بات کرنے لگیں ان سے جاہل لوگ تو صاحب سلامت کہہ کر رخصت ہوجاتے ہیں اور وہ لوگ جو رات گذارتے ہیں اپنے رب کے آگے سجدے اور قیام کی حالت میں وہ لوگ یہ دعا مانگتے رہتے ہیں اے رب! ہم سے عذاب جہنم کو دور رکھئے بے شک اس کا عذاب دائم ولازم ہے۔ بلاشبہ وہ بری جگہ ہے رہنے کی اور

مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا o وَالَّذِيْنَ
اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ
يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ
قَوَامًا o وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ
مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا
يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ
اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ
وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ
اَثَامًا o يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ
مُهَانًا o اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ
وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا
فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ
سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ط وَكَانَ
اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا o وَمَنْ
تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ
يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ
مَتَابًا o وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ
الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ

ٹھہرنے کی، اور وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر، اور بدکاری نہیں کرتے اور جو کرے یہ کام وہ اپنے کئے کو پائے گا قیامت کے دن اسے دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ ذلیل ہوکر اس عذاب میں پڑا رہے گا، مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف خاص طور پر رجوع کر رہا ہے اور وہ بے ہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر بے ہودہ لوگوں کے پاس سے گذریں تو سنجیدگی کے ساتھ گذر جاتے ہیں اور وہ لوگ کہ جب ان کو ان کے پروردگار کی آیتوں سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے ہوکر نہیں

مَرُّوْا كِرَامًا o وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا o وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا o اُوْلٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا o خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا o قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا o (سورۂ فرقان)۔

گرتے اور وہ ایسے ہیں کہ دعاء کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور اے اللہ ہم کو پرہیز گاروں کا پیشوا بنادے، ایسے لوگوں کو بالا خانے ملیں گے کیونکہ وہ طاعت پر ثابت قدم رہے اور لینے آویں گے ان کو وہاں دعاء وسلامتی کہتے ہوئے، ہمیشہ ہمیشہ رہا کریں گے ان میں، بلاشبہ بہشت نہایت عمدہ آرامگاہ اور قیام گاہ ہے، کہہ دیجئے آپ ﷺ کہ میرا رب تمہاری پرواہ نہیں کریگا اگر تم عبادت نہ کروگے سوتم تو جھوٹا سمجھتے ہوتو عنقریب یہ وبال جان ہوگا۔

رحمٰن کے خاص بندے

فائدہ نمبر:۱) اس آیت مقدسہ میں عبادالرحمٰن یعنی رحمٰن کے بندے فرمایا رحمٰن کے بندے تو سب ہی ہیں مگر جو حقیقت میں عبادالرحمٰن کہے جانے کے لائق ہیں وہ یہی ہیں کیونکہ بہت سے دنیا کے بندے ہیں وہ عبادالدنیا ہیں اور بہت سے شیطان کے بندے ہیں اور بہت

سے نفس اورخواہشات کے بندے ہیں یہ سب اس لائق نہیں کہ ان کواللہ کے بندے کہا جائے ان کوشیطان اورنفس اورخواہش اوردنیا کا بندہ کہا جائے گا،حدیث شریف میں ہے:

عن اسما بنت عميس الخثعمية قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول بئس العبد عبد تخيل واختال ونسي الكبير المتعال وبئس العبد عبد تجبر واعتدى ونسي الجبار الاعلى بئس العبد عبد سهاولها ونسي المقابر والبلى بئس العبد عبد عتا وطغى ونسي المبتدأ والمنتهى بئس العبد عبد يختل الدنيا بالدين بئس العبد عبد يختل الدين بالشبهات بئس العبد عبد طمع يقوده بئس العبد عبد هوىً يضله بئس العبد عبد رغب يذله (ترمذی شریف/ص:۱۷/ج:۲)۔

:حضرت اسماء بنت عمیس خثعمیہ کہتی ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا کتنا برا ہے وہ بندہ جس نے خیال خام میں مبتلا ہوکر غرور کیا پھر خدائے بزرگ وبرتر کو بھول گیا پھر وہ شخص بھی کتنا بدتر ہے جس نے تکبر کیا اورکسی کے ساتھ زیادتی کی پھر جبار کو بھول گیا اسی طرح وہ شخص بھی جو کھیل کود میں مشغول ہوکر قبروں اور ہڈیوں کے گل سڑ جانے کو بھول گیا، نیز وہ بندہ بھی جس نے حد سے تجاوز کیا او رسرکشی کی اوراپنی ابتداء خلقت اور انتہا کو بھول گیا، اوروہ بندہ بھی کتنا براہے جو دین کوشبہات کے ساتھ خلط ملط کرتاہے اوروہ بندہ جسے لالچ کھینچے پھرتا ہے اوروہ بندہ جسے اس کی خواہشات گمراہ کردیتی ہیں اوروہ بندہ جسے اس کی رغبت ذلیل کردیتی ہے۔

اس قسم کے لوگوں کو بعض روایات میں عبدالدنیا، عبدالدرہم، عبدالخمیصہ فرمایا ہے، ارشادنبوی ہے۔

عبادالرحمٰن کی اجمالی صفات کا ایک خاکہ

اس آیت کریمہ میں عبادالرحمٰن کا بیان ہے بعض علماء نے فرمایا کہ عبادالرحمٰن کی صفت یہ ہے کہ عبادت ان کا زیور ہے فقران کی عزت وکرامت ہے، طاعت مولیٰ ان کی حلاوت ہے حُبُّ اللہ ان کی لذت ہے صرف اللہ پاک سے ان کو کام ہے تقویٰ ان کا زاد ہے ہدایت ان کی سواری ہے، قرآن ان کی گفتگو ہے ذکراللہ ان کی زینت ہے، قناعت ان کا خزانہ ہے، عبادت الٰہی ان کا کسب وپیشہ ہے، شیطان سے ان کی عداوت ہے، حق تعالیٰ ان کا نگراں ہے، دن ان کیلئے عبرت ہے، رات ان کے فکر کی آماجگاہ ہے، حیات ان کا مرحلہ ہے، موت ان کی منزل ہے، قبر ان کا قلعہ ہے، فردوس بریں ان کا مسکن ہے، رب العالمین کی زیارت ان کی آخری امید ہے (روح البیان/ص:۲۴۱/ج:۵)۔

تواضع کی حقیقت

سب سے پہلے اللہ پاک نے عبادالرحمٰن کے تعلق سے ان کی تواضع کا بیان کیا ہے کہ وہ جب زمین پر چلتے ہیں تو نہایت سکینت ووقار کے ساتھ چلتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ ان کے مزاج میں تواضع ہے تمام امور میں اوراسی کا اثر چلنے میں بھی ظاہر ہوتا ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ حضرات سکینت وتواضع کے ساتھ چلتے ہیں، فخر وریا اور تجبر واکڑ سے نہیں چلتے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جب انہوں نے اللہ پاک کی عظمت وہیبت، جلال وکبریائی کا مشاہدہ کرلیا تو ان کی ارواح اس کے آگے جھک گئیں اوران کے ابدان اس

کے آگے متواضع ہو گئے ان کے اندر نرمی آ گئی جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ ایمان والے لوگ بڑے نرم ہوتے ہیں اس اونٹ کی طرح جس کے ناک میں نکیل ہو اور اس کو جدھر لے جایا جائے وہ چل دے اگر کسی چٹان پر بٹھایا جائے تو وہاں بیٹھ جائے جس کا جس قدر مشاہدہ ہوگا اسی قدر اس کے اندر تواضع پیدا ہوگی، پھل دار درخت جھکتا ہے اور پانی کا سیلاب نشیب والے علاقہ کا رخ کرتا ہے، جیسا کہ شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے۔

جھگڑوں سے بچنے کی فضیلت

دوسری صفت یہ ہے کہ جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں اور جھگڑا کرتے ہیں تو ان سے سلامتی کے خواہاں ہوتے ہیں اور مختصر سلامتی والی بات کر کے الگ تھلگ ہو جاتے ہیں اور ان کے ساتھ ان کی طرح جہالت وسفاہت نہیں کرتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کے لئے انتقام نہیں لیتے، ہاں اگر اصلاح کیلئے شرعی طور پر کچھ تادیب کیلئے کاروائی کرنی پڑے تو الگ امر ہے، چونکہ یہ ایک بڑی صفت ہے اور صبر کے فضائل سابق میں گذر چکے ہیں۔

تہجد کی فضیلت

اور جو لوگ راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام میں لگے رہتے ہیں، یہاں عبادالرحمٰن کی صفت یہ مذکور ہوئی وہ شب بیداری کرتے ہیں اور اپنے رب کیلئے یعنی خالص ان کی رضا کیلئے حظ نفس کیلئے یہ مقدس عمل کرتے ہیں، ہمارے حضرت فاروقی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ لِرَبِّهِمْ کا جملہ غایت درجہ ان کے اخلاص کو بیان کرنے کیلئے فرمایا گیا ہے کہ ان کے پیش نظر ان کا رب ہے اور ان کا عمل انہیں

کیلئے ہے اور وہ رات اپنے رب کے حضور سجدہ اور قیام میں گذارتے ہیں اور یہاں سجدہ کو جو مقدم کیا گیا ہے وہ صرف رعایت تعبیر کیلئے ورنہ قیام سجدہ پر مقدم ہے، اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ سجدہ کی حالت میں بندہ اپنے رب سے زیادہ قرب پاتا ہے، اور اس وجہ سے بھی ہوسکتا ہے کہ کفار سجدہ کرنے سے تکبر کرتے ہیں یہاں تک کہ بعض کفار تو کہتے ہیں کہ میں سجدہ نہ کروں گا میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میری سرین سر سے اونچی ہوجائے۔

الغرض یہ مخلص اللہ والے حضرات اپنے رب کے حضور قیام وسجدہ میں گذارتے ہیں، بعضے پوری شب اور بعضے شب کا اکثر حصہ اور بعض کچھ حصہ جیسا جس کا ذوق ہوتا ہے جیسا کہ دوسری جگہ وارد ہوا ہے کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ اللَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ کہ وہ رات کو بہت کم سوتے ہیں اور رات میں اس عبادت کا خاص تذکرہ اس لئے فرمایا ہے کہ رات میں عبادت زیادہ دشوار ہے اور ریا سے دور اور یہ اس حال کا بیان ہے جو ان کا اپنے رب کے ساتھ قائم ہے پہلے ان کے دن کی حالت کا بیان تھا اس جگہ ان کی رات کا بیان آیا ہے، پوری رات نماز میں مشغول رہنے والے بھی بہت سے حضرات اولیاء اللہ ہیں ان میں مشہور شخصیات میں حضرت سعید بن المسیب، حضرت فضیل بن عیاض، ابوسلمان دارانی، حضرت حبیب عجمی، حضرت مالک بن دینار، حضرت رابعہ بصریہ وغیرہم شامل ہیں، ایسے ہی ایک بزرگ ہمارے کاندھلوی ہیں جو بہت عرصہ سے یہی معمول رکھتے ہیں پوری شب مسجد زکریا مدرسہ میں نماز پڑھتے ہیں اور کافی عمر رسیدہ ہیں ماشاء اللہ عبادت کی برکت سے بالکل صحیح وتندرست ہیں بلکہ جوانوں سے زیادہ صحت مند ہیں کہا کرتے ہیں کہ کہیں بدن میں تکلیف نہیں اور ہمیں

یہیں جنت کا مزہ آ رہا ہے سبحان اللہ۔

اور حدیث شریف میں ہے: **من کثر صلاتہ باللیل حسن وجھہ بالنھار** جو رات کو زیادہ عبادت کرتا ہے دن میں اس کے چہرہ کا حسن زیادہ ہوتا ہے، حضرت حفصہ بنت سیرینؒ جو حضرت امام المعبرین محمد بن سیرین کی بہن ہیں رات میں نصف قرآن کریم کی تلاوت کرتی تھیں اور نصف شب عبادت الٰہی کرتی تھیں بسا اوقات چراغ گل ہو جاتا صبح تک گھر روشن ہوتا بصرہ کی عابدات میں سے شمار ہوتی تھیں، حضرت محمد بن سیرین پر جب کوئی قرآن کریم کی مشکل ہوتی تو فرماتے جاؤ بہن کو دیکھو وہ کیسے پڑھتی ہیں لوگ جا کر سلام کرتے تو فرماتیں لوگو عبادت تو جوانی میں ہی ہوتی ہے، پوری رات نماز وتلاوت میں گذارتیں اور جب فجر قریب ہوتی تو کچھ دیر آرام فرماتی تھیں، پھر جاگ کر اٹھتیں اور کہتیں کہ اے نفس کتنا سوئے گا کھڑا ہو جا کہیں ایسی موت نہ آ جائے جس کے بعد صرف بروز قیامت ہی کھڑا ہو سکے یہ عمل رہا یہاں تک کہ موت آ گئی (روح البیان رص:۲۴۲ رج:۵)۔

تہجد چھوڑنے والا بہت سی خیر سے محروم ہے

اسی لئے حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ تہجد ضرور پڑھو چاہے بکری کا دودھ نکالے جانے کی مقدار ہی کیوں نہ ہو جو شخص رات کے قیام سے محروم ہو گیا جس وجہ سے بھی ہو چاہے سستی کی وجہ سے یا کمزور ارادہ کی وجہ سے یا اس نماز کی اہمیت نہ ہونی کی وجہ سے اس پر رو یا جائے اس نے ایک بہت بڑی خیر کا راستہ چھوڑ دیا۔

اور وہ شخص جس کو تہجد سے دنیاء کے کاموں کی فکر نہیں اور دنیا کے ساتھ

مشغولیت کی زیادتی نے اور بدن کی تھکاوٹ نے کھانے پینے کی زیادتی نے لہوولعب فضول باتوں اور حرام امور نے اور آرام نے اس نعمت عظمٰی سے محروم کردیا وہ بڑی خیر سے محروم ہوگیا اور جس نے اپنے وقت کو غنیمت جانا اور بیماری کو جان لیا اور اس کا علاج کیا اور بے کار نہیں رہا تو وہ بسا غنیمت ہے، تہجد وقیام لیل کی فضیلت پر روشنی ڈالنے والی چند آیات واحادیث لکھی جاتی ہیں۔

(۱) تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّارَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ o فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآاُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً م بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورۂ سجدہ آیت:۱۵)۔

ان کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں اس طور پر کہ وہ لوگ اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں، سو کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کیلئے خزانہ غیب میں موجود ہے، یہ ان کو ان کے اعمال کا صلہ ملا ہے۔

فائدہ: آیت مبارکہ تہجد گذاروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، چنانچہ حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ سب سے افضل صیام رمضان المبارک کے بعد شہراللہ حرم کے روزے ہیں اور فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے (روح البیان ص:۱۱۹ ج:۷)۔

اور اس کی تائید حضرت معاذؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم کو ابواب خیر نہ بتاؤں پھر آپ نے ابواب خیر کو شمار فرمایا (۱) روزہ

(۲)صدقہ (۳)درمیان شب کی نماز (فضائل تہجد رص:۷)۔

حضرت اویس قرنیؒ کسی شب کے بارے میں فرماتے کہ یہ رکوع کی رات ہے اور پھر پوری شب عبادت میں لگ جاتے اور ایک ہی رکوع میں پوری رات مکمل کر دیتے اور کبھی فرماتے کہ یہ سجدہ کی رات ہے اور پوری شب ایک ہی سجدہ میں گذار دیتے اور صبح کر دیتے اور دیر تک آہ وزاری کرتے رہتے، اقوال سلف رص:۵۰۲رج:۱ر پر بھی ہمارے شیخ ومرشد حضرت اقدس شاہ قمرالزماں صاحب نے ان کی عبادت روزوں کی کثرت اور صدقہ وخیرات اور ذکراللہ کی کثرت کا تذکرہ فرمایا اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کے بعد آپ کی ذات ہی تصوف کا مرجع ہے اور حضرات صوفیا کے بہت سے سلسلے آپ کی ذات پر منتہی ہوتے ہیں۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ پاک ان دوشخصوں سے بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں ایک وہ بندہ جو اپنے لحاف بستر وگدے سے اپنے محبوب بال بچوں کے درمیان سے نکل کر نماز تہجد میں مصروف ہوتا ہے کہ یہ شخص اللہ پاک کی رضامندی ورغبت فیما عنداللہ اور خوف عذاب کی وجہ سے عبادت میں مصروف ہے اور دوسرا بندہ جو خدا کے راستہ میں نکلا تھا ساتھی گئے اس نے یہ جان لیا نہ اب بھاگ نے کا موقع ہے اور کوئی راستہ نہیں بچا پھر جہاد میں لگ گیا یہاں تک کہ شہید ہوگیا اللہ پاک فرشتوں کو فرماتے ہیں دیکھو میرے اس بندے کو اس نے میری رضاء اور نعمتوں کی رغبت میں جان قربان کردی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایسے میاں بیوی سے اللہ پاک بہت خوش ہوتے ہیں جوایک دوسرے کوتہجد گذاری کیلئے بیدار کرتے ہیں اور عبادت الٰہی میں مصروف ہوتے ہیں ان کو ذاکرین ذاکرات میں لکھ دیا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: **عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن في الجنة لغرفا يرى ظهورها من بطونها وبطونها من ظهورها فقام إليه أعرابي فقال لمن هي يانبي الله قال هي لمن أطاب الكلام وأطعم الطعام وأدام الصيام وصلى لله بالليل والناس نيام** (ترمذی شریف رص:۷۹رج:۲)۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا جنت میں ایسے کمرے ہوں گے جن کا اندرونی منظر باہر سے اور بیرونی منظر اندر سے نظر آئے گا، ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور عرض کیا وہ کس کیلئے ہوں گے یارسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو اچھی باتیں کریں گے لوگوں کو کھانا کھلائیں گے، ہمیشہ روزے رکھیں گے اور رات کو جب لوگ سو جاتے ہیں تو اللہ کیلئے نماز پڑھیں گے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے رحمت عالم ﷺ کی مدح میں جو اشعار کہے ہیں ان میں بھی یہ مضمون ذکر کیا ہے:

وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْ كِتَابَهٗ — إِذَاانْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِّنَ الْفَجْرِ سَاطِعٗ

أَرَانَا الْهُدٰى بَعْدَالْعَمٰى فَقُلُوْبُنَا — بِهٖ مُوْقِنَاتٌ اَنَّ مَاقَالَ وَاقِعٗ

يَبِيْتُ يُجَافِيْ جَنْبَهٗ عَنْ فِرَاشِهٖ — إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ

(بخاری شریف رص:۱۵۵رج:۱)

ترجمہ: اور ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو اس کی کتاب پڑھتے ہیں، جب کہ فجر

طلوع ہوتی ہے۔ہمیں راہِ راست دکھایا اس کے بعد کہ جہالت کی تاریکی میں تھے، چنانچہ ہمارے دل یقین کرتے ہیں کہ جو کچھ آپؐ نے فرمایا وہ ہوکر رہے گا۔ وہ رات گزارتے ہیں تو اس حال میں کہ بستر سے آپ کا پہلو جدا ہوتا ہے، جب کہ بستر ان مشرکین کی وجہ سے بوجھل ہوتے ہیں۔

اہلِ کرم کون ہیں

بعض علماء نے لکھا ہے کہ قیامت کے دن اللہ پاک تمام اولین وآخرین کوجمع کریں گےتو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا جوتمام مخلوق خدا سنے گی کہ آج سب جان لیں کہ اللہ کے کرم کے سب سے زیادہ لائق کون ہیں پھر اعلان کرنے والا لوٹ جائے گا اور دوبارہ اعلان کرے گا کہ وہ لوگ کھڑے ہوجائیں جن کے پہلو اپنے بستروں سے اللہ کیلئے الگ رہتے تھے اور راتوں میں اللہ پاک کی عبادت کرتے تھے، چنانچہ تہجد گذار بندے کھڑے ہوں گے اور وہ بہت کم ہوں گے، پھر اعلان ہوگا وہ لوگ کھڑے ہوجائیں جو ہر حال میں اللہ پاک کی حمد کرتے تھے خوشی کی حالت ہو یا غم وپریشانی کی حالت ہو، چنانچہ اس صفت کے حامل لوگ کھڑے ہوں گے اور وہ بہت کم ہوں گے، پھر سب جنت کی طرف چلے جائیں گے پھر باقی لوگوں کا حساب وکتاب ہوگا (روح البیان ص:۱۲۰؍ج:۷)۔

تہجد بلند ہمت لوگوں کا کام ہے

جاننا چاہئے کہ قیام لیل علو ہمت والوں کا کام ہے، جو اللہ پاک کی طرف سے ایک خاص نعمت ہے جس کو میسر آجائے پس جس کو یہ سعادت کبری میسر آجائے تو وہ

بیدار ہواور رات کا یہ وظیفہ اور دوسرے وظائف تلاوت ، اذکار ، رونا ، دعا کرنا ، ضروری اختیار کرے کہ یہ خاص قرب الٰہی کا وقت ہے۔

حضرت ابوسلیمان کی حکایت

حضرت ابوسلیمان دارائیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں اپنا وظیفہ پڑھے بغیر سو گیا تو دیکھتا ہوں کہ ایک حور کہہ رہی ہے کہ اے ابوسلیمان راتوں کو سوتے ہو اور میں تمہارے لئے ایک بہترین خیمہ کے اندر پانچسو برس سے تیاری کر رہی ہوں۔

ایک نوجوان کی حکایت

شیخ ابوبکر ضریرؒ فرماتے ہیں کہ میرے پڑوس میں ایک نوجوان تھا خوبصورت چہرہ والا دن میں روزہ رکھتا تھا اور رات کو جاگتا تھا اور بہت کم ایسا ہوتا ہے اس کے خلاف کرتا ہو ایک دن میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے استاذ آج کی رات مجھے نیند آئی اور میں اپنا وظیفہ تہجد وغیرہ نہ پڑھ سکا تو میں نے دیکھا کہ میری محراب پھٹی اور اس کے اندر سے کچھ حوریں نکلیں بہت ہی خوبصورت حسین وجمیل چہرہ والی ان میں سے ایک بہت ہی بڑی تھی اتنی بڑی بھی میں نے کبھی نہیں دیکھی میں نے کہا تم کس کی ہو اور یہ بدصورت جس کی ہے اس کیلئے ہلاکت ہو کہنے لگی کہ ہم تیری وہ راتیں ہیں جو عبادت الٰہی میں گذری ہیں تہجد اور دوسرے نیک کاموں میں اور یہ تیری بدصورت عورت وہ آج کی رات ہے پس اگر سوئے گا تو ایسی ملیگی جیسی میں ہوں پھر اس بدصورت عورت نے یہ شعر پڑھا ؎

أسال المولى واردنى إلى حالى　　فأنت قبحتنى من بين أشكالى
لاترقدن الليالى ماحيت فإن　　نمت الليالى فهن الدهر أمثالى

خوبصورت ایک لڑکی نے اس کا جواب دیا

أبشر بخير فقد نلت الغنى أبداً　　فى جنة الخلد فى روضات جنات
نحن اليالى اللواتى كنت تسهرها　　تتلوا القرآن بترجيع ورنات
أبشر وقد نلت ماترجوه من ملك　　بر يحود بافضال وفرهات
غداتراه تجلى غير محتجب　　تدنى إليه وتحظى بالتحيات

پھر اس نوجوان نے ایک چیخ ماری اور انتقال کر گیا۔

ایک بار ابلیس لعین حضرت یحییٰؑ کے سامنے ظاہر ہوا حضرت یحییٰؑ نے اس سے فرمایا کہ کبھی تو مجھ پر قادر ہوا ہو تو بتا کہنے لگا ایک بار قادر ہوا ہوں جب تم نے پیٹ بھر کھانا کھایا اور سو گئے تہجد کیلئے نہ اٹھ سکے جیسا کہ اس سے پہلے اٹھا کرتے تھے حضرت یحییٰؑ نے فرمایا کہ اب میں پیٹ بھر کھانا نہ کھاؤں گا خبیث شیطان نے کہا کوئی حرج نہیں ہے آج کے بعد میں کسی انسان کی کبھی خیر خواہی نہ کروں گا۔

باندازه خور زاد اگر مردی　　چنیں پر شکم آدمی یاخمی
ندارند تن پرور ان آگهی　　که پر معده باشد از حکمت تهی

(روح البیان،ص:۱۲۱،ج:۷)

ایک حدیث میں ہے: **عن بلال أن رسول الله ﷺ قال عليكم بقيام الليل فإنه داب الصالحين قبلكم وإن قيام الليل قربة إلى الله ومنها ة عن الإثم وتكفير للسيئات ومطردة للداء عن الجسد**(ترمذی شریف،ص:۱۹۵)۔

حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ راتوں کو نمازیں پڑھنے کی عادت بناؤ کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے نیز یہ کہ اس سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے، گناہوں سے دوری پیدا ہوتی ہے، یہ برائیوں کا کفارہ ہے اور بدنی امراض کو دور کرتی ہے۔

طول قیام افضل ہے یا کثرۃ سجدہ

پھر اس میں اختلاف ہے کہ لمبا قیام افضل ہے یا سجدوں کی کثرت، ایک جماعت نے کہا ہے کہ قیام کی زیادتی اور طول کیونکہ اس میں زیادہ قرات قرآن ہوگی اس لئے وہ افضل ہے اور ایک گروہ نے کہا کہ زیادہ سجدے کرنا کیونکہ اس میں تسبیحات زیادہ ہوں گی اور دونوں باتوں کی تائید دو حدیثوں سے ہوتی ہے، بعض روایات میں فرمایا کہ وہ نماز افضل ہے جس میں لمبا قیام ہو اور بعض روایت میں فرمایا کہ جیسا بندہ نماز پڑھتا ہے تو گناہ لا کر اس کے سر پر اور کندھے پر رکھے جاتے ہیں جب وہ رکوع وسجدہ کرتا ہے تو گناہ گر جاتے ہیں اور جیسے یہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمد ابن طلحہ کو جب انہوں نے سوال کیا کہ ایسا عمل بتلا دیجئے جو جنت میں داخل کر دے، فرمایا کہ سجدوں کی کثرت کرو کیونکہ ہر ہر سجدہ پر اللہ پاک گناہ معاف فرماتے ہیں اور درجات بلند کرتے ہیں، اور اصل یہ ہے کہ جس شخص کو جس میں جی لگے اور اخلاص میسر آئے وہی اس کیلئے افضل ہے کبھی اس پر عمل کرے اور کبھی اس پر عمل کرے دونوں طرح کی فضیلتیں اور برکتیں حاصل کرے (روح البیان ۲۴۳، ج:۶)۔ امام ترمذیؒ نے دونوں کے تعلق سے احادیث ذکر کی ہیں۔

عبادالرحمٰن کی خاص دعاء

اس آیت کے اندر عبادالرحمٰن کی ایک دعاء کا تذکرہ ہے اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا	اور جو دعائیں مانگتے ہیں کہ
اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ	اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے
عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا	عذاب کو دور کیجئے کیونکہ اس کا عذاب
سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ (سورۃ فرقان آیت:٦٥ تا٦٦)۔	پوری تباہی ہے، بیشک وہ جہنم برا ٹھکانہ ہےاور برا مقام ہے۔

اس جگہ عبادالرحمٰن کے خوف کی کیفیت کا حال مذکور ہوا ہے کہ باوجود ادائے حقوق اللہ وادائیگی حقوق العباد کے اللہ پاک سے اس قدر ڈرتے ہیں کہ دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کا عذاب دور فرما کیونکہ جہنم کا عذاب پوری تباہی ہےاور بیشک وہ برا ٹھکانہ ہےاور برا مقام ہے۔

ان کی یہ دعا نمازوں کے بعد بھی ہےاور عام اوقات میں بھی ہے۔

غرام: شر دائم وہلاکت لازم، یعنی جہنم کا عذاب کفار پر ہمیشہ لازم رہے گا کبھی نہیں ہٹے گا جیسا کہ غریم قرض خواہ اپنے مقروض کے ہمیشہ پیچھے لگا رہتا ہے، حضرت محمد بن کعب قرظیؒ نے فرمایا کہ اللہ پاک نے کفار سے اپنی نعمتوں کی قیمت مانگی تھی جس کو انہوں نے ادا نہیں کیا اس لئے اللہ پاک نے ان پر اپنا عذاب لازم کر دیا اوران کو جہنم میں داخل کر دیا۔

عبادالرحمٰن کا خوف

اس آیت پاک میں اس طرف اشارہ ہے کہ عبادالرحمٰن اپنے اچھے معاملات کے باوصف جومخلوق خدا کے ساتھ وابستہ ہیں اور عبادت حق تعالیٰ میں مشغول ہونے کے ساتھ اس قدر خائف رہتے ہیں کہ اللہ کے عذاب سے اور اللہ پاک سے تضرع وزاری کرتے ہیں کہ جہنم کا عذاب ان سے ہٹا دیا جائے اور انتہائی کوشش صرف کرتے ہیں جس قدر ان سے ہوسکتی ہے اور دعاء کے وقت اپنے آپ کو گنہگاروں کے درجہ میں اتار دیتے ہیں اور عذرخواہوں کے مقام پر کھڑا کردیتے ہیں اور لسان تذلل وعاجزی سے اللہ پاک سے مخاطب ہوتے ہیں اور یہ اس لئے کہ ان کو اپنے اعمال پر بھروسہ نہیں ہوتا اور ہمیشہ اپنے احوال پر یقین نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ (سورۃ مومنون آیت:٦٠)۔	اور جو لوگ جو کچھ دیتے ہیں اور جن کے دل اس سے خوف زدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں۔

اعمال صالحہ بھی کرتے ہیں اور ڈرتے بھی ہیں، شیخ سعدیؒ نے فرمایا:

بندہ گان بہ کہ از تقصیر خویش — عذر بدرگاہ خدائی آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش — کس نتواند کہ بجائے آورد

نیز فرمایا:

طریقت ہمت کامل یقین — نکوکار بودند و تقصیر بیں

بعض اکابر نے فرمایا کہ کس کا قدم عبودیت میں اس وقت راسخ نہیں ہوسکتا جبکہ وہ شخص اپنے افعال کوریا کاری نہ سمجھے اوراپنے احوال کوخالی دعوے نہ قرار دے، اور بعض علماء نے فرمایا کہ اللہ پاک سے دوستی کی علامت یہ ہے کہ اپنے اخلاص میں بندہ اپنے کوناقص سمجھے اوراپنے اذکار میں اپنے کوغافل جانے اوراپنے صدق وصفا میں اپنے آپ کوکم تر سمجھے، ایسے ہی دیگر معاملات میں اپنے اندر کمیاں اورکوتاہیاں محسوس کرے کہ ہر حال میں اللہ پاک کامحتاج سمجھے یہاں تک کہ اللہ پاک کے علاوہ سے بالکل فناء ہوجائے (روح البیان،ص:۲۴۴،ج:۶)۔

ایک اورعمدہ دعاء

یہ آیت کریمہ خاص کرنمازوں کے بعداورمطلقا دعاپردلالت کرتی ہے کہ وہ مخ العبادۃ ہے، عبادت کا مغز ہے، لہذا مصلی چاہے اکیلا ہوچاہے امام ہوچاہے مقتدی ہو دعاء کا خاص اہتمام کرنا چاہئے اوردعائیں توبہت ہیں جوقرآن وحدیث میں آئی ہیں وہ سب سے عمدہ ہیں، ایک عمدہ دعا یہ بھی ہے جس کوعوارف المعارف میں قوت القلوب سے نقل کیا ہے **اللهم صل علی محمد وعلیٰ اٰل محمد اللهم إنی أسالک الجنة وما قرب إليها من قول وعمل وأعوذبک من النار وماقرب إليها من قول وعمل اللهم استر عوراتی وآمن روعاتی وامل عثراتی اللهم إنی أسالک إيمانا لايرتد ونعيما لا ينفد وقرة عين الأبد ومرافقة نبيک محمد صلی الله عليه وسلم اللهم البس وجو هنا منک الحياء واملأ قلوبنا بک فرحا واسکن فی نفوسنا عظمتک وذَيِّل جوارحنا**

لخدمتک واجعلک أحب إلینا مما سواک اللهم افعل بنا ماأنت أهله ولا تفعل بنا مانحن أهله اللهم اغفرلی ولوالدی ورحمهما کما ربینی صغیرا واغفر لأعمامنا وعماتنا وإخواننا وخالاتنا وأزواجنا وذریتنا ولجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الأحیاء منهم والأموات یاأرحم الرحمین ویا خیر الغافرین (روح البیان ص:۲۴۴)۔

درمیانی طور پرخرچ کرنا چاہیئے

عباد الرحمٰن کی ایک صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اوران کا خرچ کرنا اسکے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے، اسراف اور تقصیر کے درمیان درمیان رہتے ہیں، قوام ''معتدل' یہ آیت ایک دوسری آیت کی نظیر ہے:

وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَاتَبْسُطْهَا کُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا○ (سورۂ بنی اسرائیل آیت:۲۹)۔

اورنہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہیئے اورنہ بالکل ہی کھول دینا چاہیئے ورنہ الزام خوردہ تہہ دست ہوکر بیٹھ رہو گے۔

یزید بن حبیبؒ نے فرمایا کہ اس آیت پاک میں حضرات صحابہ کرامؓ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ لوگ کھانا تنعم ولذت کیلئے نہ کھاتے تھے اور کپڑے برائے جمال وزینت استعمال نہ کرتے تھے بلکہ بھوک دور کرنے کیلئے اوراپنے رب کی عبادت پر قوت حاصل کرنے کیلئے اورضرورت کے مطابق گرمی سردی سے بچنے کیلئے استعمال کرتے تھے

(بغوی رص:۶۷ ۳رج:۳)اور یہ ان کے خرچ میں نہایت اعتدال تھا۔

اسراف وتبذیر کی مذمت

اسراف وتبذیر وتقتیر کی تفسیر میں علماء کرام کے متعدد اقوال ہیں، بعض حضرات نے فرمایا کہ معصیت میں تھوڑا بھی خرچ کرنا اسراف میں داخل ہے، زیادہ کا کوئی تصور ہی نہیں ہے اور اقتار یہ ہے کہ اللہ پاک کے حق فرض وواجب میں بھی خرچ نہ کرے، یہ حضرت ابن عباسؓ وامام مجاہدؒ کا قول ہے۔حضرت حسنؒ نے فرمایا آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ گناہوں کے کاموں میں خرچ نہیں کرتے اور فرائض کے مقام پر خرچ کرنے سے نہیں رکتے اور ایک جماعت نے کہا کہ حد سے زیادہ خرچ کرنا اسراف ہے اور تبذیر بھی اسی کو کہتے ہیں جس کو اللہ پاک نے فرمایا:

اِنَّ الْـمُبَـذِّرِیْـنَ کَـانُـوْٓا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنِ (سورۂ بنی اسرائیل آیت:۲۷) بیشک بے موقع اڑانے والے شیطان کے بھائی بند ہیں۔

کہ خرچ کرنے میں اسراف وتبذیر کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں، اور جہاں ضروری ہو خرچ کرنا وہاں سے باز رہنا تقصیر ہے، یہی مفہوم ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے، حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ کسی چیز کی اشتہا نہ ہو اس کو خریدے اور کھا جائے یہ اسراف ہے (بغوی رص:۶۷ ۳رج:۳)۔

ایک حکیم سے معلوم کیا گیا کہ تھوڑا خرچ کرنا کب اسراف ہوتا ہے اور زیادہ خرچ کرنا کب مناسب ہوتا ہے، اس نے جواب دیا کہ تھوڑا خرچ کرنا اگر باطل کے اندر ہے گناہ کے اندر ہے تو اسراف ہے اور زیادہ خرچ کرنا اگر حق وثواب کے کاموں

میں ہے تو ضروری ہے اسی باب سے وہ چیز ہے جس کو امام مجاہدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے پاس جبل ابی قبیس جو مکہ معظّمہ کا پہاڑ ہے کے برابر اللہ پاک کی مرضی اور طاعت میں خرچ کیا جائے تو اسراف نہ ہوگا اور اگر ایک درہم بھی اللہ پاک کی معصیت میں خرچ کرے گا تو مسرف ہوگا (روح البیان رص: ۲۴۵)۔

خلاصہ یہ ہے کہ جہاں شریعت نے خرچ کو فرض، واجب، مستحب قرار دیا ہے وہاں خرچ کرنا اسراف نہیں کتنا ہی کیوں نہ ہو بلکہ محمود ہے اور جس جگہ سے منع کیا ہے وہاں خرچ کرنا گناہ ہے اسراف ہے کتنا ہی کیوں نہ ہو پھر اسراف کا تعلق صرف مال ہی سے نہیں ہے دیگر ان امور سے بھی ہے جو خلاف شرع ہوں جیسا کہ اللہ پاک نے فرعون کو مِنَ الْمُسْرِفِیْنَ فرمایا ایسے ہی قوم لوط کو فرمایا بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (روح البیان)۔

غیر اللہ کی عبادت نہ کرنا

اور ان کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کی پرستش نہیں کرتے اس میں بت کی پرستش اور ایسے ہی قبر وغیرہ کی پرستش، سورج، چاند، ستاروں، درختوں، پہاڑوں، پتھروں کی پرستش سب آ گئی ہے یہ سب غیر اللہ ہیں اور اللہ پاک کے سوائے کسی اور کی عبادت شرک قبیح ہے، کوئی بھی نبی ہو یا فرشتہ ہو بزرگ ہو زندہ یا مردہ، سب اس میں شامل ہیں اور شرک تین قسم کا ہے (۱) غیر اللہ کی عبادت کرنا (۲) کسی مخلوق کی معصیت رب میں اطاعت کرنا (۳) غیر اللہ کو خوش کرنے کیلئے عمل صالح کرنا جس کو اللہ پاک کی رضا جوئی کیلئے کرنا تھا اول کفر ہے اور بعد والے معصیت ہیں۔

تاویلات نجمیہ میں ہے مطلب آیت کا یہ ہے کہ اپنی ضروریات کو غیر اللہ کے

سامنے نہیں رکھتے اور کسی کو نافع وضار نہیں سمجھتے بلکہ سب کچھ اللہ پاک کی جانب سے جانتے ہیں اور اپنے اعمال کو ریا وسمعۃ کے جذبات سے خراب نہیں کرتے اور اللہ پاک کے ساتھ کسی اور کو مطلوب مقصود نہیں سمجھتے اور کسی سے اللہ پاک کی طرح محبت نہیں کرتے بلکہ اللہ پاک ہی کو طلب کرتے ہیں اور اللہ پاک ہی سے طلب کرتے ہیں اور اسی سے محبت کرتے ہیں (روح البیان ص:۱۴۶)۔

کسی کو قتل نہیں کرتے

عبادالرحمٰن کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ ایسے شخص کو قتل نہیں کرتے جس کے قتل کو اللہ پاک نے حرام فرمایا ہاں مگر حق پر یعنی جب قتل کے وجوب یا اباحت کا کوئی سبب شرعی پایا جائے تو اس وقت اور بات ہے (بیان القرآن)۔

قتل کی سزائیں

ناحق کسی کا قتل کرنا بہت بڑا جرم ہے گویا سارے انسانوں کا قتل کردیا ہو، اللہ پاک نے فرمایا:

مَــنْ قَتَـلَ نَـفْسًـا	جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ
بِـغَيْـرِ نَـفْــسٍ اَوْفَسَادٍ فِي	دوسرے شخص کے یا بدون کسی فساد کے جو
الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ	زمین میں اس سے پھیلا ہو قتل کر ڈالے تو
جَمِيْعًا (سورۂ مائدہ آیت:۳۲)۔	گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔

ظاہر ہے کہ سارے انسانوں کا قتل کس قدر بڑا جرم ہے جس کی تلافی بہت

مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے، اسی لئے حدیث پاک میں فرمایا کہ قتل ایسا سنگین جرم ہے کہ ایک بار جو اس میں دھنس گیا اس کا نکلنا ہی دشوار ہے **ان من ورطاتِ الامور سفک دم حــرام** (بخاری شریف رص:ج:۲) وہ اس میں پھنستا ہی چلا جاتا ہے جس قدر جھوٹ بولتا ہے اور زیادہ ذلیل ہوتا رہتا ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی ایک شخص کے ناحق قتل میں تمام شہر والے بھی ہوں گے تو اللہ پاک ان سب کو جہنم میں ڈال دیں گے (ترمذی شریف)۔

انسان کی جان باری تعالیٰ کی نظر میں کس قدر قیمتی ہے فرمایا:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۝ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (سورۂ مائدہ آیت:۴۵)۔

اورہم نے ان پر اس میں یہ بات فرض کی تھی کہ جان بدلے جان کے اور آنکھ بدلے آنکھ کے اور ناک بدلے ناک کے اور کان بدلے کان کے اور دانت بدلے دانت کے اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے، پھر جو شخص اس کو معاف کر دے تو وہ اس کیلئے کفارہ ہو جاوے گا اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ بالکل ستم ڈھا رہے ہیں۔

اور کہیں فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِىَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَىْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

(سورۂ بقرہ آیت:۱۷۸)۔

اے ایمان والوتم پر قصاص فرض کیا جاتا ہے مقتولین کے بارے میں آزاد آدمی آزاد آدمی کے عوض میں اور غلام غلام کے عوض میں اور عورت عورت کے عوض میں ہاں جس کو اس کے فریق کی طرف سے کچھ معافی ہوجاوے تو معقول طور پر مطالبہ کرنا اور خوبی کے ساتھ اس کے پاس پہونچا دینا یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تخفیف ہے اور ترحم ہے، پھر جو شخص اس کے بعد تعدی کا مرتکب ہو تو اس شخص کو بڑا دردناک عذاب ہوگا۔

کہیں فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِّى الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ○ (سورۂ بنی اسرائیل آیت:۳۵)۔

اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہ کرمگر حق پر اور جو شخص ناحق قتل کیا جاوے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے سو اس کو قتل کے بارے میں حد سے تجاوز نہ کرنا چاہئے وہ مظلوم شخص طرف داری کے قابل ہے۔

اور کہیں فرمایا:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا	اور جوشخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرڈالے تو
فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا	اس کی سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کواس میں
فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ	رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوں
وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّلَهٗ عَذَابًا	گے اوراس کو اپنی رحمت سے دور کردیں گے
عَظِيْمًا۝(سورۂ نساء آیت:۹۳)۔	اوراس کیلئے بڑی سزا کا سامان کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس جرم کی سزائیں بہت سنگین بیان کی ہیں جو آیات کی شرح ہیں کہیں فرمایا کہ کفار کا عمل ہے: **عن جرير قال لی النبی صلى الله عليه وسلم فی حجة الوداع استنصت الناس لاترجعوا بعدی كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض**(بخاری شریف رص:۱۰۱۵رج:۲)۔

حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو خاموش کردو پھر فرمایا تم میرے بعد کافر نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

عن عمر الأحوصؓ قال	حضرت عمر ابن احوص کہتے ہیں کہ
سمعت رسول الله صلى	رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع
الله عليه وسلم يقول فی	پرلوگوں سے خطاب فرماتے ہوئے پوچھا
حجة الوداع للناس أی يوم	یہ کونسا دن ہے؟ عرض کیا گیا حج اکبر کا
هذا قالوا يوم الحج الأكبر	دن، آپ ﷺ نے فرمایا بیشک تم لوگوں

قال فإن دماء كم وأموالكم وأعراضكم بينكم حرام كحرمة يومكم هذا في بلد كم هذا الا يجني جانٍ إلا على نفسه ألا لا يجني جان على ولده ولا مولود على والده ألاوإن الشيطن قد أيس أن يعبد في بلادكم هذه أبدا ولٰكن ستكون له طاعة فيما تحقرون من أعمالكم فسيرضى به (ترمذی شریف رص:۳۹رج:۲)۔

کی جان ، مال اور عزت آپس میں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح آج کے دن کی تمہارے اس شہر میں حرمت ہے، جان لو کہ ہر مجرم اپنے اوپر ہی جنایت کرتا ہے یعنی اس کا خمیازہ اسے ہی بھگتنا ہوگا اور جان لو کہ کوئی جنایت کرنے والا اپنے بیٹے پر یا بیٹا اپنے باپ پر جنایت نہیں کرتا، یہ بھی ذہن نشین کرلو کہ شیطان اس سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہارے اس شہر میں کبھی اس کی عبادت کی جائے لیکن اس کی ان اعمال سے تھوڑی بہت اطاعت ضرور ہوگی جنہیں تم حقیر سمجھتے ہو اور وہ اسی پر راضی ہو جائے گا۔

کہیں ارشاد فرمایا۔

عن أبی أمامة بن سهل بن حنيف أن عثمان بن عفان

حضرت ابوامامہ ابن سہل ابن حنیف کہتے ہیں کہ عثمان ابن عفان اپنے دورِ خلافت

أشـرف يوم الدار فقال أنشدكم بالله أتعلمون أن رسـول الـلــه صلى الـلـه عليه وسلم قال لا يـحل دم امرىء مسلم إلا بــاحـدى ثـلٰث زنى بـعـد إحصان او ارتدا د بعد إسلام أو قتل نفس بـغير حق فقتل به فوالله ما زنيت في جاهلية ولا فـي إسلام ولا ارتددت مـنـذ بايعت رسول الله صـلـى الـله عليه وسلم ولا قتـلـت الـنفس التي حـرم الـلـه فبم تقتلوني

(ترمذی شریف رص:۳۸ رج:۲)۔

میں اہل فتنہ کے ڈر سے گھر میں محبوس تھے کہ ایک دن چھت پر چڑھے اور فرمایا میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کا خون تین جرموں کے علاوہ بہانا حرام ہے اول یہ کہ شادی شدہ زنا کرے، دوم یہ کہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہوجائے، سوم یہ کہ کوئی شخص کسی کو ناحق قتل کرے (ان جرموں کی پاداش میں کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز ہوجاتا ہے) اللہ کی قسم میں نے نہ کبھی جاہلیت میں زنا کیا اور نہ ہی اسلام لانے کے بعد پھر جس دن سے میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اس کے بعد مرتد نہیں ہوا اور نہ ہی میں نے کسی ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام کیا، لہٰذا تم لوگ مجھے کس جرم میں قتل کرتے ہو۔

عن أنسؓ عن النبی سئل عن الکبائر فقال الإشراک باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس وقول الزور (رواہ البیہقی رص:۳۳۸رج:۳)۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں پوچھا گیا، حضور ﷺ نے فرمایا کبیرہ گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، ناحق قتل کرنا، جھوٹ بولنا۔

عن عبداللہ بن مسعودؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: قتال المؤمن کفر وسبابہ فسوق (رواہ البیہقی عن مسلم رص:۳۴۰رج:۴)۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مؤمن کو قتل کرنا کفر ہے اور اس کو برا بھلا کہنا گناہ ہے۔

عن عبداللہ بن مسعوؓ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم أول ما یقضی بین الناس یوم القیامۃ فی الدماء (رواہ البیہقی رص:۲۴۱رج:۴)۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے ان مقدمات کے فیصلے کئے جائیں گے جو قتل کے متعلق ہوں گے۔

عن الأوزاعی یحدث قال: من قتل

امام اوزاعیؒ بیان کرتے ہیں کہ جس نے کسی مظلوم کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ اس

مـظلوما كفر الله عنه كل ذنـب وذلـک فی القرآن إنـی أريـد أن تبـوء باثمی واثمک(بیہقی رص:۳۴۰رج:۴)۔

مظلوم کے ہر گناہ کو مٹادیں گے اور یہی اس آیت:انـی اریـد ان تبوء الخ (میں یوں چاہتاہوں کہ تو میرے گناہ اوراپنے گناہ سب اپنے سر پررکھ لے) کی تفسیر ہے۔

قـال عـمـرو بـن شـرحبيـل:أول مـا يـقضى بيـن الـناس يوم القيامة فی الدماء يجیء الرجل آخذا بيـدالـرجـل فيـقول يارب هذا قتلنی فيقول فيم قتلته قـال: فـذكـرالـحديث(بیہقی رص:۳۴رج:۴)۔

عمروابن شرحبیل کہتے ہیں کہ سب سے پہلے لوگوں کے درمیان قیامت کے دن قتل کے بارے میں فیصلے ہوں گے وہ اس طرح کہ ایک شخص دوسرے شخص کا ہاتھ پکڑ کرلائے گا اور کہے گا کہ اے میرے رب اس نے مجھے قتل کیا ہے تو اللہ کہے گا تو نے اس کو کس وجہ سے قتل کیا؟ راوی کہتے ہیں کہ پھر پوری حدیث ذکر کی۔

عـن ابن عباس أن الـنبـی صـلـی الـلـه عليـه وسـلـم قال: أبغض الناس إلـی الـله ثلاثة: ملحد فی الـحرم ومبتغ فی الإسلام سـنـة الـجـاهلية، ومطلب

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض یعنی برا اللہ کے نزدیک تین شخص ہیں: حرم میں ظلم کرنے والا، اسلام میں جاہلیت کا طریقہ تلاش کرنے والا، اور کسی شخص کا

دم امرىء بغير حق ليهريق دمه (فتح الباری ص:۲۱۹ ج:۱۲ باب من طلب دم امری بغیر حق)۔

خون ناحق طلب کرنے والا تاکہ اس کا خون بہائے۔

عن مسروق عن عبدالله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لايحل دم امری مسلم شهد أن لا اله إلا الله وانی رسول الله إلا بإحدى ثلاث الثيب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدينه المفارق للجماعة (بیہقی ص:۳۳۲ ج:۴)۔

کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں مگر تین چیزوں کی وجہ سے (۱) شادی شدہ جو زنا کرلے (۲) کسی جان کے عوض میں (۳) اپنے دین کو چھوڑنے والا جماعت سے علیحدہ ہونے والا۔

عن أبی هريرةؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يشير أحدكم إلى أخيه بالسلاح فإنه لايدری أحدكم لعل الشيطان أن ينزغ فی يده فيقع فی حفرة من النار (بیہقی ص:۳۴۳ ج:۴)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے اس لئے کہ تم میں سے کسی کو پتہ نہیں کہ کب شیطان اس کے ہاتھ سے چلوادے پھر وہ جہنم کے گڑھے میں گر جائے۔

عن أبي هريرةؓ قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الملائكة تلعن أحدكم إذا أشار إلى أخيه، بحديدة وإن كان أخاه لأبيه وأمه (بیہقی ۳۴۳،ج:۴)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ تم میں سے اس شخص پر لعنت بھیجتے ہیں جو اپنے بھائی کی طرف ہتھیار کے ذریعہ اشارہ کرے اگرچہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہو۔

وعن أبي موسىٰ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال إذا مر أحدكم في مسجد نا أوسوقنابنبل فليمسک عن أنصالها لايصيب أحدامن المسلمين أذى (بیہقی ص:۳۴۳،ج:۴)۔

ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ہماری مسجد یا بازار میں تیرلیکر گذرے تو اس کو چاہئے کہ اس کی نوک جھکا کر رکھے تا کہ وہ کسی مسلمان کی تکلیف کا باعث نہ بنے۔

عن أبي موسىٰ عن النبي صلى الله عليه وسلم من حمل السلاح علينا فليس منا (بیہقی ص:۳۴۳،ج:۴)۔

حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں۔

عن بن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

وسلم لا يزال المرء في فسحة من دينه مالم يصب دما حراما (بیہقی ص:۳۴۴، ج:۴)۔

نے ارشاد فرمایا انسان ہمیشہ کشادگی میں رہتا ہے جب تک کہ وہ ناحق قتل کا مرتکب نہ ہو۔

عن عبدالله ؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذي نفسي بيده لقتل مومن أعظم عندالله من زوال الدنيا (بیہقی ص:۳۴۵، ج:۴)۔

حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کسی مومن کا قتل ہوجانا اللہ کے نزدیک دنیا فنا ہوجانے سے بڑھ کر ہے۔

عن أبي بريدة عن أبيه عن النبي صلى الله عليه قال: لقتل مومن أعظم عندالله من زوال الدنيا (بیہقی ص:۳۴۵، ج:۴)۔

حضرت ابو بردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی مومن کا قتل ہوجانا اللہ کے نزدیک دنیا فنا ہوجانے سے بڑھ کر ہے۔

وعن البراء بن عازب ؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لزوال الدنيا جميعا أهون على الله عز وجل من سفک دم مسلم بغير حق (بیہقی ص:۳۴۵، ج:۴)۔

حضرت براء ابن عازب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پوری دنیا کا ختم ہوجانا اللہ کے نزدیک کمتر ہے کسی مسلمان کے ناحق قتل ہوجانے سے۔

وعنه عن النبی صلی الله علیه وسلم لزوال الدنیا أهون علی الله من سفک دم امرىء مسلم بغیر حق (بیہقی رص:۳۴۵رج:۴)۔

حضرت براء ابن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا کا ختم ہوجانا اللہ کے نزدیک کمتر ہے کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے سے۔

عن بن عمرؓ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من أعان علی دم امرىء مسلم بشطر کلمةٍ کتب بین عینه یوم القیامة آیس من رحمة الله (بیہقی رص:۳۴۶رج:۴)۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جوشخص کسی مسلمان کے قتل پر کسی بھی طریقہ سے معاون بنے گا تو قیامت کے دن اس کی دونوں آنکھوں کودرمیان آیس من رحمةالله (اللہ کی رحمت سے ناامید) لکھاہوا ہوگا۔

عن جندب بن عبداللهؓ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من استطاع منکم أن لایحول بینه وبین الجنة

جندب ابن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جو شخص تم میں سے اس کی طاقت رکھے کہ اس کے اور جنت کے درمیان کسی مسلمان کا خون (قتل) حائل نہ ہوتو ایسا ضرور کرے

مـل كف مـن دم امـرىء مسلم أن يهـريـقــه كــانـمـا يذبح بـه دجـاجة كـلما تعرض لباب من أبواب الجنة حال الله بينه وبينه ومـن استـطـاع أن لا يـجعل في بطنه إلا طيبا فإن أول ماينتن من الإنسان بطنه (بیہقی ص:۳۴۷،ج:۴)۔

ایک مسلمان کو مرغی کی طرح ذبح نہ کرے ورنہ وہ قتل اس کے اور جنت کے درمیان حائل ہوجائے گا اور جو شخص یہ کر سکے کہ اپنے پیٹ میں ناپاک چیزیں داخل نہ کرے تو ضرور کرے کیونکہ سب سے پہلے انسان کا پیٹ ہی سڑے گا۔

عـن أبـي هـريـرةؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لو اجتمع أهل السماء والأرض على قتل رجل مومن لكبهم الله في النار (بیہقی ص:۳۴۸،ج:۴)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر آسمان اور زمین والے کسی مؤمن کے قتل پر جمع ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں ڈالے گا۔

عـن مـرثد بن عبداللهؓ عـن رجـل من أصحاب رسول الـله صلى الله عليه وسلم قال: قـال رسـول الله صلى الله عليه وسلم قسمت النار سبعين جزءاً لـلآمـر تسـعة وستيـن ولـلقاتل جزءاً (بیہقی ص:۳۴۹،ج:۴)۔

مرثد ابن عبداللہ ایک صحابی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہنم کو ستّر حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، قتل کا حکم دینے والے کیلئے انہتّر حصے ہیں اور قاتل کیلئے ایک حصہ ہے۔

عن أبی هريرة أن رسول اللـه صلى الله عليه وسلم قال الذی يخنق نفسه يخنق نفسه فی النار والذی يقتحم يقتحم فی النار والذی يطعن نفسه يطعن نفسه فی النار (بیہقی رص:۳۵۰رج:۴)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے آپ کا گلا گھونٹے تو وہ جہنم میں اپنے آپ کا گلا گھونٹتا رہے گا، اور جو شخص اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالے تو وہ جہنم میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ہی ڈالتا رہے گا، اور جو شخص اپنے آپ کو دھار دار چیز سے ہلاک کرے تو وہ جہنم میں اپنے آپ کو اسی سے ہلاک کرتا رہے گا ۔

عبادالرحمٰن کی ایک صفت یہ بیان ہوئی و لا یزنون کہ وہ زنا نہیں کرتے ہیں بلکہ عفت و پاک دامنی ان کا شعار ہے، زناء بہت ہی قبیح چیز ہے اس کی قباحت وشناعت تمام ادیان و مذاہب میں مسلّم ہے اور جملہ ملتوں کے اندر اس کو معیوب اور مذموم فعل سمجھا گیا ہے، یہ ایسا قبیح وشنیع کام ہے جس پر سب کا اتفاق ہے (باب اثم الزنا فتح الباری رص:۱۱۳رج:۱۲)۔

ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا (سورۂ بنی اسرائیل آیت:۳۲)۔

اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بری راہ ہے۔

عـن قتـا دةؓ أخبرنا أنـس قال لأ حدثنكم حديثا لا يـحـدثكمو ه أحد بعدى، سـمـعته من النبى صلى الله عـلـيـه وسـلم سمعت النبى صـلــى الـلــه عـلـيـه وسلم يـقول: لا تقوم الساعة و اما قـال: من أشراط الساعة أن يـرفـع الـعلم ويظهر الجهل ويشـرب الـخـمـر، ويظهر الـزنـا، ويقل الرجال ويكثر الـــنـســـاء حتـــى يــكـــون لـلـخـمسيـن امــراة الـقيم الواحد (بخاری،فتح الباری رص:۱۱۶ رج:۲)۔

حضرت قتادہؒ حضرت انسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ضرور میں تمہیں ایک ایسی حدیث بیان کروں گا کہ میرے بعد وہ حدیث تمہیں کوئی بیان نہیں کرے گا، میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی، یا یوں فرمایا کہ قیامت کی علامت یہ ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا اور جہالت ظاہر ہوجائے گی اور شراب پی جانے لگے گی، زنا عام ہوجائے گا اور مرد کم ہوجائیں گے عورتیں زیادہ ہوجائیں گی یہاں تک کہ پچاس عورتیں ایک مرد کے حصہ میں آئیں گی۔

عـن أبــی هـر يـرةؓ ان رسـول الـلــه صـلـى الله عليـه وسـلـم قـال: لايزنى الزانى وهو حيـن يــزنــى مومن ولا يسـرق السارق وهو حين يسرق مؤمن

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں رہتا اور چور چوری کرتے وقت مومن نہیں رہتا اور شرابی

ولا يشــرب الـخـمـر وهـو حيـن يشربها مؤمن ولا ينتهب نهبة ذات شـرف يـرفـع الـمـؤمنون إليه فيها أبــصــارهـم وهـو حيـن ينتهبهــا مؤمن (بیہقی رص:۳۵۲رج:۴)۔

شراب پیتے وقت مومن نہیں رہتا اورلوٹنے والا لوٹتے وقت مومن نہیں رہتا اس حال میں کہ ایمان والوں کی نگاہ اس کوتاک رہی رہو۔

عن أبي هريرة ؓ قال: قـال رسـول الـله صلى الله عـليـه وسلم إذا زنى الرجل خـرج مـنــه الإيـمان فكان عليه كالظلة فإذا انقلع منها رجــع إليـــه الإيـمـان (بیہقی رص:۳۵۲رج:۴)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جب کوئی شخص زنا کرتا ہےتو ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور اس پر سایہ کی طرح معلق ہوجاتا ہے، جب وہ زنا سے فارغ ہوجاتا ہےتو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔

عـن أبـي هـريـرة ؓ قـال: قال رسول الله صلى الـله عليه وسلم إن الإيمان سـربـال يسـربـلـه الله من يشـاء فـإذا زنـى العبد نزع مـنـه سـربـال الإيـمان فإن تاب ردعليه (بیہقی رص:۳۵۲رج:۴)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایمان کرتہ کی طرح ہے اللہ جس کو چاہتا ہے پہناتا ہے، جب کوئی بندہ زنا کرتا ہےتو ایمان کا کرتہ اس سے نکل جاتا ہے،لہٰذا اگر وہ توبہ کرلیتا ہےتو اس کے پاس واپس لوٹ آتا ہے۔

عن أبی هریرةؓ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یزنی الزانی وهو مؤمن فأین یکون الإیمان منه قال أبوهریرةؓ یکون هکذا علیه وقال بکفیه فوق راسه فان تاب ونزع رجع إلیه (بیہقی ص:۳۵۲،ج:۴)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں رہتاتو اس کا ایمان کہاں رہتاہے؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے اس جملہ کواس طرح سمجھایا کہ اس کے اوپر اس طرح رہتاہے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کے اوپراشارہ کیا،لہذا اگر وہ توبہ کرلے تو اس کا ایمان اس کی طرف لوٹ آتاہے۔

وعن ابن عباسؓ قال:قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یاشباب قریش احفظوا فروجکم لاتزنوا الا من حفظ الله له فرجه دخل الجنة (بیہقی ص:۳۵۳،ج:۴)۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے قریش کے نوجوانوں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کروزنا نہ کرو،سن لو! جس کی شرمگاہ کی اللہ نے حفاظت کرلی تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

زناکاری پر مذہب اسلام میں سخت سزا کا اعلان کیا گیا ہے،فرمایا اللہ پاک نے:

اَلـزَّانِيَةُ وَالـزَّانِـى فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِـائَةَ جَلْـدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِـمَـا رَاْفَةٌ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْن ٥ (سورۂ نور آیت:۲)۔

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مردسوان میں سے ہرایک کے سودرّے مارواورتم لوگوں کوان دونوں پراللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرارحم نہ آنا چاہئے اگر تم اللہ پراور قیامت کے دن پرایمان رکھتے ہواور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کوحاضر رہنا چاہئے۔

عن زيد بن خالد الجهنيؓ قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمر فيمن زنى ولم يحصن جلد مأته وتغريب عام (فتح الباری رص:۱۶۲رج:۱۲)۔

زید ابن خالد جہنیؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو اس غیر شادی شدہ شخص کے بارے میں جو زنا کرلے سو کوڑے اورایک سال کی جلا وطنی کا حکم دیتے ہوئے سنا ہے۔

عن أبي هريرةؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى فيمن زنى ولم يحصن بنفي عام وبإقامة الحد عليه (فتح الباری رص:۱۶۲رج:۱۲)۔

زیدابن خالدجہنیؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ نبیﷺ نے اس غیر شادی شدہ شخص کے بارے میں جوزنا کرلے اس پرحد لگانے اورایک سال کی جلاوطنی کاحکم دیا ہے۔

عن أبی هریرةؓ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ثلاثة لایکلمهم الله یوم القیامة ولا یزکیهم شیخ زان، وملک کذاب ، وعائل مستکبر (بیہقی ص:۳۶۰،ج:۴)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے بات نہیں کریں گے اور نہ ہی ان کو پاک وصاف کریں گے، ایک وہ بوڑھا جو زنا کرے، دوسرا وہ بادشاہ جو جھوٹ بولے، تیسرا ظالم متکبر۔

عن أبی هریرؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: من حفظ مابین لحییه وبین رجلیه دخل الجنة (بیہقی ص:۳۶۰،ج:۴)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے دونوں جبڑوں کے درمیانی چیز یعنی زبان اور اپنی دونوں ٹانگوں کی درمیانی چیز یعنی شرمگاہ کی حفاظت کرلے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

عن سهل بن سعدؓ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من توکل لی مابین لحییه وما بین رجلیه توکلت له الجنة (بیہقی ص:۳۶۰،ج:۴)۔

حضرت سہل ابن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص میرے لئے اپنے دونوں جبڑوں کے درمیانی چیز یعنی زبان اور اپنی دونوں ٹانگوں کی درمیانی چیز یعنی شرمگاہ کی حفاظت کی ذمہ داری لے لے تو میں اس کے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔

عن أسامة بن زيدؓ قال: قال رسول ا لله صلى الله عليه وسلم ماتركت بعدى فتنة أضر على الرجال من النساء (بیہقی ص:۳۶۱، ج:۴)۔

حضرت اسامہ ابن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے اپنے بعد عورتوں سے زیادہ مردوں کیلئے نقصان دینے والا فتنہ نہیں چھوڑا۔

عن أبى سعيدؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن الدنيا حلوة خضرة وإن الله مستخلفكم فيها فينظر كيف تعملون فاتقوا فتنة الدنيا وفتنة النساء فإن أول فتنة بنى اسرائيل كانت فتنة النساء (بیہقی ص:۳۶۲، ج:۴)۔

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا شیریں اور سبز ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کا خلیفہ بنایا ہے تا کہ وہ دیکھے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو لہٰذا تم دنیا اور عورتوں کے فتنہ سے بچو اس لئے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کا فتنہ تھا۔

قال معاذ إنكم ابتليتم بفتنة الضراء فصبرتم وستبتلون بفتنة السراء وإن أخوف ماأخاف عليكم فتنة النساء (بیہقی ص:۳۶۲، ج:۴)۔

حضرت معاذؓ کہتے ہیں کہ تم کو سختی کے فتنہ میں آزمایا جائے گا تو تم صبر کروگے اور تم کو خوش حالی کے فتنہ میں آزمایا جائے گا اور میں تم پر اندیشہ کرتا ہوں کہ تمہارے لئے سب سے پرخوف فتنہ عورتوں کا فتنہ ہے۔

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الزناء يورث الفقر (بیہقی ص:٣٦٣، ج:٤)۔	حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا زنا فقر لاتا ہے۔
حدثنا سمرة بن جندب في رؤيا النبي صلى الله عليه وسلم قال قالا لي انطلق فانطلقنا فأتينا على مثل بناء التنور قال عوف أحسب إنه قال فإذا لغط وأصوات فاطلعنا فإذا فيه رجال ونساء وإذا هم ياتيهم اللهب من أسفل منهم فإذا أتاهم ذلك ضوضوا قال قلت من هولاء قال لي انطلق فذكر الحديث ثم قال في التفسير أما الرجال والنساء العراة الذين في مثل بناء	حضرت سمرہ ابن جندب نبی کریم ﷺ کا خواب بیان کرتے ہوئے بتلاتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ان دونوں فرشتوں نے مجھ سے کہا چلئے تو ہم چلے یہاں تک کہ ہم ایک تنّور کے پاس آئے، حضرت عوفؓ کہتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ حضور نے فرمایا وہاں بہت زیادہ شور وشغب تھا تو ہم نے اس میں جھانک کر دیکھا تو اس میں بہت سے مرد اور عورتیں تھیں اور ان کے پاس ان کے نیچے آگ کے انگارے تھے اور اس کی وجہ سے وہ چیخ وپکار کر رہے تھے، حضور کہتے ہیں کہ میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے مجھ سے کہا آگے چلئے پھر پوری حدیث ذکر کی پھر ان مردوں اور عورتوں کے بارے

التنور فانهم الزناة والزوانی اخرجه البخاری فی الصحیح من حدیث عوف (بیہقی رص:۳۶۳رج:۴)۔

میں بتایا جوتنور میں ننگے پڑے تھے کہ یہ زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتیں ہیں۔

عن أبی أمامة أن فتی شاباً أتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یارسول الله أتاذن لی فی الزناء قال فصاح القوم به وقالوا مه مه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اقروه وادنه فدنا حتی کان قریبا من رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم أتحبه لإم فقال لا یارسول الله جعلنی الله فداک فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ایک نوجوان شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہا اے اللہ کے رسول کیا آپ مجھے زنا کی اجازت دیدیں گے، راوی کہتے ہیں کہ لوگ اس پر چلائے اور اس کو برا بھلا کہنے لگے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو ٹھہراؤ اور اس کو قریب لاؤ پھر وہ قریب آیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک آپہونچا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو یہ فعل اپنی ماں کیلئے پسند کرتا ہے، اس نے کہا نہیں اے اللہ کے رسول اللہ مجھے آپ پر قربان کردے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور نہ ہی لوگ اس فعل کو اپنی ماؤں کیلئے پسند کرتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو اس کو اپنی بیٹی کیلئے پسند کرے گا

الـنـاس يـحبـونه لأمهاتهم قـال أفتـحبه لابنتك قال لا والـلـه يـا رسـول الـلـه جـعلـنـي الله فداك قال ولا الـناس يحبونه لبناتهم قال فتحبه لأختك قال لا والـله يارسول الله جعلني الـلـه فداك قال ولا الناس يـحبـونه لا خواتهم ثم ذكر الـحديث في العمة والخالة كـذلك فقال يارسول الله ادع الـلـه لـي قـال فوضع رسـول الـلـه صلى الله عليه وسـلـم يـده عـلـيـه ثم قـال الـلهـم اغفر ذنبه وطهر قلبه وحـصـن فرجه قال فكان لا يـلـتـفـت إلـى شـيء بعد (بیہقی ص:۳۶۲،ج:۴)۔

اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم یا رسول اللہ مجھے اللہ آپ پر قربان کردے، حضورﷺ نے فرمایا لوگ بھی اس کو اپنی بیٹیوں کیلئے پسند نہیں کریں گے، حضورﷺ نے فرمایا کیا تو اس کو اپنی بہن کیلئے پسند کرے گا اس نے کہا اللہ کی قسم نہیں یا رسول اللہ، اللہ مجھے آپ پر قربان کردے، حضورﷺ نے فرمایا لوگ بھی اس کو اپنی بہنوں کیلئے پسند نہیں کریں گے، پھر یہی بات پھوپی اور خالہ کے بارے میں بھی اسی طرح ذکر کی، راوی کہتے ہیں اس شخص نے کہا اے اللہ کے رسول! میرے لئے اللہ سے دعا کر دیجئے تو رسول اللہﷺ نے اس پر اپنے ہاتھ رکھ کر یہ دعا دی اے اللہ اس کے گناہ کو معاف کردیجئے اور اس کے دل کو پاک کردیجئے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت کردیجئے، وہ شخص کہتا ہے کہ پھر اس کے بعد اس طرح کا کوئی خیال میرے ذہن میں نہیں آیا۔

خلاصہ: خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ پاک نے اپنے خاص بندوں سے امہات معاصی کفر وشرک قتل، زنا کی نفی کی ہے اوران کیلئے اصول طاعات، تواضع، برائی کو اچھائی سے دور کرنے کا بہترین عمل اور راتوں کو اللہ پاک کی عبادت میں گذارنے دعا، انفاق مع العدل کا تذکرہ فرمایا ہے اور یہ سب اس لئے کہ ان کے ایمان کا کمال ظاہر ہو جائے، کیونکہ ایمان کا کمال جب ہی ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مومن فضائل کے ساتھ متصف ہو اور رذائل سے خالی ہو، اور یہ بتا دیا کہ مذکورہ اجر وثواب ان لوگوں کیلئے ہے جو ان کمالات کے جامع ہوں اس میں کفار ومشرکین پر تعریض ہے کہ وہ یہ سب کام کرتے ہیں کفر وشرک قتل وغارت گری، زنا جیسی بدکاریاں اور انسانوں کو ہر طرح پریشان کرنا ان کا شیوہ ہے (روح)۔

تفسیر سعدی ر ص: ۵۰۰ ر میں اسی طرح ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ یہاں وقار سکینت، تواضع، حسن ادب، حلم وسعت اخلاق، عفوعن الجاہلین، اعراض عن الجاہلین، عمدہ بدلہ دینا برائی کا بھی احسان کے ساتھ، قیام لیل، اخلاص عمل، خوف جہنم، تضرع رب، واجبات مالیہ کی ادائیگی، اقتصاد فی الانفاق، سلامتی از کبائر، خون نہ بہانا، توبہ، لغو سے اعراض، احکامات وآیات الٰہیہ کو قبول کرنا لغویات کی مجالس سے دور رہنا، فسق قولی وفعلی سے دور رہنا اور جملہ ردی امور سے پرہیز کرنا مذکور ہوا ہے اور دعاء وتبلیغ کا تذکرہ کیا گیا ہے جو ان کے اندر جذبات صالح کا اظہار ہے۔

برے کاموں کا برا انجام

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ	اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو سزا
يَلْقَ اَثَامًا o يُضٰعَفْ لَهُ	سے اسی کو سابقہ پڑے گا اور قیامت کے روز
الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ	اس کا عذاب بڑھتا چلا جائے گا اور وہ اس میں
فِيْهٖ مُهَانًا o (سورۂ فرقان آیت:۶۸)۔	ہمیشہ ہمیشہ ذلیل ہو کر رہے گا۔

جیسا کہ کفار کے حق میں دوسری آیات میں آیا ہے **وزدناھم عذابا فوق العذاب** کہ ان کو عذاب پر عذاب دیں گے جسمانی عذاب کے ساتھ روحانی عذاب بھی ہوگا اور زیادہ بھی ہوگا اور ہمیشہ کیلئے ہوگا **ویخلد فیه مهانا** ہمیشہ اس میں ذلیل وخوار ہو کر پڑا رہے گا خدا کی پناہ۔

جیسا کہ روح البیان رص:۲۴۷رج رمیں ہے **ذلیلا محتقرا جامعا للعذاب الجسمانی و الروحانی لایغاث**۔

توبہ وعمل صالح

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ	مگر جو توبہ کر لے اور ایمان
وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا	لے آوے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ
فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ	تعالیٰ ایسے لوگوں کے گناہوں کی جگہ
حَسَنٰتٍ وَّكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا	نیکیاں عنایت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ
رَّحِيْمًا (سورۂ فرقان آیت:۷۰)۔	غفور ہے رحیم ہے۔

آگے پھر بتایا کہ جو شخص توبہ کرے گا کفر وشرک سے قتل وزنا سے اور ایمان لائے گا وحدانیت کو تسلیم کرے گا اور نیک عمل کرے گا ایسے لوگوں کے گناہوں کو محو کر کے ان کی جگہ آئندہ نیکیاں عنایت فرمائے گا۔ چونکہ گذشتہ کا کفر وشرک وگناہ اسلام کی برکت سے معاف ہوجائیں گے، حدیث پاک ہے **الاسلام یھدم ما کان قبلہ**، کہ اسلام ان تمام گناہوں کو ختم کردیتا ہے جو اسلام سے پہلے ہوچکے ہیں اور آئندہ اعمال صالحہ کی وجہ سے حسنات لکھی جائیں گی ان پر ثواب ملے گا۔

علامہ زجاجؒ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ نہیں کہ سیئہ بعینہا حسنہ بن جائے گی لیکن مطلب یہ ہے کہ سیئات توبہ واستغفار کی برکت سے محو ہوجائیں گی اور حسنات توبہ کی برکت سے لکھی جائیں گی، حضرت حسن سے مروی ہے کہ ایک جماعت قیامت کے دن اس بات کی تمنا کرے گی کہ وہ دنیا میں خوب گناہ کرتے معلوم کیا گیا وہ کون ہیں فرمایا جن کے بارے میں اس آیت میں فرمایا کہ ان کی برائیاں نیکیوں میں تبدیل ہوجائیں گی، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے (زادالمسیر ص:۲۸ج:۶)۔

چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اس کے سامنے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کئے جائیں اور بڑے گناہ چھپا کر رکھے جائیں پھر اس کو کہا جائے گا تونے فلاں فلاں دن ایسا ایسا عمل کیا تھا وہ اقرار کرے گا انکار نہ کرسکے گا اور اپنے بڑے گناہوں سے ڈرتا ہوگا، پھر اس کو کہا جائے گا کہ تجھے ہر برائی کے بدلہ ایک نیکی دی جارہی ہے جب وہ یہ دیکھے گا تو کہے گا کہ میرے پاس کچھ بڑے گناہ

اوربھی ہیں جو میں یہاں نہیں دیکھ رہا ہوں (ترمذی شریف ومسلم کتاب الایمان) پھر حضرت ابو ذرؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، اور یہ محوسیئات وحسنات کا ثابت ہونا اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ غفوررحیم ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے دوسال تک ہم یہی پڑھتے رہے **والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا آخر** جب **الا من تاب** آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے اتنا خوش ہوئے جتنا میں نے دیکھا اور آیت **انا فتحنا لک فتحا مبینا** کے نزول پر خوش ہوئے (زادالمسیر رص:۲۸رج ۶)۔

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ	اورجو شخص توبہ کرتا ہے اور نیک
صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ	کام کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف خاص
مَتَابًاO (سورۂ فرقان آیت:۷۱)۔	طور پر رجوع کررہا ہے۔

اور جو توبہ وعمل کرتا ہے وہ اللہ پاک کی جانب توبہ والتفات کرتا ہے، یہ توبہ اللہ پاک سے ہے اس کی جزا اور ثواب باری تعالیٰ خوب دیں گے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کہا جائے کسی شخص نے کسی بادشاہ سے گفتگو کی ہو تو اس سے کہا جائے پتہ ہے تو نے کس سے گفتگو کی ہے وہ بادشاہ وقت ہے، یہ مطلب ہے **فانہ یتوب الی اللہ متابا** کا، اور جیسا کہ فرمایا **من ھاجر الی اللہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ** (زادالمسیر رص:۲۹رج:۲)۔

یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ وہ مرنے کے بعد بہترین متاب یعنی مقام مرضی پر اللہ کے پاس فائز ہوگا، امام راغبؒ نے فرمایا کہ متاب کے معنیٰ ہیں بہترین توبہ (روح البیان رص:۲۴۹رج:۶)۔

حضرت ابن عطاء نے فرمایا کہ توبہ ہر مذموم عادت کو چھوڑنے کا نام ہے اور ہر اچھی عادت کو اپنانے کو کہتے ہیں اور یہ خواص کی توبہ ہے اور بعض نے کہا کہ جملہ ماسوی اللہ سے رجوع کر لینا ہٹ جانا یہ اخص خواص کی توبہ ہے، لہذا توبہ واستغفار کرنا چاہئے کہ وہ گناہوں کا صابون ہے (روح البیان رص:۲۴۹ رج:۲)۔

وَالَّـذِيْـنَ لَايَشْهَـدُوْنَ الـزُّوْرَ وَاِذَا مَـرُّوْا بِـاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا٥ (سورۂ فرقان آیت:۷۲)۔

اور وہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر بیہودہ مشغلوں کے پاس کو ہو کر گذریں تو سنجیدگی کے ساتھ گذر جاتے ہیں۔

عبادالرحمٰن اللہ کے نیک بندوں کی مزید ایک صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ بے ہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر اتفاقا بلا ارادہ بیہودہ مشغلوں کے پاس کو ہو کر گذریں تو سنجیدگی وشرافت کے ساتھ گذر جاتے ہیں، یعنی نہ اس کی طرف مشغول ہوتے ہیں اور نہ ان کے آثار سے عاصیوں کی تحقیر وتذلیل اور اپنا ترفع وتکبر بڑائی ظاہر ہوتی ہے (بیان القرآن)۔

صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے ہیں لا يقيمون الشهادة الكاذبة۔

جھوٹی گواہی دینا جرم ہے

جو شخص جھوٹی گواہی دیتا ہو اس کی سزا کیا ہے، امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا سزا تو کچھ نہیں ہے ہاں یہ کہ اس کو اس کی قوم کے درمیان کھڑا کیا جائے گا اور لوگوں کو بتایا جائے

گا کہ یہ جھوٹی گواہی دیتا ہے، ائمہ ثلثہ نے فرمایا اس کی تعزیر کی جائے جو کاروائی حاکم اسلام مناسب سمجھے کہ وہ اس پر جاری کرے اوراس کی قوم میں اور لوگوں کے اندر اس بات کی تشہیر کی جائے گی کہ جھوٹا ہے اور جھوٹی گواہی دیتا ہے، امام مالکؒ نے فرمایا جامع مسجد کے دروازوں پر اور بازاروں میں بتایا جائے اعلان کیا جائے کہ جھوٹی گواہی دیتا ہے، امام احمدؒ نے فرمایا کہ اسکو گھمایا جائے گا اور مشہور کیا جائیگا کہ ہم نے اس کو جھوٹی گواہی دیتے ہوئے پایا ہے اس سے بچکر رہو۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہا اس پر ۴۰ رکوڑے لگائے جائیں اور چہرہ کالا کر کے بازاروں میں گھومایا جائے۔

ایک تفسیر حضرت عطاءؒ نے کی ہے اور فرمایا کہ ایک تو یہ زبان سے جھوٹی گواہی دیتا ہے بغیر مشاہدہ قلب کے اور دوسرے یہ ہے کہ مجالس زور، مجالس کذب ،مجالس فحش میں حاضری اور شرکت ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی باطل وخرافات کی جگہوں پر نہیں جاتے جہاں جھوٹ بولا جارہا ہو شرابیں پی جارہی ہوں، گناہ کئے جارہے ہوں گانا بجانا ناچنا ہورہا ہو، لہو ولعب کی شئے ہوں جیسا کہ سنیما ہالوں میں یہ سب ہوتا ہے، رنڈیاں ناچتی ہیں اور لوگ ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں ان پر پیسے برساتے ہیں اس میں مجالس کفر وشرک مجالس فسق وفجور، مجالس لہولعب، الغرض وہ تمام باتیں جو خلاف شرع ہیں سب داخل ہیں، کیونکہ لفظ زور جھوٹ پر بھی بولا جاتا ہے اور ہر باطل کو بھی زور کہا جاتا ہے اور غناء گانے بجانے کو بھی کہا جاتا ہے، امام ضحاکؒ نے باطل سے تفسیر کی ہے جس کا اعلیٰ فرد کفر وشرک ہے، امام مجاہدؒ نے

غناء سے تفسیر کی ہے (تفسیر ثعلبی رص:۲۳۰رج:۴)۔

اور بغوی میں تو ہر وہ کام جو چھوڑنے اور نہ کئے جانے کے لائق ہے وہ سب داخل ہے، بعض بزرگوں نے زور میں کفار و مشرکین کی عیدوں اور تہواروں کو بھی لیا ہے، یہود و ہنود سب کے تہواروں کا یہی حکم ہے کہ ان میں شمولیت ممنوع ہے اور اس آیت میں اس کی ممانعت ہے یہ سب زور ہے۔

شیخ اکبر قدس سرہ نے فرمایا کہ یہ سب ہم نے دمشق میں دیکھا ہے کہ مسلمان عورتیں اور مرد نصاری کے ساتھ محبت کرتے ہوئے اور تعلقات بڑھاتے ہوئے شریک ہوتے ہیں اور اپنے بچوں کو ان کے گرجوں میں لیجاتے ہیں اور ان کے طریقوں پر اپنے بچوں کو معمودیہ کے پانی سے جو ان کا مذہبی معاملہ ہے کہ وہ اس میں اپنے بچوں کو غسل دیتے ہیں اور عیسائی بناتے ہیں اللہ پاک نے اس کے رد میں فرمایا صبغۃ اللہ کا رنگ چڑھاؤ یہ سب کام نہ کرو، مسلمان بھی اپنے بچوں کو ان کے پانی سے غسل دیتے ہیں اور تبرک کے طور پر یہ کام کرتے ہیں یہ سب کفر کے قریب کام ہیں بلکہ کفر ہیں اور مسلمانوں کو ان کاموں سے بچنا لازم ہے رواداری اس حد تک ممنوع ہے اور رواداری اپنے مذہب پر رہ کر حسن اخلاق و انسانی ہمدردی کا نام ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ زور میں ہر قسم کا شرع کے خلاف لہو ولعب کذب، نوحہ، غنا داخل ہے، زاد المسیر رص:۲۹رج:۶رمیں آٹھ اقوال نقل کئے ہیں (۱) شرک

(۲) غناء (۳) صنم (۴) لہو ولعب (۵) جھوٹی گواہی (۶) اعیاد مشرکین (مشرکین کی عیدیں) (۷) کذب (۸) زنا۔

بشارت

حضرت محمد بن منکدرؒ سے منقول ہے کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ بروز قیامت اللہ پاک ان لوگوں سے کہیں گے کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنے آپ کو اور اپنے کانوں کو لہو ولعب سے شیطان کے مزامیر سے بچاتے تھے ان کو مشک کے باغات میں داخل کر دو اور ان کو میری تمجید کلمات سنا دو اور بشارت دو کہ ان پر نہ کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمزدہ ہوں گے (روح البیان رص:۲۵۰رج:۶)۔

لغو ناپسندیدہ ، لایعنی جس کا دین ودنیا میں کوئی فائدہ نہ ہو، فتح الرحمٰن میں فرمایا کہ تمام معاصی اور وہ قول وفعل جو بے کار ہوں لغو ہے، زاد المسیر رص:۲۹رج:۶ر میں یہ سب اقوال نقل کئے ہیں، یعنی (۱) معاصی (۲) شرک (۳) اذیٰ جو مشرکین سے پہنچے (۴) لایحل کنایہ ہے تذکرہ نکاح وجماع کا۔

امام راغبؒ نے فرمایا ہر وہ کلام جو اعتبار کے لائق نہ ہو وہ لغو ہے، نیک لوگوں کی ایک صفت لغویات یعنی بے کار کاموں سے اعراض کرنا ہے اور یہ کہ ان کے کریم الطبع شریف المزاج ہونے کی بات ہے اسی لئے شریف المزاج لوگ قبیح امور کو صاف صاف کہنے سے گریز کرتے ہیں اور کنایۃً بات کرتے ہیں یہی باری عزاسمہ کا مزاج وذوق ہے اسی وجہ سے قرآن کریم میں جماع کو لمس، دخول، مباشرت، مقاربت، نکاح ومس، غشیان جیسے الفاظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے، اور حضرت عیسیٰؑ کے قصہ میں کانا

یا کلان الطعام کہہ کر ضروریات بشریہ سے کنایہ کیا ہے (روح البیان ص:۲۵۱ ج:۶)۔

نیز وہ ایسے ہیں کہ جس وقت ان کو اللہ کے احکام کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو ان احکام پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے، جس طرح کافر قرآن پر ایک نئی بات سمجھ کر تماشے کے طور پر اور اعتراضات پیدا کرنے کیلئے اس کے حقائق ومعارف سے اندھے بہرے ہو کر اندھا دھند بے ترتیب ہجوم کرتے ہیں بلکہ ایمان والے عقل وفہم کے ساتھ قرآن پر متوجہ ہو کر اور اس کی طرف دوڑتے ہیں جس کا ثمرہ زیادتی ایمان وعمل بالاحکام ہے، پس مقصود نفی صمم اور عمی کی ہے (بیان القرآن)۔

صاحب روح البیان نے ایسا ہی فرمایا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ آیات پر بہرے اندھے ہونے کی حالت میں نہیں گرتے بلکہ غور سے سن کر اور سمجھ کر کانوں اور آنکھوں کو کھول کر عمل کرتے ہیں اس میں کفار ومنافقین پر تعریض ہے (روح البیان ص:۲۵۲ ج:۶)۔

بعض علماء نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ وہ جب قرآن کریم پڑھتے ہیں تو دل سے قرأت کرتے ہیں سمجھ کر اور ٹھہر کر، جلدی جلدی بے سمجھے قرأت نہیں کرتے ہیں (تفسیر ثعلبی ص:۲۲۱ ج:۴)۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۝ (سورۂ فرقان آیت ۷۴)۔	اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو متقیوں کا افسر بنادے۔

اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ خود جیسے دین کے عاشق ہیں اسی طرح اپنے اہل

وعیال کیلئے بھی اس کے ساعی اور داعی ہیں، چنانچہ عملی کوشش کے ساتھ حق تعالیٰ سے دعا بھی کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما یعنی ان کو دین دار بنانا، اور ان کو بھی دین کی توفیق عطا فرما اور فضائل سے مالا مال فرمانا کیونکہ مومن بندہ جب اس کے گھر والے بھی اس کے ساتھ دین کے کاموں میں مساعدت وموافقت کرتے ہیں تو اس کا دل خوش ہوتا ہے اور اس کی آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے، یعنی ان کو فرحت وسرور حاصل ہوتا ہے، کیونکہ آنکھ کے آنسو خوشی کے موقع پر ٹھنڈے اور غم کے موقع پر گرم نکلتے ہیں۔

ہمارے حضرت شیخ فاروقی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس دعا کو پڑھنے سے اچھی بیوی اور اچھی اولاد میسر آئے گی اور شادی شدہ انسان پڑھے گا تو اس دعا کی برکت سے اس کی بیوی بچے نیک ہوجائیں گے، ضرور اثرات آئیں گے، بہت جامع اور مؤثر دعا ہے ان کا ایک وعظ اس دعا کی تشریح میں ہے، حضرت حسن بصریؒ سے معلوم کیا گیا کہ اس کا تعلق دنیا سے ہے یا آخرت سے؟ فرمایا دنیا سے ہے اور مومن کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ اپنی ازواج اور ذریت کو اللہ کی اطاعت کرتے دیکھیں۔

واجعلنا للمتقین اماماً اور ان کی دعا میں بھی ہے کہ ہم کو متقی لوگوں کا امام ومقتداء بنادیجئے (زادالمسیر ص:۳۰ ج:۶)۔

امام نخعیؒ فرماتے ہیں کہ کوئی عہدہ وریاست کی طلب کی دعا نہیں ہے بلکہ اس

بات کی دعا ہے کہ وہ دین میں پیشوا بننے کے لائق بن جائیں گے اور اس مقام تک دینداری میں پہنچ جائیں یہ ایک عمدہ طلب ہے جس کی کوشش کرنی چاہئے، یہی بات امام ثعلبیؒ نے حضرت ابن عباسؓ کے حوالہ سے بھی نقل کی ہے:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ	اور ہم نے ان میں بہت سے پیشوا
اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا	بنادیئے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا
لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا	کرتے تھے، جبکہ وہ لوگ صبر کئے رہے
يُوْقِنُوْنَ ○(سورۂ سجدہ آیت:۲۴)۔	اور ہماری آیتوں کا یقین رکھتے تھے۔

کہ ہمیں ہدایت کا امام بنادیجئے کہ دین میں لوگ ہماری اقتداو پیروی کریں اور ہم اس قابل بن جائیں (ثعلبی رص:۲۲۱رج:۴)۔

اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ معنی یہ ہیں کہ متقین کو ہمارے لئے امام ومقتدی بنادیجئے، کلام میں قلب ہے (زادالمسیر رص:۱۳۱رج:۶)۔

قفال مروزیؒ اور ایک جماعت نے فرمایا دینی ریاست کی طلب واجب ہے دنیوی ریاست کی طلب ممنوع ہے یہ آیت اس پر دلیل ہے (روح البیان رص:۲۵۳رج:۹)۔

بشارت کبریٰ

ان اوصاف وکمالات کے حامل انسانوں کو ان کے رب کی جانب سے جنت میں عمدہ بالاخانے ملیں گے بوجہ اس کے وہ دین پر ثابت قدم رہے ان کو فرشتوں کی جانب سے بقاء کی دعاء اور سلام ملے گا وہ اسمیں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ کیسا اچھا ٹھکانہ اور مقام ہے، تحیۃ حیات کی دعا ہے اسی لئے عرب میں حیاک کہنے کا دستور عام ہے،

اللہ پاک تجھ کو عمدہ حیات عطا فرمائیں تو فرشتے طول حیات اور سلامتی من الآفات کی دعا کریں گے، اس آیت کریمہ کے اندر بھی عباد الرحمٰن کیلئے بالا خانوں کی بشارت دی گئی ہے، حضرت انسؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جو ہوا کے اندر معلق ہیں جن کا اوپر سے بھی کوئی تعلق نہیں اور نہ نیچے کوئی ستون ہے، عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ جنتی ان کے اندر کیسے داخل ہوں گے؟ فرمایا پرندوں کی طرح، عرض کیا گیا یہ بالا خانے کن لوگوں کو ملیں گے؟ فرمایا جنہوں نے بیماریاں، تکلیفیں، پریشانیاں، بدنی اور دینی اٹھائیں، پھر ایمان وعمل صالح پر قائم رہے، **بما صبروا** میں یہی مراد ہے (ثعلبی رص:۲۲۱رج:۴)۔

دوسری جگہ فرمایا گیا **وھم فی الغرفت اٰمنون** وہ بالا خانوں میں پُر امن ہوں گے **بما صبروا** کی تفسیر میں بعض علماء نے فرمایا کہ جنہوں نے طاعات الٰہیہ پر صبر کیا، شہوات کو چھوڑا، مجاہدات کو برداشت کیا وہ اس میں شامل ہیں، روزہ رکھنا بھی اس میں داخل ہے، کیونکہ روزہ کو نصف صبر فرمایا گیا اور صبر کو نصف ایمان فرمایا گیا ہے تو روزہ چوتھائی ایمان ہوا (روح البیان رص:۲۵۴رج:۳)۔

یہ بھی ہے کہ جنہوں نے صبر کیا شروع میں اور امر الٰہیہ کی ادائیگی میں اور ترک منہیات میں اور درمیان میں تبدیلیٔ اخلاق ذمیمہ اور اخلاق حمیدہ کی تحصیل میں اور آخر میں وجود انسانی کو فناء کر کے وجود ربانی کے حصول میں خوب محنت ومجاہدہ کیا سبحان اللہ العظیم۔

صبر نام ہے ترک شکایت کا پریشانی کی تکلیف کا، اظہار غیر اللہ سے کرنا غلط ہے اللہ پاک سے کرنا چاہئے ذاکر وغیرہ معالج کو برائے علاج بتانا ممنوع نہیں ہے ہاں بار بار بطور شکایت کہنا ممنوع ہے اور ایوبؑ نے اپنے رب سے اظہار کیا یہی ادب تھا اپنی عاجزی کے اظہار کیلئے اللہ پاک کے دربار میں مرض پیش کرنا تسلیم ورضا کے خلاف نہیں ہے جیسا کہ بعض جہال نے سمجھ لیا اور وہ خود کو ارباب تسلیم ورضاء میں سے سمجھنے لگے (روح البیان/ص:۲۵۵/ج:٦)۔

آیت کریمہ میں اللہ پاک نے دائمین فی العمل کیلئے ان غرفات کا تذکرہ فرمایا ہے ورنہ خواص حضرات کو اس کی کوئی طمع نہیں ہے، ان کی جنت تو خود باری تعالیٰ کی ذات ہے اور ان کی رضامندی ہی ان کیلئے کافی ہے، جو سب سے بڑی چیز ہے جس کی طرف تحیہ وسلام میں بشارت ہے، کیونکہ یہاں تو یہ ہے کہ ان کو فرشتے سلام وتحیہ بھیجیں گے اور بعض جگہ یہ ہے کہ یہ سلام خود باری عزاسمہ کی طرف سے ہوگا جیسے سلام قولا من رب رحیم میں ہے، عاشق کو تو بس معشوق کے جمال ودیدار سے ہی راحت ملتی ہے اور بس اس کا کلام وخطاب ہی اس کیلئے سب کچھ ہے، کہتے ہیں کہ ایک نصرانی شخص ایک مسلمان کے پاس آیا اس نے اس کو ایمان کی دعوت دی اس شرط پر کہ اس کیلئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں، نصرانی بولا جنت تو مخلوق ہے پھر حور وقصور کا تذکرہ کیا، مسلمان نے اس سے کہا مجھے ان سب چیزوں سے افضل چیز چاہئے اس مسلمان نے کہا کہ میں تیرے واسطے اللہ پاک کی رویت کی ضمانت

لیتا ہوں کہنے لگا کہ بس اس سے افضل تو کوئی شئے ممکن نہیں ہے، پھر وہ مطمئن ہوگیا اور کچھ عرصہ بعد اس کا انتقال ہوگیا دیکھنے والے نے اس کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں ایک بہترین سواری پر سوار ہے اس نے کہا کہ وہی فلاں نصرانی ہے دیکھنے والے نے پوچھا اللہ پاک نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ کہنے لگا کہ جب میری روح نکلی تو عرش پر مجھ کو لے جایا گیا اللہ پاک نے فرمایا تو فلاں شخص ہے جو میرے دیدار کے شوق میں ایمان لایا تھا اس نے کہا جی ہاں اللہ پاک نے فرمایا میں تجھ سے راضی ہوں اور تجھ کو بقاء دائم مل گئی ہے سبحان اللہ (روح البیان رص:۲۵۶رج:۶)۔

ایک طویل روایت ہے جس میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ حضرت عبادالرحمٰن کا مصداق کون لوگ ہیں؟ وہاں حضرت جابر بن عبداللہ تشریف فرما تھے ان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ یہ سورت مکی سورت ہے اے جابر **اَلَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَاخَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوا سَلَامًا** کا مصداق صدیق اکبرؓ ہیں کہ انہوں نے حضور پاک ﷺ پر ایمان لانے کی وجہ سے اپنی قوم سے ساری عداوتیں اور مخالفتیں برداشت کیں پر ساتھ نہ چھوڑا اور جاہلوں کے جواب سے اعراض کیا، اور **وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا** کا مصداق سالم مولی ابی حذیفہ ہیں کہ شب میں متعبد و متہجد رہتے تھے اور **وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ** کا مصداق سعید بن زید ہیں اور **وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوا** کا مصداق سعد بن ابی وقاص ہیں اور **وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْن** کا مصداق عمر بن

الخطابؓ ہیں اور وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا الخ کا مصداق ابوذر غفاریؓ ہیں اور وَالَّذِیْنَ لَمْ یُسْرِفُوْا الخ کا مصداق ابوعبیدہ ہیں اور وَالَّذِیْنَ لَایَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ الخ کا مصداق علیؓ ہیں۔

آٹھ جگہ الذین الذین کے بعد فرمایا اولئک یہ ان تمام موصولات کا صلہ ہے یہ جامع کمالات حضرات اس عظیم بشارت کے مصداق ہیں اللھم اجعلنا منھم ومعھم آمین۔

اخیر سورت میں فرمایا قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْ لَا دُعَاؤُکُمْ فَقَدْ کَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ یَکُوْنُ لِزَامًا ○ اے پیغمبرﷺ آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میرا رب تمہاری ذرا بھی پروانہ کرے گا اگر عبادت نہ کرو گے (اس سے سمجھ لینا چاہئے) کہ اے کفار تم تو (احکام الٰہیہ کو) جھوٹا سمجھتے ہو تو عنقریب تمہارا یہ خیال وبال جان ہو کر رہے خواہ دنیا میں جیسا کہ واقعۂ بدر میں کفار پر مصیبت آئی ورنہ آخرت میں ہے ہی (بیان القرآن)۔

اس آیت میں ممکن ہے کہ خطاب تمام انسانوں کو ہو بواسطہ قریش مکہ کہ تم لوگ مصیبت وشدت میں اللہ پاک ہی کو پکارتے ہو اگر یہ بات نہ ہوتی تو تمہارا کام تمام کر دیا جاتا اتنا پکارنا کام آ رہا ہے دعا سے مراد دعا وفریاد ہو جو تم پریشانیوں میں اللہ پاک سے کرتے ہو، بعض ادباء نے بھی اسی کے قریب مفہوم بیان کیا کہ دعاء سے مراد ان کا سوال اور طلب ہے اور بعض نے دعاء سے مراد عبادت کو لیا ہے (ثعلبی ص:۲۲۲ ج:۴)۔

حضرت ابن عباسؓ نے عبادت وطاعت سے ہی تفسیر کی ہے اور بعض نے ایمان سے اور بعض نے توحید سے اور بعض نے عبادت سے اور بعض نے دعاء واستغاثہ

سے تفسیر کی ہے اس طرح یہ چار اقوال ہو گئے (زادالمسیر رص:۳۱رج:۴)۔

بعض جن حضرات نے فرمایا دعاءکم کی تفسیر میں ایمانکم مراد ہے انہوں نے مطلب یہ بیان کیا کہ اگر تم لوگوں میں کچھ لوگ بھی ایمان نہ لاتے تو سب ہلاک وتباہ کر دئے جاتے (بخاری شریف)۔

۸رشوال المکرّم ۱۴۴۱ھ بموقع لاک ڈاؤن